تذکرہ امام حسین علیہ السلام

تالیف

مفتی غلام رسول

دار العلوم قادریہ جیلانیہ (لندن)

حسب ارشاد

نابغۂ روزگار مفکرِ اسلام علامہ پیر

سید عبد القادر شاہ صاحب جیلانی

بہ اہتمام

انجمن فاطمیہ (یو کے)

ناشر

دار العلوم قادریہ جیلانیہ

TAZKARA IMAM-E-HUSSAIN

Written By:
MUFTI
GHULAM RASOOL
Dar-ul-Uloom
Qadria Jilania
London

International
Muslim Movement

تذکرہ امامِ حسین علیہ السلام

تالیف

مفتی غلام رسول

دار العلوم قادریہ جیلانیہ (لنڈن)

حسب ارشاد

نابغۂ روزگار مفکّرِ اسلام علّامہ پیر سیّد

عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی

بحسن اہتمام

انجمن فاطمیہ (یو کے)

ناشر

دار العلوم قادریہ جیلانیہ

انٹرنیشنل مسلم مومنٹ والتھم سٹو لنڈن (برطانیہ)

برائے طاہر ریاض صاحب

منجانب:

نقی عسکر رسول

14/04/08.

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : ——————— تذکرہ امام حسین علیہ السلام
مصنف : ——————— مفتی غلام رسول
ناشر : ——————— دارالعلوم قادریہ جیلانیہ انٹرنیشنل مسلم مووومنٹ والتھم سٹو۔ لندن برطانیہ
کتابت : ——————— محمد نعیم گیلانی
قیمت : ——————— / روپے

پاکستان میں یہ تمام کتب مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کر سکتے ہیں۔

۱۔ دارالعلوم قادریہ جیلانیہ ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی
۲۔ سید حافظ اطہر حسین شاہ صاحب ڈیرہ پیر اشرف شاہ صاحب مکان ۱۰۲ء بلاک ۷ء چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال
۳۔ حافظ حمزہ رسول۔ مدرسہ عربیہ نقشبندیہ جامعتیہ ڈھینگرانوالی ڈاک خانہ ھیلاں۔ تحصیل پھالیہ۔ ضلع منڈی بہاؤالدین

فہرست

خطبہ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین الذی اختار سیدنا محمدًا صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم من الخلق اجمعین، وارسلہٗ رحمۃ للعالمین وجعل من جملۃ امتہ الانبیاء والمرسلین، اذ اخذ علیھم المیثاق بالایمان بہ وبنصرتہ وقال اشھدوا وانا معکم من الشاھدین وصلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلیھم وعلیٰ آلہٖ الطیبین الطاہرین قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فی حقھم انا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللّٰہ فیکم الھدی والنور ثم قال اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی ولما نزلت ھذہ الآیۃ ندع ابناءنا وابناءکم دعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علیًا وفاطمۃ وحسنًا وحسینًا فقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی وقال حسین منی وانا من حسین احب اللّٰہ من احب حسینًا حسین سبط من الاسباط وعلیٰ واصحابہ اجمعین۔

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں اور آئمہ اہل بیت اطہار میں سے امام زین العابدین علیہ السلام کے فضائل وحالات میں کتاب " زین العابدین" لکھی ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام کے فضائل ومناقب میں " جواہر العلوم" اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے فضائل ومناقب میں " الصبح الصادق" لکھی ہے۔ اور اب اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کتاب " تذکرہ امام حسین" پیش خدمت ہے جس میں امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور آپ کی شہادت کا ذکر ہے آپ کو شہید یزید بن معاویہ نے کیا تھا۔ چنانچہ محقق ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں کہ اور یہ یزید وہ تھا جس نے ابن بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا تھا جو ان دو بھائیوں میں سے ایک تھے جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں نیز محقق ابوزہرہ یزید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یزید شرابی تھا جو نشہ میں دھت رہتا تھا۔ ریشمی لباس پہنتا تھا، طنبورہ بجاتا تھا۔

(امام جعفر صادق صہ۱۸۵)

علامہ آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں یزید کے افعال قبیحہ اور اس کی بدعنوانیوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان الخبیث لم یکن مصدقا برسالۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ یزید خبیث ہرگز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے والا نہیں تھا۔

(تفسیر روح المعانی صہ۷۳، جزء ۲۶)

بیعت اطاعت فی المعروف کیساتھ مشروط ہے

جب یزید نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق نہیں کی تو ظاہر ہے کہ وہ کافر تھا، یزید جب بادشاہ بنا تو اس نے امام حسین کو کہا کہ آپ میری بیعت و اطاعت کریں آپ نے فرمایا میں تیری ہرگز کسی صورت میں بھی بیعت نہیں کروں گا، یزید جب بدکردار اور بدعنوان تھا اس میں ایمان نہیں تھا تو امام حسین اس کی بیعت کیسے کر سکتے تھے کیونکہ بیعت الطاعت فی المعروف کے ساتھ مشروط ہے نافرمان اور بے ایمان حاکم کی بیعت و اطاعت شرعاً ممنوع ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ اور جب معصیۃ کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع (سننا) واطاعت (ماننا) نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد ہے۔ لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے اطاعت صرف معروف میں ہے اور یہ بھی فرمایا لا طاعۃ لمن عصی اللہ۔ جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ من امرکم من الولاۃ بمعصیۃ فلا تطیعوہ، حکام میں سے کوئی تمہیں کسی معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے معاملات میں سے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا پھر اس نے لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق کام نہ کیا اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے۔

معصیت میں کسی کے لیے اطاعت نہیں ہے

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں اعلان فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہوئے تم کو جو حکم دوں اس کی اطاعت تم پر فرض ہے خواہ وہ حکم تمہیں پسند ہو یا نہ پسند اور جو حکم میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دوں تو معصیت میں کسی کے لیے اطاعت نہیں ہے۔ الطاعۃ فی المعروف الطاعۃ

فی المعروف، اطاعۃ فی المعروف۔ اطاعت صرف معروف (نیکی) میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ بیعت واطاعت اس حاکم کی ہوگی جو کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق حکم دے۔ اگر حاکم اور بادشاہ خلاف شریعت حکم دے تو اسکی بیعت واطاعت جائز نہیں ہے بلکہ ایسے نافرمان اور بے ایمان حاکم وبادشاہ کے مقابلے میں کلمہ حق کہنا ایمان ہے۔

ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے

چنانچہ ارشاد فرمایا۔ افضل الجہاد کلمۃ عدل (اوحق) عند سلطان جائر، سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی اور حق کی بات کہنا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب عام بھیج دے۔

اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کریں گے تو بُرے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اس کو گوارا کریں پھر اگر وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صہ ۳۱۹، صہ ۳۲۲)

(خلافت وملوکیت صہ ۸۰)

یزید اسلامی دستور کا مخالف تھا

غرضیکہ اگر حاکم وبادشاہ نافرمان، بدکردار اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہو اور خلاف شریعت اسلامیہ حکم دیتا ہو اس کی بیعت واطاعت جائز نہیں ہے۔ یزید چونکہ عقیدے اور عمل کے اعتبار سے اسلامی دستور کے خلاف تھا اور علانیہ محرمات کا ارتکاب کرتا تھا ایسے مردود

شخص کی امام حسین علیہ السلام کیسے بیعت کر سکتے تھے۔ امام حسین تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے اور نواسے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

امام حسین علیہ السلام حق پر تھے

رسول پاک کی تعلیمات امام حسین کی تعلیمات تھی۔ رسول پاک کے ارشادات امام حسین کے ارشادات تھے۔ امام حسین دین تھے اور حق پر تھے۔ بایں وجہ یزید کی بیعت نہیں کی بلکہ اپنی اور اپنے عزاہ واقارب کی جان اللہ کے راستہ میں دے دی ؂

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین — دین است حسین، دین پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید! — حقا کہ بنائے لا الہ است حسین!

مفتی غلام رسول

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاثرات

ازقلم:۔
پیر طریقت رہبر شریعت عالی جناب صاحبزادہ پیر سید صابر حسین شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہم العالیہ۔ ایم اے، فاضل فارسی، ایم، او، ایل۔

ے

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساء، حسین و حسن، مصطفٰے علی!

حضرت قبلہ مفتی غلام رسول صاحب جماعتی دورِ حاضر میں قرون اولیٰ کے اسلاف کی تصویر اور علماء سلف صالحین کا نمونہ ہیں۔ آپ کی ذات گرامی علم و فضل میں ایک اونچا مقام رکھتی ہے۔ علم و عمل کے ساتھ ساتھ بے ریائی و استغنا آپ کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ عاجزی و انکساری کا پیکر ہیں، تصنع، بناوٹ اور ریاکاری سے سخت نفرت فرماتے ہیں۔ حُبِ رسول اور محبت اہلِ بیت کو اپنی زندگی اور آخرت کا سرمایہ سمجھتے ہیں۔

قبلہ مفتی صاحب کی تقریباً ۴۰ عدد سے زائد تصانیف موجود ہیں اور ہر تصنیف اپنے موضوع، دلائل اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے سند کی حیثیت رکھتی ہے جن میں فتاویٰ جماعتیہ فتاویٰ برطانیہ، امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر صادق، ہدیہ درود شریف کے علاوہ حسب و نسب کے نام سے چھ جلدوں میں ایک نادر روزگار کتاب تصنیف فرما کر محبوب خدا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہلِ بیت اطہار کی بارگاہ سے دونوں جہانوں میں اپنی سرخروئی کے سامان پیدا کر لیے ہیں۔ یہ کتاب تصنیف فرما کر قبلہ مفتی صاحب نے

بنات فاطمہ سلام اللہ علیہا کے تقدس اور ناموس کو تحفظ دینے کے لیے ایک آہنی حصار تعمیر کردی ہے۔

اب زیر نظر کتاب "تذکرہ امام حسین" تحریر فرماکر اپنے نام کو ان ہستیوں کی فہرست میں شامل کرلیا ہے جو ذکر حسین میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ امام حسین شہداء کے سردار ہیں۔ چنانچہ جن کے نانا سیّدالانبیاء ہوں، نانی خدیجۃ الکبریٰ ہوں، جن کے باپ سیدالاولیاء ہوں اور جن کی ماں سیّدۃ النساء ہوں تو پھر بیٹے سیّدالشہداء ہی ہوا کرتے ہیں۔ نبی کا نور علی کا خون اور فاطمہ کا دودھ مل جائیں تو حسن وحسین بنتے ہیں۔ اس حسین کے لیے خود رب العزت آیۃ تطہیر نازل فرماکر شان بیان فرماتا ہے۔ حضرت امام حسین کی رفعت شان اپنی بلندیوں پر ہوتی جب دوش مصطفیٰ پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ حسنین کریمین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، حضرت امام عالی مقام امام حسین مدینہ منورہ میں ۵ شعبان المعظم ہجرت کے چوتھے سال آیۃ تطہیر میں لپٹے ہوئے خاتون جنت کے گھر میں تشریف لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کان میں اذان وتکبیر کہی اور منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ انہی کی یہ شان تھی کہ بچپن میں کھیلتے کھیلتے مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا حضرت ابوبکر صدیق منبر پر تشریف فرما ہیں اور خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں تو بڑے معصومانہ انداز میں حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ آپ منبر پر کیوں بیٹھے ہیں یہ منبر تو میرے نانا پاک کا ہے آپ نیچے اتریں تو حضرت ابوبکر صدیق منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا کہ آپ نے سچ کہا ہے (بعض علماء نے اسی قسم کا واقعہ حضرت عمر فاروق کے بارے میں بھی ذکر کیا ہے) اور دیگر بعض ہستیوں نے بھی اپنے اپنے انداز میں ذکر حسین سے اپنے قلب وجگر کو تازگی بخشی ہے۔

(۱) چنانچہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:۔

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمْ

فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ

كَفَا كُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اِنَّكُمْ
مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلوٰةَ لَهٗ

اے اہل بیت رسول اللہ تم سے محبت کرنا اللہ نے قرآن پاک میں جس کو اتارا ہے فرض قرار دیا ہے۔ تمہاری عظمت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اسکی نماز ہی نہیں ہے۔

(۲) حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں۔

بصدق و صفا گشتہ بیچارہ جامی
غلام غلامان آل محمد

(۳) حضرت شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔

خدایا بحق بنی فاطمہ ——— کہ برقول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول! ——— من و دست و امان آلِ رسول

(۴) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کیف و مستی کے عالم میں فرماتے ہیں۔

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین!

(۵) مغربی تہذیب سے آگہی پانے والے مرد درویش علامہ محمد اقبال نے مختلف انداز اور مختلف پہلوؤں سے بارگاہ حسینیت میں اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں فرماتے ہیں۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لاالہ گردیدہ است!
غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اسکی حسین ابتداء ہیں اسماعیل

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنئے ذبح عظیم آمد پسر
رمز قرآں از حسین آموختیم
آتش او شعلہ ہا اندوختیم
تارما از خمہ اش لرزاں شود
تازہ از تکبیر او ایماں شود
تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن آباد کرد

(۶) کسی نے کہا:۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(۷) تو کوئی بول اٹھا:۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللہی ایک سجدہ شبیری!

(۸) امام اہل سنت حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں:۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

(۹) اسی طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے برادر اصغر حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں:۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

(۱۰) حضرت میاں محمد بخش صاحب عارف کھڑی کا ذکر ذاکرین حسین کی فہرست میں نہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں وہ فہرست ہی نامکمل ہوگی۔

میاں صاحب فرماتے ہیں۔

آل نبی اولاد علی دی صورت شکل اہناندی
نام لیا لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی
آل اولاد تیری دا منگتا ہیں کنگال زیانی
پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی !

اگرچہ قبلہ مفتی صاحب کو معلوم ہے کہ کچھ مذہبی تعصب رکھنے والے ہر اس شخص کو شیعہ ہونے کا فتویٰ دے دیتے ہیں جس نے چند جملے اہل بیت کی شان میں کہہ دیے حالانکہ امت مسلمہ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شریعت و طریقت کے خزانے ائمہ اہلِ بیتِ اطہار ہی نے لٹائے ہیں۔ ائمۂ مجتہدین نے علم وعرفان میں آگہی اہلِ بیت سے پائی ہے اور تمام سلاسل کے اولیاء اللہ ولایت و معرفت الہٰی میں اہلِ بیت سے فیض یاب ہوئے ہیں ایسے پرخطر اور پرخار دور میں قبلہ مفتی صاحب کا ذکر حسین میں مشغول ہونا جہادِ اکبر سے کم نہیں اور اس میدان میں رواں دواں ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ مفتی صاحب کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ تادیر ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور روزِ محشر حضور پاک کا قرب خاص نصیب فرمائے۔ میرے بھی چند اشعار بارگاہ حسینیت میں ملاحظہ ہوں۔

گر قبول افتد۔

فرمایا حسین منی پیارے رسول نے
لاریب ثابت ہوگئی قربت حسین کی
سجود کا یہ حکم تھا کہ سجدے کو طول دو
خالق کو بھی ملحوظ تھی عظمت حسین کی

بلبے یکے تنھے جس کے یلے سجدے نماز میں
تیغوں تلے ہے دیدنی عبادت حسین کی
ادنیٰ سا مدح خواں ہے صابر حسین کا
اس کو بھی ہو نصیب شفاعت حسین کی

راقم الحروف

(صاحبزادہ) سید صابر حسین شاہ گیلانی
ایم اے

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ بیتِ اطہار کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے یہ کوئی مسنون اور مستحب امر نہیں ہے بلکہ دین کا بہت بڑا فریضہ ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں کہ اہلِ بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے نہ کہ لوازم سنت ہے۔
(فتاویٰ عزیزیہ صہ ۲۲۵)

جب اہلِ بیتِ اطہار کی محبت ایمان اور دین کے فرائض میں سے ہے تو کوئی مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں محبت اہلِ بیت نہ ہو مگر اب صورت حال یہ ہے کہ جب اہلِ بیتِ اطہار کی محبت اور فضائل ومناقب کے متعلق کوئی حدیث یا روایت ذکر کی جاتی ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں اہلِ بیتِ اطہار کے بارے میں خلش اور اضطراب ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور روایت کتب صحاح ستہ میں نہیں ہے، یا کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صحیح حدیث صرف وہی ہوتی ہے جو کہ صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ میں ہے دیگر احادیث صحیح نہیں ہیں یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ صحاح ستہ کے علاوہ اور بھی کتب حدیث ہیں جن میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ چنانچہ محدثین نے احادیث کی ترتیب وتدوین کے لحاظ سے کتب حدیث کی متعدد قسمیں ذکر کی ہیں، ہم ان کی قسمیں اور جو کتب حدیث مرتب کی گئیں ان کے مصنفین کے اسماء گرامی قدرے وضاحت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

کتب حدیث کی قسمیں

کتب حدیث کی قسمیں درج ذیل ہیں :۔

① کتب احادیث صحیحہ

صحیح وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث صحیحہ وارد کرنے کا التزام کیا گیا ہے جیسے کہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی صحیح بخاری اور مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ کی صحیح مسلم، اور امام مالک بن انس بن مالک ابی عامر المتوفی ۱۷۹ھ کا مؤطا ہے۔ اور علامہ محمد بن جعفر کتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ۔ اپنی کتاب الرسالۃ المستطرفہ میں لکھتے ہیں مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، اور صحیح مسلم کے علاوہ اور بھی کتب حدیث ہیں جن کے مصنّفین نے یہ التزام کیا ہے کہ وہ اپنی ان کتابوں میں احادیث صحیحہ ہی ذکر کریں گے۔ ان مصنفین میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :۔

① ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ سلمی نیشاپوری شافعی المتوفی ۳۱۱ھ
② ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن معاذ البُستی شافعی المتوفی ۳۵۴ھ
③ علاؤالدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ الفارسی الحنفی المتوفی ۷۳۹ھ
④ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ الحاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ
⑤ حافظ ابی حامد احمد بن محمد بن حسن نیشاپوری المعروف ابن الشرقی المتوفی ۳۲۵ھ
⑥ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن سعدی المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ھ۔
⑦ ابومحمد عبداللہ بن علی الجارود نیشاپوری المتوفی ۳۰۶ھ
⑧ ابومحمد قاسم بن اصبغ بن محمد بن یوسف القرطبی المالکی المتوفی ۳۴۰ھ
⑨ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی دارقطنی بغدادی شافعی المتوفی ۳۸۵ھ
⑩ حافظ ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید (ابن السکن) البغدادی نزیل مصر المتوفی ۳۵۳ھ

ان محدثین کی مدوّن کتب حدیث میں احادیث صحیحہ موجود ہیں ان کے علاوہ دیگر کتب

حدیث بھی ہیں جن کے مصنفین نے اگرچہ صحت کا التزام نہیں کیا مگران کی کتابوں میں بھی صحیح احادیث موجود ہیں کیونکہ کتب احادیث صحیحہ کے مصنفین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم نے تمام احادیث صحیحہ کو جمع کرلیا ہے باقی ضعیف ہیں بلکہ انہوں نے صرف یہ التزام کیا ہے کہ ہم اپنی کتابوں میں جتنی احادیث ذکر کریں گے وہ صحیح ہوں گی۔ انہوں نے باقی احادیث کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ ضعیف ہیں بلکہ کہا وہ بھی صحیح ہیں۔

امام بخاری کا قول کہ جو میں نے صحیح احادیث چھوڑی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں

چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ ، جو کہ حکومت عباسیہ کے دور میں ہوئے ہیں جب انہوں نے صحیح بخاری کو مرتب کرلیا تو کہا۔ ما وضعت فیہ الا الصحیح وما ترکت من الصحاح اکثر کہ میں نے صحیح بخاری میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ صحیح ہیں اور جو میں نے صحیح احادیث چھوڑی ہیں وہ تو ان سے بہت زیادہ ہیں۔

عبدالحلیم جندی نے کہا کہ حضرت علی اور اہل بیت اطہار کی شان میں جو احادیث وارد تھیں ان کو بخاری نے چھوڑا ہے

علامہ عبدالحلیم جندی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں نے جو احادیث صحیحہ چھوڑی ہیں یہ وہی احادیث ہیں جو حضرت علی اور اہل بیت اطہار کی شان میں وارد ہیں۔ امام بخاری حکومت عباسیہ کے تسلط وتشدد کی وجہ سے ان کو اپنی صحیح بخاری میں نہیں لاسکے۔ (الامام جعفر الصادق صہ۲۳۴ ، جندی) جب امام بخاری نے تصریح کر دی ہے کہ میں نے جو احادیث چھوڑی ہیں وہ احادیث صحیحہ ہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ اسی طرح ان محدثین نے جنہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں احادیث صحیحہ کے وارد کرنے کا التزام کیا ہے ان میں سے کسی

نے بھی نہیں کہا ہے کہ ہم نے تمام احادیث صحیحہ کو جمع کر لیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ جو چھوڑی ہیں وہ ضعیف ہیں بلکہ جن کو چھوڑا ہے وہ بھی صحیح ہیں چونکہ صحیح احادیث موجود تھیں اسی لیے باقی محدثین نے ان موجودہ احادیث صحیحہ کو اپنی اپنی کتابوں میں جمع کیا اور کتب احادیث صحیحہ کے ذکر کے بعد اب باقی کتب احادیث کے اقسام کو پڑھ لیجیے اور ان اقسام میں بھی احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

جامع حدیث کی تعریف

۲ کتب احادیث جوامع۔

اور جامع حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں آٹھ اقسام کی احادیث بیان کی گئی ہیں اور ان کی ترتیب فقہی ابواب کی طرح رکھی گئی ہے وہ آٹھ قسمیں یہ ہیں۔

۱۔ عقائد
۲۔ رقاق
۳۔ احکام
۴۔ اکل و شرب
۵۔ سفر، قیام و قعود
۶۔ تفسیر تاریخ، سیر
۷۔ فتن
۸۔ مناقب

اور کتب جوامع میں سے مثلاً جامع ترمذی ہے۔ جامع ترمذی کو ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے مرتب اور جمع کیا ہے۔

جامع ترمذی کی ترتیب نہایت عمدہ ہے

ابوعیسیٰ ترمذی نے علم حدیث کے حصول کے لیے بصرہ، کوفہ، واسط، خراسان اور حجاز وغیرہ کا سفر کیا، جامع ترمذی کی ترتیب نہایت عمدہ اور اعلیٰ ہے۔ اس میں تکرار نہیں ہے، اس میں فقہاء کے مسلک کے ساتھ ان کے استدلال کا بھی ذکر ہے۔ نیز راویوں کے نام ان کے القاب وکنیت وغیرہ ذکر ہیں اور جن امور کا تعلق علم رجال سے ہے ان کا بھی بیان ہے اس میں حدیث کی قسمیں مثلاً صحیح، حسن، غریب، اور ضعیف وغیرہ کا بھی بیان ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ جب

میں اپنی جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے یہ کتاب علماء حجاز و علماء عراق اور علماء خراسان کے سامنے پیش کی تو تمام نے اسکی مدح و تعریف کی ہے۔ امام ترمذی نے حدیث کی جو قسمیں مثلاً صحیح حسن، ضعیف اور غریب وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں صحیح، حسن اور ضعیف کا تعلق سند سے ہے اور حدیث غریب کا تعلق راوی سے ہے۔

چنانچہ تفصیل یہ ہے کہ سند کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں اول صحیح، اور صحیح حدیث وہ ہے جس کے تمام راوی عادل، ضابط ہوں اور حدیث متصل السند ہو اس میں کسی قسم کا شذوذ اور علت قادحہ نہ ہو۔

صحیح حدیث کی تعریف

صحیح حدیث میں جو شرائط مذکور ہوئی ہیں ان کی وضاحت اس طرح ہے کہ عدالت سے مراد ایسا ملکہ اور کیفیت ہے جس کے ذریعے انسان کبائر کے ارتکاب سے اور صغائر پر اصرار سے اجتناب کرتا ہے اور راوی کے ضابط ہونے سے مراد ضبط کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔ چنانچہ ضبط کی دو قسمیں ہیں ایک ضبط صدر اور دوسرا ضبط کتاب۔ ضبط صدر سے مراد یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے وہ سب اس کو اچھی طرح یاد ہو اور جب چاہے اسے بیان کر سکے اور ضبط کتاب سے مراد یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے وہ فوراً اسے تحریر کرلے تاکہ اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی اور خلل واقع نہ ہو اور متصل السند سے مراد یہ ہے کہ سند راوی سے لے کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو اور سلسلہ روایت میں کہیں خلل واقع نہ ہو اور حدیث میں شذوذ نہ ہو اور شاذ کا محدثین کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث دوسرے راویوں کی روایت کردہ حدیث سے نہ ٹکرائے اور حدیث میں علت قادحہ نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں کوئی امر نہ پایا جائے جو حدیث کی صحت میں قدح اور خرابی پیدا کرے جب حدیث میں مذکورہ شرائط پائی جائیں گی تو حدیث صحیح ہو گی۔ دوم حسن، اور حسن وہ حدیث ہے جس کے تمام یا بعض راوی حدیث صحیح جیسے نہ ہوں بلکہ ان میں کچھ کمی ہو لیکن یہ کمی ایسی نہ ہو کہ حدیث میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا کرے۔ سوم ضعیف۔ اور حدیث ضعیف وہ ہے جس

کے تمام یا بعض راوی ان صفات سے متصف نہ ہوں جو احادیث صحیح و حسن کے راویوں میں پائی جاتی ہوں۔

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں۔
اوّل متواتر۔
دوم خبر واحد
متواتر وہ حدیث ہے جس کو ہر زمانہ میں اتنی کثیر جماعت نے روایت کیا ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہوجانا عادۃً محال ہو۔
اور خبر واحد وہ حدیث ہے جس حدیث میں متواتر کی شرائط نہ پائی جائیں۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔
اوّل مشہور اور مشہور حدیث وہ ہے جو ہر مرحلہ پر دو سے زیادہ طریق پر مروی ہو۔
دوم عزیز اور عزیز وہ حدیث ہے جو دو سے کم طریق پر مروی نہ ہو۔
سوم غریب اور غریب وہ حدیث ہے جس کے راویوں کا سلسلہ میں کسی ایک مقام پر صرف ایک راوی ہو۔
اور حدیث ضعیف کے باقی اقسام ہماری کتاب "حسب و نسب" میں ملاحظہ کریں۔

کتب احادیث سنن

اور سنن حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن کی ترتیب و تدوین تو فقہی ابواب پر ہے مگر ان میں احادیث کی مذکورہ آٹھ قسموں میں سے بعض موجود ہوں جیسے سنن ابن ماجہ۔ اور سنن ابن ماجہ کو ابوعبداللہ محمد بن یزید المعروف ابن ماجہ نے جمع اور مرتب کیا ہے۔ ابن ماجہ اس کے باپ کا لقب ہے۔ ابن ماجہ کی ھا وصل اور وقف دونوں حالتوں میں ساکن ہے کیونکہ یہ اسم عجمی ہے۔ ابن ماجہ نے علم حدیث کے حصول کے لیے بصرہ، کوفہ، بغداد، اور دمشق کا سفر کیا۔ نامی گرامی اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ابن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ نے اپنی سنن میں ایسی احادیث ذکر کی ہیں جو دوسری کتب

صحاح میں نہیں ملتیں۔

کتب سنن میں ابن ماجہ بہت مفید ہے

حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ کی کتاب سنن میں بہت مفید ہے اور فقہی نکتہ نظر سے قابلِ تعریف ہے اور ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ کی سنن بڑی جامع اور جیّد کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت احادیث کو بلاتکرار بیان کرنے اور حُسن ترتیب اور اختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔ سنن ابن ماجہ میں چار ہزار احادیث ہیں۔ اور سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔

علامہ محمد بن جعفر کتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ لکھتے ہیں واول من اضافہ، الی الخمسۃ مکملاً بہ السنۃ۔

محمد بن طاہر مقدسی نے ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل کیا

سنن ابن ماجہ کو تمام سے پہلے ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی نے پانچ کتب کے ساتھ شامل کر کے صحاح ستہ کو مکمل کیا ہے (الرسالۃ المستطرفہ ص۱۲) متعدد محدثین نے کتب سنن کے موضوع پر کتابیں تصنیف کیں ان محدثین میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) سلیمان بن اشعث سجستانی ابوداؤد المتوفی ۲۷۵ھ
(۲) احمد بن شعیب بن علی نسائی المتوفی ۳۰۳ھ
(۳) ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل دارمی المتوفی ۲۵۵ھ
(۴) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ

سنن بیہقی پر شیخ علاؤالدین قاضی القضاۃ عزالدین علی بن فخرالدین عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان الماردینی الحنفی المتوفی ۷۵۰ھ نے حاشیہ لکھا ہے جس کا نام الجوہر النقی

فی الرد علی البیہقی ہے اور اس کا خلاصہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ نے لکھا ہے جس کا نام ترصیع الجوہر النقی ہے۔

(۵) ابوعثمان سعید بن منصور بن شعبہ مروزی المتوفی ۲۲۷ھ
(۶) ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم بن ماعز البصری الکشی المتوفی ۲۹۲ھ
(۷) ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ
(۸) ابوجعفر محمد بن صباح بزاز دولابی بغدادی المتوفی ۲۲۷ھ
(۹) ابوقرہ موسیٰ بن طارق یمانی زبیدی المتوفی ۲۰۳ھ
(۱۰) ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی الطائی اثرم المتوفی ۲۷۳ھ
(۱۱) ابوعلی الحسن بن علی بن محمد الخلال المتوفی ۲۴۲ھ
(۱۲) ابوعمرو سہل بن ابی سہل زنجلہ (بروزن حنظلہ) المتوفی ۲۴۰ھ
(۱۳) ابوالحسن احمد بن عبید بن اسماعیل البصری المتوفی ۳۴۱ھ
(۱۴) ابوبکر محمد بن یحییٰ ہمدانی الشافعی المتوفی ۳۴۷ھ
(۱۵) ابوبکر احمد بن علی بن احمد بن محمد الفرج (بن لال) فارسی زبان میں اس کا معنیٰ اخرس ہے الہمدانی الشافعی المتوفی ۳۹۸ھ
(۱۶) ابوبکر احمد بن سلیمان بن حسن بن اسرائیل النجاد البغدادی الحنبلی المتوفی ۳۴۸ھ
(۱۷) ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل القاضی ازدی البصری المالکی المتوفی ۲۸۲ھ
(۱۸) ابومحمد یوسف بن یعقوب بن حماد بن زید بن درہم القاضی البصری ثم البغدادی المتوفی ۲۹۷ھ
(۱۹) ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی الشافعی المعروف لالکائی المتوفی ۴۱۸ھ

کتب احادیث مسانید

اور مسند حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث کو حروف تہجی کے مطابق صحابہ کرام

کے اسماء کے تحت جمع کیا گیا ہو خواہ ایک صحابی کی احادیث کو جمع کیا گیا ہو جیسے کہ مسند حضرت علی شیر خدا یا صحابہ کی ایک جماعت کی احادیث کو جیسے کہ مسند عشرہ مبشرہ اور مسند کتابیں بے شمار ہیں زیادہ مشہور امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی بغدادی المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کی ہے، مسند احمد بن حنبل میں تیس ہزار احادیث ہیں، مسند امام ابو حنیفہ، یہ مسند امام نعمان بن ثابت ابو حنیفہ المتوفی سنہ ۱۵۰ھ کی ہے۔

مسند احادیث پر لکھنے والے محدثین کے اسماء گرامی

متعدد محدثین نے مسند کے موضوع پر کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان محدثین میں سے اکثر کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی المتوفی سنہ ۲۰۳ھ
(۲) ابو اسحاق ابراہیم بن نصر المتوفی سنہ ۲۱۰ھ
(۳) اسد بن موسیٰ بن ابراہیم المعروف اسد السنۃ المتوفی سنہ ۲۱۲ھ
(۴) ابو محمد عبیداللہ بن موسیٰ باذام العبسی الکوفی سنہ ۲۱۳ھ
(۵) یحییٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی الکوفی المتوفی سنہ ۲۲۸ھ
(۶) ابو الحسن مسدد بن مسرھد بن مسربل بن مستورد الاسدی البصری المتوفی سنہ ۲۲۸ھ
(۷) ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان الجعفی المعروف السندی المتوفی سنہ ۲۲۹ھ (السندی کے نون پر زبر ہے کیونکہ اس نے اپنا نصب العین سند احادیث کا بیان کرنا کیا ہوا تھا۔
(۸) ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی الکوفی المتوفی سنہ ۲۹۷ھ
(۹) ابو اسحاق ابراہیم بن سعید الجوہری الطبری بغدادی المتوفی سنہ ۲۴۹ھ
(۱۰) ابو یعقوب اسحاق بن بہلول تنوخی الانباری المتوفی سنہ ۲۵۲ھ
(۱۱) ابو الحسن محمد بن اسلم بن سالم بن یزید الکندی الطوسی المتوفی سنہ ۲۴۲ھ
(۱۲) ابو زرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فرّخ قرشی الرازی المتوفی سنہ ۲۶۴ھ

(۱۴) ابو یاسر عمار بن رجاء تغلبی استر آبادی المتوفی ۲۶۷ھ
(۱۵) ابو بکر احمد بن منصور بن سیار بغدادی الرمادی المتوفی ۲۶۵ھ
(۱۶) ابو سعید عثمان بن سعید بن خالد السجستانی الدارمی المتوفی ۲۸۰ھ
(۱۷) ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن المرزبان بن سابور البغوی المتوفی ۲۸۰ھ
(۱۸) ابو عبدالرحمٰن تمیم بن محمد بن معاویہ الطوسی المتوفی ۲۹۰ھ
(۱۹) ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر المعروف راھویہ تمیمی حنظلی المروزی نیشاپوری المتوفی ۲۳۸ھ۔

فائدہ :۔ مروزی مرو کی طرف منسوب ہے۔ مرو شہر کا نام ہے نسبت کے وقت زا کو زیادہ کیا گیا ہے تاکہ اس کے درمیان اور مروی کے درمیان فرق ہو جائے۔ مروی کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابن راہویہ سے پوچھا گیا آپ کو ابن راہویہ کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے کہا میرا باپ راستہ میں پیدا ہوا تھا مراوزہ نے ان کو راھویہ کہنا شروع کر دیا۔ (الرسالۃ المستطرفہ صہ ۵۶)

(۲۰) ابو جعفر احمد بن منیع بن عبدالرحمٰن بغوی نزیل بغداد المتوفی ۲۴۴ھ
(۲۱) ابو محمد حارث بن محمد بن ابی اسامہ داھر تمیمی بغدادی المتوفی ۲۸۲ھ
(۲۲) ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی الاصل الکوفی ۲۳۹ھ
(۲۳) ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی الدار وردی نزیل مکہ المتوفی ۲۴۳ھ
(۲۴) ابو محمد عبد الکسی (بکسر الاول وتشدید السین المھملہ) المتوفی ۲۴۹ھ
(۲۵) ابو بکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ الحمیدی القرشی الاسدی المکی المتوفی ۲۱۹ھ
یہ حمیدی امام بخاری کے استاد ہیں اور جامع بین الصحیحین حمیدی اور ہیں۔
(۲۶) ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی الفریابی المتوفی ۲۱۲ھ
(۲۷) ابو جعفر احمد بن سنان بن اسد بن حبان القطان الواسطی المتوفی ۲۵۸ھ
(۲۸) ابو علی الحسین بن داؤد المصیصی (بکسر المیم وشد الصاد الاولیٰ) المتوفی ۲۲۶ھ
(۲۹) ابو بکر احمد بن عمرو عبدالخالق البزاز البصری المتوفی ۲۹۲ھ

(۳۰) ابوعمرو احمد بن حازم بن ابی عزرہ غفاری الکوفی المتوفی ۲۷۶ھ
(۳۱) ابوجعفر احمد بن مہدی بن رستم الاصبہانی المتوفی ۲۷۲ھ
(۳۲) ابویعقوب بن اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج نیشاپوری المتوفی ۲۵۱ھ
(۳۳) ابوامیہ محمد بن ابراہیم بن مسلم بغدادی طرسوسی (بفتح الطاء والراء) المتوفی ۲۷۳ھ
(۳۴) ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی العبدی المتوفی ۲۵۲ھ
(۳۵) ابوعبداللہ محمد بن الحسین الکوفی المتوفی ۲۷۷ھ
(۳۶) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سنجر الجرجانی نزیل مصر المتوفی ۲۵۸ھ
(۳۷) ابویوسف یعقوب بن شیبہ بن الصلت عصفور السدوسی نزیل بغداد المالکی المتوفی ۲۶۲ھ
(۳۸) ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل الطوسی العنبری المتوفی ۲۸۰ھ
(۳۹) ابوعلی الحسین بن محمد بن زیاد العبدی القبانی (بفتح القاف وتشدید الباء الموحدہ) نیشاپوری المتوفی ۲۸۹ھ
(۴۰) ابوبکر احمد بن علی بن سعید المروزی المتوفی ۲۹۲ھ
(۴۱) ابوعبداللہ بن ھشام بن شبیب بن ابی خیرہ (بکسر الخاء وفتح الیا) السدوسی المصری المتوفی ۲۵۱ھ
(۴۲) ابواسحاق ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی القاضی المتوفی ۲۹۵ھ
(۴۳) ابویحییٰ عبدالرحمٰن بن محمد الرازی المتوفی ۲۹۱ھ
(۴۴) ابواسحاق ابراہیم بن یوسف الرازی المتوفی ۳۰۱ھ
(۴۵) ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ناجیہ بغدادی المتوفی ۳۰۱ھ
(۴۶) ابوالعباس الحسن بن سفیان بن عامر بن عبدالعزیز بن نعمان بن عطاء شیبانی النسائی البالوزی المتوفی ۳۰۳ھ
(۴۷) ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم نصر نیشاپوری المعروف بشتی المتوفی ۳۰۳ھ (بشت کی طرف منسوب ہے۔ بُشت، نیشاپور کے نواح میں ایک گاؤں ہے۔

(۴۸) ابویعلی احمد بن علی المثنی تمیمی الموصلی المتوفی ۳۰۷ھ
(۴۹) ابوالعباس الولید بن ابان بن توبہ الاصبہانی المتوفی ۳۱۰ھ
(۵۰) ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی المتوفی ۳۰۷ھ
(۵۱) ابوسعد عبدالرحمٰن بن الحسن الاصبہانی نیشاپوری المتوفی ۳۰۷ھ
(۵۲) ابوعبداللہ محمد بن عقیل بن ازہر بن عقیل بلخی المتوفی ۳۱۶ھ
(۵۳) ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد بن مہران التمیمی الحنظلی المتوفی ۳۲۷ھ
(۵۴) ابوسعید الہیثم بن کلیب بن شریح بن معقل شاشی المتوفی ۳۳۵ھ
(۵۵) ابوالحسن علی بن حُمشاد العدل نیشاپوری المتوفی ۳۳۸ھ
(۵۶) ابوالحسین احمد بن عبید بن اسماعیل الصفار البصری المتوفی ۳۴۰ھ
(۵۷) ابومحمد دعلج (بوزن جعفر) بن احمد بن دعلج بغدادی المتوفی ۳۵۱ھ
(۵۸) ابوعلی الحسنین بن محمد بن احمد بن محمد بن الحسنین ابن عیسیٰ بن ماسرجس نیشاپوری
(۵۹) ابواسحاق ابراہیم بن نصر الرازی المتوفی ۳۸۵ھ
(۶۰) ابوالحسنین محمد بن احمد بن محمد جمیع (کزبیر) غسّانی المتوفی ۴۰۲ھ
(۶۱) ابوعبدالرحمٰن بقی (بروزن علی) بن مخلد اندلسی قرطبی المتوفی ۲۷۶ھ
(۶۲) ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مھران السرّاج (راء پر شد ہے) ثقفی نیشاپوری المتوفی ۳۱۳ھ
(۶۳) ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی ھمدانی المتوفی ۵۵۸ھ
(۶۴) ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی ھمدانی المتوفی ۵۰۹ھ
(۶۵) شہاب الدین ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی القضاعی المتوفی ۴۵۴ھ
(۶۶) ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی ابن شاھین المتوفی ۳۸۵ھ

معجم حدیث کی تعریف

معجم حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث کو حروف تہجی کے مطابق شیوخ کے اسماء کے تحت جمع کیا گیا ہو یا شہر وغیرہ کے اسماء کے تحت جمع کیا گیا ہو۔

معجم حدیث پر لکھنے والے محدثین کے اسماء گرامی

معجم حدیث کے موضوع پر لکھنے والے محدثین میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی المتوفی سنہ ۳۶۰ھ
(۲) احمد بن علی بن لال الھمدانی الشافعی المتوفی سنہ ۳۹۸ھ
(۳) ابوالقاسم ابن عساکر دمشقی المتوفی سنہ ۵۷۱ھ
(۴) ابوالعباس محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد الدغول المتوفی سنہ ۳۲۵ھ
(۵) ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم ابن اعرابی المتوفی سنہ ۳۴۰ھ
(۶) ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ سہمی قرشی جرجانی المتوفی سنہ ۴۲۷ھ
(۷) ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۵ھ
(۸) ابوطاہر احمد بن محمد سلفی المتوفی سنہ ۵۷۶ھ
(۹) ابوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ اشبیلی اموی المتوفی سنہ ۵۷۵ھ
(۱۰) ابومظفر عبدالکریم بن منصور السمعانی المتوفی سنہ ۶۱۵ھ
(۱۱) شرف الدین ابومحمد عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی الشافعی المتوفی سنہ ۷۰۵ھ
(۱۲) ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن احمد بن عبدالواحد تنوخی المتوفی سنہ ۸۰۰ھ
(۱۳) تقی الدین سبکی المتوفی سنہ ۷۵۶ھ

کتب احادیث مستدرک

مستدرک حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں ایسی احادیث کو جمع کیا گیا ہو جو کسی کتاب کے شرائط پر پوری اترتی ہوں لیکن کسی وجہ سے ان میں درج نہ ہو سکی ہوں جیسے محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ اپنی کتاب مستدرک میں وہ احادیث لائے ہیں جو امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ اور مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ کی شرائط کے تو مطابق ہیں لیکن بخاری اور مسلم نے ان احادیث کی تخریج نہیں کی حاکم کے علاوہ حافظ ابوذر عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن عفیر الھروی المتوفی ۴۳۴ھ کی کتاب مستدرک ہے۔ دیگر محدثین نے بھی مستدرک کے عنوان پر کتابیں لکھی ہیں۔

کتب احادیث مستخرج

مستخرج وہ کتابیں ہیں جن میں ایسی احادیث جمع ہوں جو دوسری بیان شدہ احادیث کا اثبات کرتی ہوں۔

کتب احادیث مستخرج پر لکھنے والے محدثین کے اسماء گرامی

مستخرج کے موضوع پر متعدد محدثین نے کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

① حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل اسماعیلی جرجانی المتوفی ۳۷۱ھ
② حافظ ابو احمد محمد بن ابی حامد احمد بن حسین بن قاسم بن غطریف بن جهم المتوفی ۳۷۷ھ
③ حافظ ابو عبداللہ محمد بن عباس بن احمد بن محمد بن علیم ابن بلال بن عصم الھروی المتوفی ۳۷۸ھ
④ حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصبہانی المتوفی ۴۱۶ھ، یہ ابن مردویہ کبیر ہے اور صغیر ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اصبہانی المتوفی ۴۹۸ھ ہے۔

(۵) حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید اسفرائنی الشافعی المتوفی ۳۱۱ھ
(۶) حافظ ابومحمد قاسم بن اصبغ بیانی قرطبی المتوفی ۳۴۰ھ
(۷) حافظ ابوجعفر احمد بن حمدان بن علی بن عبداللہ بن سنان الحیری نیشاپوری المتوفی ۳۱۱ھ
(۸) حافظ ابوبکر محمد بن محمد رجا اسفرائنی نیشاپوری المتوفی ۲۸۶ھ
(۹) ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن زکریا شیبانی جوزقی نیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ
(۱۰) حافظ ابوحامد احمد بن محمد بن شارک الھروی الشارکی الشافعی المتوفی ۳۵۵ھ
(۱۱) حافظ ابوالولید حسان بن محمد بن احمد بن ہارون القرشی الاموی قزدینی شافعی نیشاپوری المتوفی ۳۴۴ھ
(۱۲) حافظ ابوعمران موسیٰ بن عباس بن محمد جوینی المتوفی ۳۲۳ھ
(۱۳) حافظ ابوالنصر محمد بن محمد بن یوسف الطوسی الشافعی المتوفی ۳۴۴ھ
(۱۴) حافظ ابوسعید احمد بن ابوبکر محمد بن حافظ کبیر ابوعثمان سعید بن اسماعیل الحیری نیشاپوری المتوفی ۳۵۳ھ
(۱۵) حافظ ابوالفضل احمد بن سلمہ البزار نیشاپوری المتوفی ۲۸۶ھ
(۱۶) حافظ ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم طوسی بلاذری الواعظ المتوفی ۳۰۹ھ
(۱۷) حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ
(۱۸) حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی ابن اخرم نیشاپوری المتوفی ۳۴۴ھ
(۱۹) حافظ ابوذر عبد ابن احمد بن محمد بن عبداللہ بن عفیر انصاری الھروی المتوفی ۴۳۴ھ
(۲۰) حافظ ابومحمد الحسن بن ابی طالب محمد بن حسن بن علی البغدادی المعروف خلال المتوفی ۴۳۹ھ
(۲۱) حافظ ابوعلی حسن بن محمد بن احمد بن محمد بن حسن بن عیسیٰ بن ماسرجس (الماسرجسی) المتوفی ۳۶۵ھ
(۲۲) حافظ ابوبکر احمد بن عبدان بن محمد بن فرج شیرازی المتوفی ۳۸۸ھ
(۲۳) حافظ ابوبکر احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم منجویہ اصبہانی الیزدی نزیل نیشاپوری المتوفی ۴۲۸ھ

(۲۴) حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب الخوارزمی البرقانی الشافعی المتوفی ۴۲۵ھ
(۲۵) ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک بن ایمن بن فرج قرطبی المتوفی ۳۳۰ھ
(۲۶) حافظ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ العبدی الاصفہانی المتوفی ۴۷۰ھ

کتب احادیث مصنّف

مصنف حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کی جائیں سنن اور سنن کے متعلقات پر مشتمل ہوں مصنف کے عنوان پر لکھنے والے چند محدثین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) وکیع بن جراح بن ملیح کوفی المتوفی ۱۹۶ھ
(۲) ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ
(۳) ابوالربیع سلیمان بن داؤد العتکی الزھرانی البصری نزیل بغداد المتوفی ۲۳۴ھ
(۴) ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی الکوفی العبسی المتوفی ۲۳۵ھ
(۵) حماد بن سلمہ بن دینار البصری البزاز المتوفی ۱۶۷ھ
(۶) بقی بن مخلد بن یزید القرطبی المتوفی ۲۷۶ھ

کتب احادیث اجزاء (اجزاء حدیثیہ)

اجزاء جزء کی جمع ہے۔ محدثین کے نزدیک جزء حدیث یہ ہے کہ ایک آدمی سے خواہ وہ صحابی ہو یا اس کے بعد کا ہو اس سے مروی احادیث کا جمع کرنا، جزء کے عنوان پر متعدد محدثین نے کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے چند مشہور کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

کتب اجزاء حدیثیہ پر لکھنے والے محدثین کے اسماء گرامی

(۱) ابو عاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم شیبانی بصری المعروف نبیل المتوفی سنہ ۲۱۲ھ
(۲) ابو علی الحسن بن عرفہ بن یزید عبدی بغدادی المعمر المتوفی سنہ ۲۵۷ھ
(۳) ابو مسعود احمد بن فرات بن خالد الضبی الرازی نزیل اصبہان المتوفی سنہ ۲۵۸ھ
(۴) ابو العباس محمد بن جعفر بن محمد بن ہشام بن قیسم ابن ملاس النمیری دمشقی المتوفی سنہ ۳۲۸ھ
(۵) ابو عبداللہ محمد عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری البصری القاضی شیخ البخاری المتوفی سنہ ۲۱۵ھ
(۶) ابو الحسن بن احمد بن عبدالعزیز بن احمد بن ترتال التمیمی بغدادی المتوفی سنہ ۴۰۸ھ
(۷) ابو عمرو اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد السلمی نیشاپوری المتوفی سنہ ۳۳۵ھ
(۸) استاذ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد بن محمد بن علی القطان الطبری المقری الشافعی المتوفی سنہ ۴۷۸ھ
(۹) ابو علی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن صالح الصفار المتوفی سنہ ۳۴۱ھ
(۱۰) رشید الدین ابو الحسن یحییٰ بن علی بن مفرج قریشی اموی نابلسی ثم المصری العطار المالکی المتوفی سنہ ۶۶۲ھ
(۱۱) ابو الحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران (ب پر زبر ہے) السکری بغدادی المتوفی سنہ ۴۱۵ھ
(۱۲) ابو طاہر الحسن بن احمد بن ابراہیم الاسدی البالسی المعروف بابن فیل (بالفاء) المتوفی سنہ
(۱۳) لُوَیْن محمد بن سلیمان بن حبیب المصیصی المتوفی سنہ ۲۴۷ھ
(۱۴) ابو بکر احمد بن عبداللہ بن علی بن سوید بن منجوف السدوسی المعروف بالمنجوفی المتوفی سنہ ۲۵۲ھ امام بخاری کے استاد ہیں۔
(۱۵) ابو العباس احمد بن محمد بن مسروق الطوسی ثم البغدادی المتوفی سنہ ۲۹۸ھ
(۱۶) ابو طاہر محمد بن عبدالرحمٰن بن عباس المخلص البغدادی المتوفی سنہ ۳۹۳ھ
(۱۷) ابو عبداللہ محمد بن مخلد بن حفص دوری العطار المتوفی سنہ ۳۳۱ھ

(۱۸) ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی بن عباس الکنانی المصری المتوفی ۳۵۷ھ
(۱۹) ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل القاضی ازدی بصری ثم بغدادی المالکی المتوفی ۲۸۲ھ
(۲۰) ابوسعید محمد بن علی بن عمرو بن مہدی النقاش الاصبہانی المتوفی ۴۱۴ھ
(۲۱) ابوبکر احمد بن ابراہیم بن حسین بن شاذان البغدادی البزاز المتوفی ۳۸۳ھ
(۲۲) ابویعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن خلیل قزوینی المتوفی ۴۴۶ھ
(۲۳) ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ المتوفی ۳۹۵ھ
(۲۴) ابوبکر محمد بن الحسن بن محمد بن زیاد بن ہارون النقاش موصلی بغدادی المتوفی ۳۵۱ھ
(۲۵) ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی کبیر البغدادی المتوفی ۳۱۷ھ
(۲۶) ابوعبداللہ القاسم بن فضل بن احمد ثقفی الاصبہانی المتوفی ۴۸۹ھ
(۲۷) ابوالعاصم اصم المتوفی ۳۴۶ھ

ان کے علاوہ اور محدثین بھی ہیں جنہوں نے اجزاء حدیثیہ کے عنوان پر کتابیں لکھی ہیں۔ طوالت کی وجہ سے ان کے اسماء گرامی ذکر نہیں کیے جاتے۔

کتب احادیث مفردہ

حدیث کی کتب مفردہ سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں خاص خاص ابواب اور عنوانات کے بارے میں احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً ایمان، اخلاص، توحید، اثبات صفات باری تعالےٰ وغیرہا کتب مفردہ کے عنوان پر لکھنے والے چند محدثین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

کتب احادیث مفردہ پر لکھنے والے محدثین کے اسماء گرامی

(۱) ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس المعروف (بابن ابی الدنیا) اموی بغدادی المتوفی ۲۸۱ھ
(۲) ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی محمد بن علی بن الجوزی قرشی تیمی بکری صدیقی بغدادی الحنبلی المتوفی ۵۹۷ھ

(۳) ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ
(۴) ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن یزید بن کثیر الزھری رستہ اصبہانی المتوفی ۲۴۶ھ
(۵) ابوبکر بن خزیمہ المتوفی ۳۱۱ھ
(۶) ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الھروی شیخ الاسلام المتوفی ۴۸۱ھ
(۷) ابوعبید القاسم بن سلام بغدادی شافعی المتوفی ۲۲۳ھ
(۸) ابوعبداللہ بن ابی داؤد سجستانی المتوفی ۳۱۶ھ
(۹) مسلم بن حجاج قشیری المتوفی ۲۶۱ھ، صاحب صحیح مسلم
(۱۰) ابونعیم اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ
(۱۱) ابوالخیر احمد بن اسماعیل طالقانی المتوفی ــــھ
(۱۲) ابونعیم فضل بن دکین کوفی تمیمی المتوفی ۲۱۹ھ
(۱۳) ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی شافعی المتوفی ۲۹۴ھ
(۱۴) ابوالشیخ ابن عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصفہانی المتوفی ۳۶۹ھ
(۱۵) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ (قرأۃ خلف الامام)
(۱۶) ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النحوی القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ
(۱۷) ابوبکر احمد بن حسین بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ
(۱۸) ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن معاذ تمیمی بُستی المتوفی ۳۵۴ھ
(۱۹) ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ اصفہانی المتوفی ۴۷۰ھ
(۲۰) ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بن بشر الحربی بغدادی الشافعی المتوفی ۲۸۵ھ
(۲۱) ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن الفریابی المتوفی ۳۰۱ھ
(۲۲) ابواحمد حمید بن مخلد بن قتیبہ بن عبداللہ نسائی ازدی المعروف بابن زنجویہ المتوفی ۲۴۸ھ
(۲۳) بہاؤالدین ابومحمد قاسم بن علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ عبداللہ بن حسین المعروف بابن عساکر المتوفی ۶۰۰ھ۔ یہ ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق کا بیٹا ہے۔

(۲۴) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک بن واضح المروزی الحنظلی المتوفی ۱۸۲ھ
(۲۵) ابوسعید محمد بن علی بن عمرو بن دھدی النقاش اصبہانی خلیلی المتوفی ۴۱۴ھ
(۲۶) ابوعبداللہ نعیم بن حماد بن معاویہ بن حارث الخزاعی المروزی نزیل مصر المتوفی ۲۲۸ھ
(۲۷) ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۰۰ھ
(۲۸) ان محدثین کے علاوہ اور محدثین بھی ہیں جنہوں نے کتب مفردہ کے عنوان پر کتابیں جمع کی ہیں بوجہ طوالت ان کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔

کتب احادیث مراسیل

مراسیل وہ کتب ہیں جن میں مرسل احادیث جمع کی گئی ہیں اور مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں انتہائے سند میں راوی ساقط ہو یعنی صحابی ساقط ہو تابعی تک تو سند متصل رہتی ہے تابعی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مرسل احادیث پر متعدد محدثین نے کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ
(۲) ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن منذر ابن داؤد بن مہران تمیمی حنظلی المتوفی ۳۲۷ھ
(۳) صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی العلائی المتوفی ۷۶۱ھ

حدیث کی کتابوں کی جتنی قسمیں ذکر کی گئی ہیں ان میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ ان کتب احادیث کے جمع کرنے والے محدثین کے اسماء گرامی اس لیے تحریر کیے گئے ہیں کہ قارئین حضرات یہ معلوم کرلیں کہ یہ نامی گرامی محدثین ہیں انہوں نے جو احادیث جمع کی ہیں وہ صحیح ہیں انہوں نے احادیث ضعیف اور غلط جمع نہیں کیں اور بعض لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ صرف صحاح ستہ کی احادیث صحیح ہیں دیگر کتب کی احادیث صحیح نہیں ہیں یہ ان لوگوں کی محض غلط فہمی ہے کتب صحاح ستہ میں سے عظیم محدث تو امام بخاری ہیں انہوں نے جب تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی صحیح بخاری میں صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور جو صحیح احادیث میں نے چھوڑی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اسی طرح

وہ محدثین جنہوں نے التزام کیا ہے کہ ہم اپنی کتابوں میں صرف احادیث صحیحہ کو ہی ذکر کریں گے انہوں نے بھی صحیح احادیث کو ہی جمع کیا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ صحیح احادیث صرف صحاح ستہ میں ہیں

یہ خیال کر لینا کہ صرف صحاح ستہ میں احادیث صحیح ہیں دیگر کتب احادیث میں صحیح نہیں ہیں محض غلط ہے۔ اور ان لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث جو اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل میں وارد ہے ضعیف ہے قابل استدلال نہیں ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ اہلِ بیتِ اطہار کے حق میں وارد احادیث صحیح ہیں ضعیف نہیں ہیں اگر بالفرض کوئی حدیث ضعیف ہے تو وہ حدیث اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل و مناقب میں ہے اور حدیث ضعیف فضائل و مناقب میں معتبر ہوتی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی المتوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علماء ضعیف بھی کافی۔

امام احمد کا قول کہ ہم جب فضائل و مناقب میں روایت کرتے ہیں تو نرمی اختیار کرتے ہیں

امام احمد و امام عبدالرحمٰن بن مہدی و امام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے ہیں جب ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں تو سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی۔

(فتاویٰ رضویہ صہ۴۵۲ ج۲)

اس سے ظاہر ہے کہ مناقب و فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے اور بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ ایک محدث ایک راوی کے متعلق کہتا ہے کہ فلاں راوی قوی نہیں ہے یا فلاں

ضعیف ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حدیث بھی فی الواقع ضعیف ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی فلاں سند ضعیف ہے۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ یہ تو صرف کسی خاص سند کے نسبت ہوگا (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۵۸ ج ۴) یعنی کسی حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضعیف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث فلاں سند کی بہ نسبت ضعیف ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ حدیث فی نفسہ بھی ضعیف ہے ہو سکتا ہے کہ واقع میں یہ حدیث دوسری سند کے لحاظ سے صحیح ہو اور بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ کسی نے ایک راوی پر معمولی سی جرح دیکھی تو کہا یہ راوی ضعیف ہے حالانکہ اس کو دیگر بڑے بڑے محدثین ثقہ کہہ رہے ہوتے ہیں تو دیکھنے والا اس کی توثیق کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ کہہ دیتا ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے اور اسکی مروی حدیث بھی ضعیف ہے حالانکہ وہ ثقہ ہوتا ہے اور اس کی مروی حدیث بھی صحیح ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر واقدی کو لیجیے جس پر اصحاب سنن نے شدید جرح کی ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے نزدیک ثقہ ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں ثالثاً امام واقدی کو جمہور اہل اثر چنیں وچناں کہہ کر جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور لاجرم تقریب میں کہا متروک مع سعۃ علم اگرچہ ہمارے نزدیک توثیق ہی راجح کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر

(فتاویٰ رضویہ صفحہ ۲۷۴ ج ۱)

سید انور شاہ کاشمیری المتوفی ۱۳۵۲ھ واقدی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ امام طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ نے استدلال کیا ہے۔

ابن سید الناس نے واقدی کو ثقہ کہا ہے

ابن سید الناس المتوفی ۷۳۴ھ نے واقدی کو قوی کہا ہے (العرف الشذی شرح ترمذی ابواب الطہارۃ۔ فیض الباری شرح بخاری صفحہ ۱۲ کتاب المغازی)

اب واقدی پر جرح ہونے کے باوجود اس کی توثیق معتبر سمجھی گئی ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر توثیق کرنے والے مضبوط قسم کے لوگ ہوں تو توثیق راجح ہوگی اور جرح کا اعتبار نہیں ہوگا

نیز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ حدیث اگر متعدد طرق سے مروی ہو تو اگر اس کے طرق صحیح ہوئے تو ظاہر ہے کہ حدیث صحیح ہے، اگر اس کے طرق ضعیف ہوں تو پھر بھی اسکی تقویت ہو جاتی ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ حدیث متعدد طرق سے روایت کی جائے اور وہ سب طرق ضعیف ہوں تو ضعیف ضعیف سے مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی ہے اور مثل صحیح خود احکام حلال وحرام میں حجت ہو جاتی ہے۔ مرقات میں ہے تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الیٰ حد الحسن متعدد طریقوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں اگر سب کا ضعف بھی ثابت ہو جائے تاہم حدیث حسن ہو گی کہ طرق متعدد کثیر ہیں اور یہ بھی فرمایا جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی کر جائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعہ پر قرینہ ہیں۔

علامہ سیوطی نے کہا کہ صرف دو طرق مل کر قوت پا جاتے ہیں

امام جلیل جلال سیوطی تعقبات میں فرماتے ہیں کہ متروک یا منکر کہ سخت قدر ضعیف ہیں یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف، غریب بلکہ کبھی حسن کے درجے تک ترقی کرتی ہیں حصول قوت کے لیے بہت ہی طرق کی حاجت نہیں ہے صرف دو ہی مل کر قوت پا جاتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ص۴۴۹، ج۲)

علی قاری المتوفی ۱۰۱۶ھ لکھتے ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل فضائل میں اتفاقاً معتبر ہے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص۲۰۹ ج۱)

شیخ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے

شیخ ابن ہمام المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں اگر ضعیف ہوا اور موضوع نہ ہو تو اس سے استحباب

ثابت ہو جاتا ہے (فتح القدیر صفہ ۴۶ ج ۱) غرضیکہ اہل بیت اطہار کے فضائل ومناقب میں وارد احادیث صحیح ہیں اگر کوئی ضعیف ہے تو فضائل ومناقب میں وارد ہونے کی وجہ سے وہ قابل استدلال اور قابل عمل ہے۔

اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل ومناقب

اہلِ بیت اطہار کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ ان میں سے چند یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ ابوسعید خدری المتوفی ۷۴ھ حضرت ام سلمہ المتوفاۃ ۶۲ھ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا نازل ہوئی۔

ترجمہ۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپسندیدگی کو دور رکھے اور تم کو خوب پاکیزہ وصاف ستھرا کر دے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا۔ ان پر چادر ڈال کر فرمایا۔

اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی اللّٰھم اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا۔

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اے اللہ ان سے ہر ناپسندیدگی کو دور رکھ اور ان کو پاکیزہ کر، پاکیزہ کرنا۔

حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کیا میں ان سے نہیں ہوں فرمایا انت الی خیر تو خیر کی طرف ہے۔ (تفسیر ابن جریر جزء ۲۲ ص ۷)

حضرت اُم سلمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی روایات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المتوفاۃ ۵۷ھ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن، اور حسین کو بلایا اور ان پر چادر ڈالی اور فرمایا۔ اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا،

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوئی میں نے عرض کیا یارسول اللہ وانا من اھل بیتك فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنحی فانك علی خیر۔ کہ میں آپ کی اہل بیت سے ہوں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پیچھے ہٹ جاؤ تم خیر پر ہو (ابن کثیر صہ ۴۸۵ جزء ۲۲) اور ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی و فی علی رضی اللہ عنہ وحسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ وفاطمۃ رضی اللہ عنہا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا (تفسیر ابن جریر صہ ۶ جزء ۲۲)

کہ یہ آیت پانچ حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہے میرے (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔

وہ قریبی رشتہ دار جن کی مودت واجب ہے

اور جب آیت کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ (پ ۲۵ سورۃ شوریٰ) نازل ہوئی تو ابن عباس سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے قریبی رشتہ دار کون ہیں جن کی مودت اور محبت ہم پر فرض ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہماری مودت کا لحاظ ہر مومن کرتا ہے پھر آپ نے یہ آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ تلاوت فرمائی اور

جب علی بن حسین (زین العابدین) کو قیدی بنا کر شام کی طرف لے جایا جار ہا تھا تو راستہ میں ایک شامی نے امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھ کر کہا کہ اچھا ہوا کہ تم لوگ ختم ہوگئے تو امام زین العابدین نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن مجید پڑھا ہوا ہے کہنے لگا کہ ہاں آپ نے فرمایا کیا حٰمٓ سورۃ الشوریٰ بھی پڑھی ہے وہ بولا جب میں نے قرآن پڑھا ہے تو سورۃ شوریٰ بھی پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا تو نے یہ آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ نہیں پڑھی شامی بولا کیا اہلِ قرابت آپ ہی لوگ ہیں تو امام زین العابدین نے فرمایا وہ ہم ہی ہیں۔ (الشرف المؤبد صہ ۴۲)

آیت مودۃ میں حسنین کریمین کی اولاد قیامت تک داخل ہے

اب امام زین العابدین کی کلام سے ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں جیسے کہ امام حسن اور امام حسین داخل ہیں اسی طرح امام حسن اور امام حسین کی اولاد بھی داخل ہے کیونکہ امام زین العابدین امام حسین کے بیٹے اور اولاد ہیں اور امام زین العابدین نے تصریح فرمادی ہے کہ آیت کریمہ میں امام حسن اور امام حسین کی اولاد بھی داخل ہے۔

علامہ یوسف نبہانی المتوفی سن ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔ وبنوھما الیٰ یوم القیامۃ داخلون علیٰ کل حال (الشرف المؤبد صہ ۸۵) اور بہر حال امام حسن اور امام حسین کی اولاد قیامت تک اس میں داخل ہے۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت علی شیر خدا، سیدہ فاطمۃ الزہراء، امام حسن اور حسین کی مودت و محبت فرض ہے اسی طرح ان کی اولاد جو قیامت تک ہے ان کی مودّت و محبت بھی فرض ہے، جس طرح آیت تطہیر پنجتن پاک کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت مودۃ حضرت علی، فاطمۃ الزہراء، حسن اور حسین کے حق میں وارد ہوئی ہے اسی طرح مباہلہ کے واقعہ میں پنجتن پاک ہی تشریف لے گئے تھے۔

لفظ بہل باب فتح یفتح سے ہے

مباہلہ کا لفظ بہل سے ماخوذ ہے اور بہل باب فتح یفتح سے ہے اس کا معنے دُعا کرنا

عاجزی کرنا، دعا کے بعد اسکی قبولیت کا انتظار کرنا اور لعنت کرنا ہے اور باب افعال سے ابھل ہے جس کا معنے چھوڑنا ہے اور باب استفعال سے ہو تو بلا روک ٹوک چھوڑ دینا ہے اور باب افتعال سے ابتہل ہے جس کا معنیٰ گڑگڑا کر دُعا کرنا۔ قرآن پاک میں جہاں مباہلہ کا ذکر ہے وہاں لفظ ابتہال ہی ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے :۔ ثم نبتھل فنجعل لعنت اللّٰہ علی الکاذبین پھر ہم مباہلہ کریں پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ یہاں ابتہال سے مراد لعنت ہے یعنی ایک دوسرے پر بد دعا کرنا اور اس کے بعد والا جملہ فنجعل لعنت اللّٰہ اس کی تفسیر ہے اور لعنت کا معنٰے دور کرنا رحمت سے یعنی بد دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو اور باب مفاعلہ سے باھل ہے جس کا مصدر مباہلہ ہے جس کا معنٰے ایک دوسرے پر لعنت کرنا ہے اور باب تفعّل سے تبھل اور باب تفاعل سے تباھل اور باب افتعال سے ابتھل کا معنٰے بھی ایک دوسرے پر لعنت کرنا ہے۔ البَھْلَۃُ والبُھلَۃُ کا معنٰے لعنت ہے۔ (مصباح اللغات)

مباہلہ کا واقعہ

مباہلہ کا معنے ہے دعا لعنت یعنی ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ مباہلہ کا واقعہ اس طرح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نصاریٰ نجران کا ایک وفد آیا اور کہنے لگے کہ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں فرمایا ہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے کلمے جو کواری بتول عذرا کی طرف القاء کیے گئے نصاریٰ یہ سُن کر بہت غصہ میں آئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسٰی خدا کے بیٹے ہیں (معاذاللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ بے شک عیسٰی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہوئی

اس آیت میں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بغیر باپ کے ہی پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے تو جب انہیں اللہ کا مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی مخلوق اور بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے۔ آیت ان مثل عیسیٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے مگر یہاں عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ ہے وجہ مشابہت صرف خلاف عادت بلا باپ پیدا ہونا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہے اور آپ کی والدہ حضرت مریم ہیں اور حضرت آدم کی پیدائش زیادہ عجیب ہے کہ بغیر ماں باپ دونوں کے ہے وجہ مشابہت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو مرد ہیں ان سے عورت یعنی حضرت حوا کو پیدا کیا۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے و خلق منھا زوجھا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا (پ۴ سورۃ نساء ۴۲) اور حضرت حوّا کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ حکمت الٰہیہ نے حضرت آدم کی ایک بائیں پسلی ان کے خواب یعنی نیند کے وقت نکال لی اور ان سے ان کی بی بی حضرت حوّا کو پیدا کیا چونکہ حضرت حوّا بطریق توالد معمولی پیدا نہیں ہوئیں اس لیے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں اس سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم (مرد) سے حضرت حوّا (عورت) کو پیدا کیا گیا اور حضرت مریم (عورت) سے حضرت عیسیٰ (مرد) کو پیدا کیا گیا۔ اب وجہ مشابہت اس طرح ہوئی کہ حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ کے ہاں حضرت آدم کی طرح ہے کہ آدم (مرد) سے حضرت حوّا (عورت) کو پیدا فرمایا اور حضرت مریم (عورت) سے حضرت عیسیٰ (مرد) کو پیدا کیا۔ اس آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ میں نجران کے نصاریٰ کو کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو پیدا بلا باپ اور ماں کیا گیا ہے وہ مخلوق اور اللہ کے بندے ہیں اور حضرت عیسیٰ کو پیدا بلا باپ کیا ہے آپ کی ماں ہے تو ان کو مخلوق اور اللہ کا بندہ کیوں نہیں مانتے مگر نصاریٰ اپنی بات پر اصرار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دیں

اور یہ آیت اتاری فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین۔
(پ ۳۔ سورۃ آل عمران ع ۳)
ترجمہ۔ تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

عاقب عبدالمسیح نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو نصاریٰ نجران کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کر لیں کل آپ کو جواب دیں گے جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ تم پہچان چکے ہو کہ محمد نبی مرسل تو ضرور ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑو اور گھر کو لوٹ چلو۔ یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ حضور کی گود میں تو امام حسین ہیں اور دست مبارک میں حسن کا ہاتھ ہے اور فاطمہ اور علی حضور کے پیچھے ہیں اور حضور ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دُعا کروں تو تم سب نے آمین کہنا ہے۔ نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم (پادری) نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ یہ سُن کر نصاریٰ نجران نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کرنے کی تو ہماری رائے نہیں ہے آخر کار نصاریٰ نے جزیہ دینا منظور کیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر

عذاب قریب ہی آچکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندوں تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

امام حسن اور امام حسین رسول پاک کے بیٹے تھے

آیت مباہلہ میں فرمایا گیا ہے ندع ابناء نا وابناء کم یعنی ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقعہ پر اپنے بیٹے امام حسن اور امام حسین کو ساتھ لیا جس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے امام حسن اور امام حسین تھے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں اسکی وضاحت موجود ہے۔

اسامہ بن زید المتوفی ۵۴ھ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کے بارے میں فرمایا۔ ھذان ابنای و ابنا ابنتی۔ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اور حضرت انس المتوفی ۹۰ھ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء کو فرمایا میرے لیے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ جب وہ آجاتے تو رسول پاک ان کو سونگھتے اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹا لیتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۷۱، ذخائر عقبیٰ ص۱۲۱)

نساء جمع ہے امرأۃ کی

ونساء نا ونساء کم اور ہم بلائیں اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور نساء خلاف قیاس جمع ہے امرأۃ کی بمعنے عورت، اور یہاں نساء سے مراد بیویاں نہیں ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقعہ پر کسی بیوی کو ساتھ نہیں لے گئے۔ یہاں بیٹیاں مراد ہیں کیونکہ نساء ابناء کے مقابل آیا ہے بیٹوں کے مقابل بیویاں نہیں ہوتیں بلکہ بیٹیاں ہوتی ہیں اور نساء سے بیویاں مراد اس وقت ہوتی ہیں جبکہ نساء مضاف ہو کر استعمال ہو جیسے کہ

یانساء النبی اگر ابناء کے ساتھ مل کر استعمال ہو تو نساء سے بیٹیاں مراد ہوتی ہیں۔
نجران کے عیسائی جن کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی وہ اپنے ساتھ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو نہیں لائے تھے انہوں نے صرف ان کو دعا میں شریک کرنا تھا کیونکہ مباہلہ کے وقت جو دعا لعنت ہوتی ہے اس میں بیٹے اور بیٹیوں کو شریک کیا جاتا ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹوں حسن اور حسین اور اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء کو ساتھ لے گئے تھے اور ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ مطہرہ کو ساتھ نہیں لے گئے وانفسنا وانفسکم اور ہم بلائیں اپنی جانیں اور تمہاری جانیں اور نفس بمعنے جان اور ذات ہے۔
یہاں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا مراد ہیں کیونکہ حضرت علی شیر خدا کو جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرب واتصال ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے۔
حضرت علی شیر خدا کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بھائی فرمایا اور حضرت علی شیر خدا کے وہ فضائل ومناقب آپ نے بیان فرمائے جو کسی اور کے حصہ میں نہیں آئے۔
بایں وجہ مباہلہ کی آیت کریمہ میں حضرت علی کو جان اور ذات رسول کہا گیا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباہلہ کی دعوت میں اپنے ساتھ حضرت علی شیر خدا کو لے گئے اور کسی کو نہیں لے گئے۔ غرضیکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ حسن اور حسین اور سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی شیر خدا تھے۔ واقعہ مباہلہ سے یہ ثابت ہوا کہ امام حسن اور امام حسین حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور پاک کا نسب اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے چلا ہے یہ فضل وشرف صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

مباہلہ کی دعوت دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے

نصاریٰ نجران کو مباہلہ کی دعوت دینا بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء ورسل عظام گذرے ہیں کسی نے بھی کسی کو

مباہلہ کی دعوت نہیں دی اگرچہ انبیاء کرام نے مناظرے کیے مگر مباہلہ کی دعوت صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی نصاریٰ نجران کو دی۔ نصاریٰ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ عرض کیا کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ ہرگز نہیں کریں گے ہم آپ کی خدمت میں جزیہ پیش کیا کریں گے خلاصہ یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مباہلہ کے لیے تیاری فرمائی تو اپنے ساتھ حضرت علی، فاطمۃ الزہراء، حسن اور حسین کو ساتھ لیا اور کسی کو ساتھ نہیں لیا جس سے ظاہر ہے کہ حضرت علی، فاطمۃ الزہراء، حسن اور حسین کی بڑی اعلیٰ شان ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کے لیے اور مباہلہ میں اپنی دُعا پر آمین کہنے کے لیے ان کو ہی پسند اور منتخب فرمایا۔

سورۃ براۃ کے اعلان کے لیے حضرت علی شیرِ خدا کا انتخاب

جب سورۃ براۃ کے ابتدائی آیات نازل ہوئے تو ان کے اعلان کے لیے مکہ مکرمہ میں حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کو رسول پاک نے منتخب فرمایا۔ چنانچہ ۹ھ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا اور امیر حج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ اس قافلہ کی روانگی کے بعد سورۃ براۃ کے ابتدائی آیات نازل ہوئے جن میں حکم تھا کہ اب کافروں کے ساتھ سابقہ معاہدے ختم کیے جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے حضرت علی شیرِ خدا کو روانہ فرمایا تاکہ سورۃ براۃ کے آیات کا اعلان کریں کیونکہ حج کے موقعہ پر عرب کے اطراف واکناف سے لوگ جمع ہونے والے تھے۔ ان میں اعلان کر دیا جائے کہ کفار کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ کیے جا رہے ہیں۔

سورۃ براۃ کے اعلان کے لیے حضور پاک نے حضرت ابوبکر صدیق کو حکم نہ دیا بلکہ حضرت علی شیرِ خدا کو فرمایا کہ تم سورۃ براۃ کے آیات کا اعلان کرو جس کی وجہ یہ تھی کہ جب کسی قوم کے ساتھ سلطان یا بادشاہ کوئی معاہدہ کرتا ہے تو پھر اس کو منسوخ اور ختم یا تو بادشاہ کرتا ہے یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار کرتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کو ان معاہدوں کی تنسیخ کے اعلان کے لیے اس لیے بھیجا تھا کہ وہ آپ کے قریبی رشتہ (بھائی) تھے انبعه بعلی بن ابی طالب لیکون مبلغا عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لکونه عصبة له، (تفسیر ابن کثیر ص۲۳۱ ج ۲) یعنی ابوبکر کے پیچھے علی بن ابی طالب کو بھیجا تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے سورۃ براۃ کے بارے میں اعلان فرمائیں اس لیے کہ حضرت علی شیر خدا رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار (بھائی) تھے نیز یہ بھی حدیث میں وارد ہے لا بُدّ لی ان اذهب بها انا او تذهب بها انت (تفسیر ابن کثیر ص۲۳۳ ج ۲)

حضرت علی نے جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ اس سورۃ براۃ کے اعلان کے لیے یا تو مجھے جانا ضروری ہے یا علی تمہارا جانا ضروری ہے۔ ایک اور روایت میں ہے لا یؤدی عنی الا رجل من اهل بیتی ثم دعا علیا فقال اذهب بهذه القصة من سورة براة (تفسیر ابن کثیر ص۲۳۴ ج ۲) کہ یہ اعلان میری طرف سے میری اہل بیت سے کوئی مرد کرے گا پھر آپ نے حضرت علی کو بلا کر فرمایا کہ سورۃ براۃ کا جو یہ واقعہ ہے اس کا جا کر اعلان کرو چنانچہ حضرت علی تشریف لے گئے اور مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کے دن جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ براۃ کی چالیس ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں اس کے بعد فرمایا کہ مجھے یہ حکم بھی دیا گیا کہ تمہیں یہ حکم بھی سنا دوں کہ۔

- اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کعبہ کو نہ آئے۔
- کوئی برہنہ بدن ہو کر طواف کعبہ نہ کرے۔
- اہل ایمان کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔
- جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے اگر اس نے عہد شکنی میں پہل نہ کی ہو تو اس کا عہد پورا کیا جائے گا، اور جس کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے اسے چار ماہ کی مہلت ہے۔

علامہ قرطبی المتوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ یہ چار ماہ کی مدت ان لوگوں کے لیے تھی جن کے معاہدہ کی مدت چار ماہ سے کم تھی یا میعاد مقرر ہی نہ تھی لیکن جن کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ مدت کے لیے معاہدہ کیا گیا ان کے متعلق حکم ہوا کہ اس کو مقررہ وقت تک پورا کریں غرضیکہ سورۃ براۃ کے اعلان کے لیے بھی حضرت علی شیر خدا کو ہی اللہ اور اس کے رسول نے منتخب فرما کر بھیجا۔

جنگ بدر کے دن حضور پاک نے حضرت علی کو فرمایا کہ مجھے مٹی اُٹھا کر دو

جب کفار مکہ کے ساتھ بدر کے مقام پر جنگ ہوئی تو دورانِ جنگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی بھر کنکریاں لیں اور کفار مکہ کی جانب منہ کرکے فرمایا شاھت الوجوہ (چہرے بگڑ جائیں) اور ان کنکریوں سے انہیں مارا اور ہر ایک کی آنکھ میں کنکریاں پڑ گئیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ حملہ کرو اور کفار مکہ کو شکست ہوگئی۔ (سیرت ابن ہشام صہ۲۲، ج ۱)

حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ یوم بدر اعطنی حباء من الارض فناولہ حصباء علیہ تراب فرمیٰ بہ وجوہ القوم فلم یبق مشرک الادخل فی عینیہ من ذالک التراب شئ ثم ردفھم المؤمنون یقتلونھم ویاسرونھم وانزل اللہ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (تفسیر ابن کثیر صہ۲۹۵ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مجھے زمین سے کنکریاں دو پس حضرت علی نے وہ کنکریاں دیں جن پر مٹی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کفار مکہ کے منہ پر ماریں پس کوئی مشرک نہ بچا جسکی آنکھوں میں ان کنکریوں

کی مٹی نہ پڑی ہو پھر صحابہ کرام ان مشرکوں کے قتل کے درپے ہوئے ان کو قتل کیا اور قیدی بنایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ جنگ بدر میں کفار مکہ کی شکست کا سبب یہ کنکریاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ماری تھیں اور یہ کنکریاں حضرت علی شیر خدا نے زمین سے اُٹھا کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھیں اس سے ظاہر ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی شیر خدا کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول پاک کو زیادہ عزیز حضرت علی تھے

حضرت علی کو رسول پاک سے ہم نسبی اور ان کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا رسول پاک انہیں بہت زیادہ عزیز اور محبوب رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا گیا ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت فاطمۃ فقیل من الرجال قالت زوجھا کہ لوگوں میں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب کون تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا فاطمۃ الزہراء پھر عرض کیا گیا کہ مردوں میں سے کون (زیادہ محبوب تھا) فرمایا حضرت فاطمۃ الزہراء کا شوہر (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) (المستدرک صہ ۱۷۱ ج ۳)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرض میں جس میں آپ کا وصال ہوا ہے فرمایا یا فاطمۃ الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء المؤمنین ۔ اے فاطمہ کیا تو پسند نہیں کرتی کہ تو تمام جہان کی عورتوں اور اس امت کی تمام عورتوں اور مومنوں کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔

(المستدرک صہ ۱۷۰ ج ۳)

علامہ یوسف نبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ نے ازواج مطہرات کی فضیلت کے بارے میں لکھتے ہوئے کہا ہے سیدتنا فاطمۃ فھی افضل منھن کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء تمام ازواج مطہرات سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمۃ بضعۃ منی کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور حضور پاک کے جسم کے ٹکڑے کے ساتھ کوئی مساوی اور برابر نہیں ہو سکتا نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے۔ اما ترضین ان تکونی خیر نساء ھذہ الامۃ۔ اس حدیث کے مفاد کے مطابق جب فاطمۃ الزہراء اس امت کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور امت میں تمام ازواج مطہرات شامل ہیں لہٰذا فاطمۃ الزہرا تمام ازواج مطہرات سے افضل ہیں (جواہر البحار ص ۱۷۲ ج ۲)۔

ابن داؤد سے سیدہ فاطمۃ الزہراء کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے فاطمۃ بضعۃ منی کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

ابن داؤد نے کہا کہ میں حضور پاک کے جسم کے ٹکڑے (فاطمہ) کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا

وقد سئل السبکی عن ذالک فقال الذی نختارہ وندین اللہ بہ ان فاطمۃ افضل۔

تاج الدین سبکی المتوفی ۷۷۱ھ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا مختار مذہب جس کے ساتھ ہم اللہ کی اطاعت کرتے ہیں یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء افضل ہیں۔

حضرت امام مالک نے کہا کہ میں فاطمۃ الزہرا پر کسی عورت کو فضیلت نہیں دیتا

امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ نے فرمایا لا افضل علی بضعۃ من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احدا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کے ٹکڑے (فاطمۃ الزہراء) پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ دنیا کی تمام عورتوں سے سیدہ فاطمۃ الزہرا افضل ہیں

(جواہر البحار صد۲۲ ج ۱)

حضرت حذیفہ المتوفی ۳۶ھ سے روایت ہے کہا حذیفہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یہ فرشتہ اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا اور مجھے خوشخبری دے بان فاطمة سیدة نساء اھل الجنة وان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة کہ تحقیق فاطمہ، اہلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور تحقیق حسن اور حسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل صد۲۱۹ ج ۵ المستدرک صد۱۶۴ ج ۳)

تمام سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے پنجتن پاک ہیں

حضرت علی شیر خدا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ان اول من یدخل الجنة انا وفاطمة والحسن والحسین کہ تمام سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں ہیں (علی) اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے پیچھے (المستدرک صد۱۶۴ ج ۳)

حضرت علی شیر خدا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اما ترضیٰ ان تکون رابع اربعة اول من یدخل الجنة انا وانت والحسن والحسین کہ تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ جنت میں تمام سے پہلے داخل ہونے والے چار مردوں میں چوتھے تم ہو وہ چار میں اور تم اور حسن اور حسین ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل صد۶۲۴)

ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ المتوفی ۴۴ھ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انا وعلی وفاطمة والحسن والحسین یوم القیامة

فی قبۃ تحت العرش کہ میں اور حضرت علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین قیامت کے دن عرش کے گنبد کے نیچے ہوں گے۔ (کنز العمال صـ۱۰۰ ج ۱۲)

حضرت علی شیر خدا المتوفی ۴۰ھ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک مقام ہے جس کو وسیلہ کہا جاتا ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو میرے لیے وسیلہ (کے مقام کا) سوال کرو۔ صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یسکن معك قال علی و فاطمۃ والحسن والحسین وہاں آپ کے ساتھ کون رہے گا۔ فرمایا علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین۔
(کنز العمال صـ۱۰۳، ج ۱۲)

حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو رسول پاک نے فرمایا جو تم سے صلح کرے گا اس سے میں صلح کروں گا

ابو سعید خدری المتوفی ۷۴ھ سے روایت، کہ کہا ابو سعید نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لائے پس فرمایا میں اور تم (اے فاطمہ) اور یہ سونے والا یعنی حضرت علی (جو ابھی سو کر اٹھے تھے) اور یہ دونوں حسن اور حسین قیامت کے دن ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔ (المستدرک صـ۱۴۷ ج ۳)

حضرت ابو ہریرہ المتوفی ۵۸ھ سے روایت ہے کہ کہا ابو ہریرہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف دیکھا فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم پس فرمایا پس میں اس کے ساتھ لڑائی کروں گا جو تم سے لڑے گا اور میں اس سے صلح کروں گا جو تم سے صلح کرے گا۔
(المستدرک صـ۱۶۱ ج ۳)

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے

پس جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (المستدرک صہ۱۷۳ ج ۳۔)
ذخائر عقبیٰ صہ۲۸، مشکوٰۃ صہ۵۶۸)

ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے اندرون اور گہرائیوں سے ایک آواز دینے والا آواز دے گا اے لوگو! نکسوا رؤسکم وغضوا ابصارکم حتی تمر فاطمۃ بنت محمد علی الصراط۔ اپنے سروں کو جھکالو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں۔ پس آپ گذر جائیں گی اور آپ کے ساتھ ستر ہزار حوریں چمکتی بجلی کی طرح خادمائیں ہوں گی (کنز العمال صہ۱۰۵ ج ۱۲۔ تذکرۃ الخواص صہ۲۷۹۔ جواہر البحار صہ۳۲۱ ج ۱)

قیامت کے دن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء ناقہ عضباء پر سوار ہوں گی

کثیر بن مرہ حضرمی اور حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ قیامت کے دن اپنی ناقہ عضباء پر سوار ہو کر تشریف لے جائیں گے آپ نے فرمایا:۔ انا علی البراق یخصنی اللہ بہ من بین الانبیاء وفاطمۃ ابنتی علی العضباء کہ میں اس براق پر سوار ہوں گا جو انبیاء کرام میں سے خصوصی طور پر مجھے عطا ہوگی اور میری بیٹی فاطمہ (میری ناقہ) عضباء پر سوار ہو گی۔
(کنز العمال صہ۴۹۹ ج ۱۱۔ جواہر البحار صہ۳۱۳ ج ۱)

چونکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء کی شان بہت بلند تھی۔ بایں وجہ رسول پاک نے اللہ کے حکم کے مطابق آپ کا نکاح حضرت علی شیر خدا سے کیا۔
چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول پاک مسجد میں تھے آپ نے حضرت علی شیر خدا

سے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام ہے یہ مجھے بتا رہا ہے کہ اللہ تعالٰی نے فاطمۃ الزہراء سے تمہارا نکاح کر دیا ہے واشھد علی تزویجك اربعین الف ملك اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا ہے اور شجر طوبیٰ کو حکم دیا ہے کہ ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر حوروں نے ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرے جنہیں گواہ فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو تحفہ دیں گے۔

(ذخائر عقبیٰ صد ۲۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انی قد زوجت فاطمۃ ابنتك من علی بن ابی طالب فی الملاء الاعلیٰ فزوجها منه فی الارض کہ بے شک میں نے آپ کی بیٹی کا نکاح ملاء اعلیٰ (آسمانوں) میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے پس آپ فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ زمین پر کر دیں۔

(ذخائر عقبیٰ صد ۲۷)

پہلے بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح مسور بن مخرمہ کی روایت گذر چکی ہے کہ فاطمہ الزہراء میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء کو تکلیف پہنچانا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانا ہے۔

حضرت علی شیر خدا کے لیے فاطمۃ الزہراء پر (سوت) سوکن کا لانا منع تھا

بایں وجہ حضرت علی شیر خدا کے لیے سیدہ فاطمہ الزہراء پر سوت (سوکن) کا لانا منع تھا قال ابن داؤد حرم الله علی علیؓ ان ینکح علی فاطمۃ حیاتها لقوله عزوجل ما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا فلما

قَالَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لا آذن لہم یکن یحل لعلی ان ینکح علیٰ فاطمۃ (مرقات صہ ۳۷۸ ج ۱۱)

ابن داؤد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حرام کردیا کہ وہ فاطمہ کی زندگی میں ان پر نکاح کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس نے منع کریں اس سے باز رہو، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اجازت نہیں دوں گا تو حضرت علی کے لیے حلال نہ رہا کہ وہ فاطمہ پر کسی عورت سے نکاح کریں اور مسور بن مخرمہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کریں۔ فلا آذن لہم ثم لا آذن لہم ثم لا آذن لہم وقال فانما ابنتی بضعۃ منی۔ پس میں ان کو اجازت نہیں دیتا پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اس کو تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل صہ ۳۲۸ ج ۳۔ مرقات علیٰ حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۵۶۸، جواہر البحار صہ ۱۳۵)

رسول پاک کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک مرد کے پاس دونوں جمع نہیں ہو سکتیں

مسور[۱] بن مخرمہ المتوفی ۶۴ھ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ مسور میم کے نیچے زیر سین پر جزم واؤ پر زبر ہے، مخرمہ کے میم پر زبر اور خ پر جزم ہے۔ مفتی غلام رسول

نے کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور اسکی ناراضگی مجھے ناپسندیدہ ہے خدا کی قسم:
لا تجتمع بنت رسول اللہ وبنت عدوّ اللہ عند رجل واحد، رسول
پاک کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک مرد کے پاس دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔
(مسند احمد بن حنبل فضائل صحابہ، جواہرالبحار صہ ۳۵۱ ج ۱)

نیز جواہرالبحار میں ہے قال ابن حجر لا یبعد ان یکون من خصائصہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع التزویج علی بناتہ،
ابن حجر نے کہا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی
بیٹیوں پر سوت (سوکن) لانا منع تھا۔

عن علی بن الحسین قال اراد علی بن ابی طالب ان یخطب بنت
ابی جھل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ لیس لاحد
ان تیزوج ابنۃ عدو اللہ علی ابنۃ رسول اللہ

امام زین العابدین کی روایت

علی بن حسین (امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ فرمایا امام زین العابدین نے
کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ارادہ کیا کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے رشتہ (نکاح) کریں تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ رسول پاک
کی بیٹی کی موجودگی میں خدا کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرے۔ (جواہرالبحار صہ ۳۵۱
ج ۱) غرضیکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کا ٹکڑا
اور حصہ تھیں اور آپ تمام عورتوں سے افضل تھیں، آپ کی شان بہت بلند تھی آپکی
موجودگی میں حضرت علی شیر خدا کے لیے کسی دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرنا منع تھا
اور رسول پاک کا نسب اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا ہی سے چلا۔

سیّدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد رسول پاک کی اولاد ہے

سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی اولاد و ذریت رسول پاک کی اولاد و ذریت ہے۔ چنانچہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل بنی ام ینتمون الی عصبۃ الا ولد فاطمۃ فانا ولیھم وانا عصبتھم کہ ہر ماں کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمۃ الزہراء کی اولاد کے، پس میں ہی ان کا ولی اور میں ہی ان کا عصبہ (نسب) ہوں۔ (کنز العمال صہ ۴۸۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کل بنی انثیٰ فان عصبتھم لا بیھم ما خلا ولد فاطمۃ فانی انا عصبتھم وانا ابوھم کہ ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف سے ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمۃ الزہراء کے، پس بے شک میں ان کا عصبہ (نسب) ہوں اور میں ان کا باپ ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل، فضائل صحابہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۳ھ سے روایت ہے کہا عمر بن خطاب نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کل نسب وسبب ینقطع یوم القیامۃ الا ما کان من سببی ونسبی کہ ہر رشتہ اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور نسب باقی رہے گا (مسند احمد بن حنبل صہ ۶۲۵ ج ۲۔ مرقات علی حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۵۶۸)

رسول پاک کا سیّدہ فاطمۃ الزہراء اور آپ کی اولاد کے لیے دعا کرنا

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے لیے دُعا فرمائی۔

اللّٰھم انی اعیذ ھابك و ذریتھا من الشیطان الرجیم

کہ اے اللہ میں فاطمہ اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

(تذکرۃ الخواص ص۲۷۷، ذخائر عقبٰی ص۲۷)

اور حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اس سے وضو کیا پھر حضرت علی پر پانی ڈال کر فرمایا اے اللہ ان دونوں کے حق میں برکت اور ان دونوں پر برکت فرما اور ان کی اولاد اور نسل میں برکت فرما۔ (تذکرۃ الخواص ص۲۷۷) سیّدہ فاطمۃ الزہراء اور آپ کی اولاد کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دُعا فرمائی ہے وہ نہایت جامع دُعا ہے کہ میں فاطمۃ الزہراء اور ان کی اولاد کو اللہ تعالےٰ کی پناہ میں دیتا ہوں جب حضرت فاطمۃ الزہراء کی اولاد یعنی سادات کرام (قیامت تک) اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوئے تو لغزش اور خطاء سے محفوظ رہیں گے۔ قرب خداوندی ان کو حاصل ہوگا بایں وجہ دوسری احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام کردیا ہے۔

چنانچہ ابونعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فحرمھا اللہ و ذریتھا علی النار کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء اور ان کی اولاد پر آگ حرام کردی ہے' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی عصمت اور پاکدامنی کی وجہ سے آپ کو اور آپ کی اولاد کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے ذکر کیا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء کو فرمایا ان اللہ غیر معذبك و لا احد من ولدك کہ اللہ تعالےٰ تجھے اور تیری اولاد میں سے کسی ایک کو عذاب نہیں دے گا۔

(نور الابصار ص۸۳، المستدرک ص۱۶۵ ج ۳)

دیلمی المتوفی ۵۵۸ھ نے مرفوع روایت ذکر کی ہے انما سمیت فاطمۃ فاطمۃ ان اللہ فطمھا و محبیبھا عن النار کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ اور ان کے عقیدت مندوں کو عذاب دوزخ سے الگ اور علیحدہ کر دیا ہے یعنی عذاب سے محفوظ کر دیا ہے۔

(نور الابصار صہ۸۳)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ فاطمۃ الزہراء کا احترام کرتے تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراء کے احترام کے لیے کھڑے ہو جاتے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب سیّدہ فاطمۃ الزہراء تشریف لائیں تو حضور پاک مرحبا (خوش آمدید) کہتے ثم قام الیہا فقبلہا۔ پھر ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کو بوسہ دیتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھا لیتے اور جب سیّدہ فاطمۃ الزہراء رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو حضور پاک کو مرحبا کہتیں اور حضور پاک کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کو بوسہ دیتیں اور ایک دوسری روایت میں ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ سے ہی مروی ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں۔ (المستدرک صہ۱۷۴ ج ۳)

رسولِ پاک اپنے سفر کی ابتداء و انتہاء سیّدہ فاطمۃ الزہراء کے گھر سے کرتے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر پر روانہ ہوتے تو سیّدہ فاطمۃ الزہراء کے گھر تشریف لاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پھر بھی سیّدہ فاطمۃ الزہراء کے گھر تشریف لاتے۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ المتوفی ۵۴ھ (آزاد کردہ غلام)

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے۔ واول من یدخل علیہا اذا قدم فاطمۃ اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؑ المتوفاۃ ۱۱ھ کے پاس آتے۔ (مسند احمد بن حنبل صہ۲۷۵ ج ۵)

غرضیکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عزیز ترین بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء کا نہایت احترام واکرام فرماتے۔ ہر موقعہ پر آپ کی رضا کو مقدّم رکھتے اور فرمایا کرتے کہ جس چیز سے فاطمہ خوش ہے اس چیز سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے جب سفر شروع فرماتے یا سفر سے واپسی ہوتی تو سیّدہ فاطمۃ الزہراء کے پاس تشریف لاتے ان سے ملاقات کرتے اور گفتگو فرماتے پھر تشریف لے جاتے۔

اللہ اور اس کے رسول کی رضا میں سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی رضا ہے

حضرت علی شیر خدا سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ کو فرمایا ان اللہ یغضب لغضبك ویرضیٰ لرضاك کہ بے شک اللہ تیری ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی۔ (المستدرک صہ۱۶۷ ج ۳) اس سے ظاہر ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء کی رضا میں اللہ اور رسول کی رضا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ (پ ۳۰ سورۃ ۹۳) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہیں ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول کی رضا ہو اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ امت بخش دیے جائیں تو آیت واحادیث سے قطعی طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور کی شفاعت مقبول اور حسب مرضی مبارک گنہگاران امت بخشے جائیں گے (تفسیر خزائن العرفان)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ کی ساری اُمت نہیں بخشی جائے گی بلکہ آپ راضی اس وقت ہوں گے جب ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہے جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت پر اتنا احسان ہوگا تو اپنی اولاد یعنی بنو فاطمہ (سادات کرام) پر کتنا کرم فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اپنے کرم کی وجہ سے بنو فاطمہ کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

قرطبی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے اس آیت ولسوف یعطیك ربك فترضٰی کے بارے میں کہا ہے رضا محمد ان لا یدخل احد من اھل بیتہ النار۔ (نورالابصار صہ ۱۹۸)

رسولِ پاک کی رضا اسی میں ہے کہ آپ کی تمام اہلِ بیت جنّت میں داخل ہو

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ آپ کی اہلِ بیت سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو بلکہ تمام جنت میں داخل ہوں جیسے کہ ابونعیم اصفہانی کے حوالہ سے پہلے یہ گذر چکا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء کی عصمت اور پاک دامنی کی وجہ سے آپ کی اولاد جنت میں جائے گی۔

الغرض سیدہ فاطمۃ الزہراء، حضرت علی شیر خدا، امام حسن اور امام حسین اور ان کی اولاد کی محبت وعقیدت عین ایمان ہے۔ دیلمی، طبرانی، ابوالشیخ ابن حبان اور بیہقی نے مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا یؤمن عبد حتّٰی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من عترتہ۔ (نورالابصار صہ ۱۹۹)

کہ بندہ مؤمن نہیں ہوتا یہاں تک کہ میں اسکی طرف اسکی ذات سے زیادہ محبوب ہو جاؤں اور میری عترت (اولاد) اس کی طرف اسکی اپنی عترت (اولاد) سے

زیادہ محبوب ہو جائے یعنی مومن اس وقت ہوگا جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور عترت کے ساتھ محبت رکھے گا۔

تو ثابت ہوا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت اور اولاد کے ساتھ محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض و عناد رکھنا کفر و نفاق ہے۔

اہلِ بیتِ اطہار سے بغض و عناد رکھنے والا منافق ہے

چنانچہ نور الابصار میں بحوالہ تفسیر کشاف ہے ومن مات علیٰ بغض آل محمد مات کافراً اور جو آل محمد کے بغض و عناد پر مرا وہ حالت کفر میں مرا۔

(نور الابصار ص۱۹۹)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہا ابو سعید نے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ابغضنا اھل البیت فھو منافق۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے ہم اہلِ بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ص۱۶۱ ج ۲)

اور حضرت علی شیر خدا کا ارشاد ہے کہ منافق ہمارے ساتھ محبت نہیں کرتا اور مومن ہمارے ساتھ بغض و عناد نہیں رکھتا۔

اور حضرت ابن عباس المتوفی ۶۸ھ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لو ان رجلاً صف بین الرکن والمقام فصلی وصام ثم لقی اللہ وھو مبغض لاھل بیت محمد دخل النار۔ کہ اگر کوئی شخص کعبہ مکرمہ کے پاس رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان نماز پڑھے اور روزہ بھی رکھے پھر مرے اس حالت میں کہ اہل بیت محمد سے بغض رکھنے والا ہو تو وہ شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔

(ذخائر عقبیٰ ص۱۸)

جس نے حضرت علی سے بغض وعناد رکھا اس نے اللہ اور رسول کے ساتھ بغض وعناد رکھا

علامہ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ المتوفاۃ ۶۲ھ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علی سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور اِس کے برعکس جس نے علی (شیرِ خدا) سے عداوت رکھی تو اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے بغض وحسد و دشمنی رکھی تو اُس نے اللہ تعالےٰ سے دشمنی رکھی۔ نیز ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے جس نے علی کو سب وشتم کیا تو گویا اس نے مجھے سب وشتم کیا (العیاذ باللہ)

ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا جس طرح میں نے کفار سے اُس وقت جنگ کی جبکہ انہوں نے نزول قرآن سے انکار کیا تھا اسی طرح تم ان لوگوں سے جنگ کرو گے جو قرآن کی حفاظت نہ کریں گے۔ یہ روایات امام احمد اور حاکم نے لکھی ہیں۔

حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ۔ یہ دونوں اکٹھے رہیں گے تاآنکہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے اسے طبرانی نے اوسط کبیر میں درج کیا ہے،

عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی (شیرِ خدا) سب سے زیادہ بدبخت دو آدمی ہیں ایک قذار تھا جو کہ قوم ثمود سے تھا اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کو ذبح کیا تھا۔ دوسرا بدبخت وہ ہوگا جو علی تم کو قتل کرے گا۔

قرآن پاک میں حضرت علی کی شان میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ کسی دوسرے کے بارے میں نہیں فرمایا

ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں حضرت علی کے بارے میں شکایت کی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بر سر منبر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! علی کا شکوہ و شکایت نہ کرو، کیونکہ احکام الٰہی کے جاری کرنے میں علی سخت گیر ہیں۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں یہ ارشاد فرمایا ہے اے ایمان والو! تو ایمان والوں کے سردار حضرت علی ہیں۔ قرآن کریم میں بعض مقامات پر دوسرے صحابہ کو عتاب کیا گیا ہے لیکن حضرت علی شیر خدا کو ہر جگہ اچھائی سے یاد فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ حضرت علی کی شان میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ کسی دوسرے کے بارے میں نہیں فرمایا علاوہ ازیں حضرت علی کی شان میں تین سو آیات قرآن میں موجود ہیں۔

سعید بن المسیب کا بیان ہے صحابہ میں صرف حضرت علی ہی فرمایا کرتے تھے کہ جو مسئلہ پوچھنا چاہو وہ مجھ سے پوچھ لو حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا علی ایمان والے تم سے محبت رکھیں گے (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۵)

اللہ تعالیٰ اہل بیتِ اطہار کی محبت و مودت نصیب فرمائے اور ان کے دامن کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی غلام رسول
(لندن)

امام حسین الشہید سبط الرسول ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام

ولادت باسعادت

امام حسین علیہ السلام امام سوم ہیں۔ آپ حضرت علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں اور امام حسن علیہ السلام کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کا نسب اس طرح ہے۔
حسین بن فاطمۃ الزہراء (زوجہ علی بن ابی طالب)
بنت محمد رسول اللہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور آپ کی والدہ فاطمۃ الزہراء بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ ۵ رشعبان ۴ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

جب امام حسین پیدا ہوئے تو رسولِ پاک نے آپ کے کان میں اذان دی

جب امام حسین پیدا ہوئے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔ چنانچہ ابو رافع سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اذن فی اُذن الحسین حین ولدتہ فاطمۃ کہ آپ نے حسین کے کان میں اذان دی جبکہ امام حسین کی ولادت فاطمۃ الزہراء کے ہاں ہوئی۔
(مستدرک ص۱۹۷ ج ۳)

ابورافع سے ہی ایک دوسری روایت امام حسن کے بارے میں ہے جس میں ہے کہ رسول پاک نے اذان نماز والی کہی جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ ابوداؤد اور ترمذی ذکر کیا ہے کہ ابورافع نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوٰة کہ آپ نے حسن بن علی کے کان میں اذان نماز والی کہی جبکہ ان کی ولادت فاطمۃ الزہراء کے ہاں ہوئی۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۶۲)

عقیقے کے بارے میں ابن عباس سے دو روایتیں ہیں

اور امام حسین کی طرف سے عقیقہ کیا جس طرح امام حسن کی طرف سے عقیقہ کیا تھا چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک مینڈھا ذبح کیا
(سنن ابوداؤد ص۱۰۷ ج۳)

اور ابن عباس سے ایک دوسری روایت ہے عق رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن الحسن والحسین کبش کبشین۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے عقیقے میں دو دو مینڈھے ذبح کیے۔
(نسائی ص۱۶۵)

جب امام حسن اور امام حسین پیدا ہوئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔ ابن عباس سے اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔
ابوداؤد نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں ایک ایک مینڈھے کا ذکر ہے اور نسائی نے جو ذکر کی ہے دو دو مینڈھوں کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں ابن عباس کی ان دونوں روایتوں کو بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عق عن

الحسن والحسین کبشا کبشا رواہ ابوداؤد وعند النسائی کبشین کبشین (مشکوٰۃ المصابیح)

ابن عباس کی دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں ہے

ابن عباس سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ ان دونوں روایتوں میں ظاہری طور پر اختلاف وتضاد ہے لہٰذا ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ان کے درمیان موافقت ثابت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا پھر حضرت علی یا سیّدہ فاطمۃ الزہراء کو کہا تم بھی ایک ایک مینڈھا ذبح کرو۔ چنانچہ اس طرح دو دو مینڈھے ذبح ہوئے اب جس روایت میں ایک ایک مینڈھے کا ذکر ہے اس کا معنے یہ ہے کہ حقیقی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک ہی مینڈھا ذبح کیا اور جس روایت میں دو دو کا ذکر ہے۔ اس میں حضرت علی شیر خدا یا حضرت فاطمۃ الزہراء نے جو مینڈھے ذبح کیے وہ بھی حضور پاک کی طرف منسوب ہیں۔ معنے یہ ہوا کہ مجازی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو ہی ذبح کیے لہٰذا ابن عباس کی دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ دو روایتیں ذکر کرکے ثابت کیا ہے کہ جو عمل حضرت علی اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء کا ہے وہ عمل رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

بایں وجہ دو دو والی روایت بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین کی پیدائش کے ساتویں دن ان کی طرف سے عقیقہ کیا جس میں دو دو بکرے ذبح کیے۔

(بحوالہ مصنف عبدالرزاق ص۳۳ ج۴)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ عقیقہ ساتویں دن مسنون ہے۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے نواسے کا نام حسین رکھا۔

حسین کا نام حسن کے نام سے اخذ کیا

عکرمہ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء کے ہاں امام حسن بن علی پیدا ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن رکھا اور جب امام حسین پیدا ہوئے توحضرت فاطمۃ الزہراء ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں پس عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حسین اس حسن سے زیادہ خوبصورت ہے۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن سے اخذ کر کے حسین رکھا۔

(بحوالہ مصنف عبدالرزاق صہ۳۳۵ ج ۴)

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اشتق اسم حسین من حسن۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین کا نام حسن سے اخذ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے نام حسن اور حسین ان کی ولادت کے ساتویں دن رکھے۔

(ذخائر عقبیٰ صہ۱۱۹)

حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب اور مستور رکھا۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔

اور عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں سے دو نام ہیں جو کہ زمانہ جاہلیت میں نہ تھے۔

(الشرف المؤبد، صواعق محرقہ)

ہارون علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام شبر تھا اور چھوٹے کا نام شبیر تھا

جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کو فرمایا کہ تم نے ان کا نام کیا رکھا ہے۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ حضور خود ہی نام تجویز کریں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس معاملہ میں وحی الہٰی کا انتظار کروں گا۔ اتنے میں آثار وحی ظاہر ہونے لگے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلام پیش کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ علی آپ کے لیے مثل ہارون علیہ السلام کے ہیں لہٰذا آپ حضرت ہارون علیہ السلام کے فرزندوں کے نام پر حضرت علی کے بیٹوں کے نام رکھیں، حضرت ہارون علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام شبر تھا جس کا عربی ترجمہ حسن ہے لہٰذا ان کا نام حسن رکھیے اور حضرت ہارون کے دوسرے بیٹے کا نام شبیر تھا جس کا عربی ترجمہ حسین ہے جب حضرت علی کے دوسرے بیٹے پیدا ہوئے تو ان کا نام حسین رکھا گیا۔

(اوراق غم صد ۲۷۵)

اس کو ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں یعنی حسن اور حسین کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر اور شبیر کے نام پر رکھے ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر اور شبیر کے نام پر رکھے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہونے کے وقت حضرت علی شیر خدا کو فرمایا الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے الا انہ لا نبوۃ بعدی (صحیح بخاری صد ۶۳۲ ج ۲۔ صحیح مسلم صد ۲۷۸ ج ۲) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون

علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔

سلسلہ امامت کو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں جاری فرمایا

جب حضرت علی شیر خدا کو بمنزلہ ہارون علیہ السلام کے فرمایا ہے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری نہیں کیا اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ امامت جاری فرمایا۔

چنانچہ عبدالحلیم جندی لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مفضل بن عمرو نے سوال کیا کہ حضور بتلایئے امام حسن اور امام حسین رسول پاک کی اولاد میں سے ہیں اور دونوں سبط (بیٹے) اور سیدا شباب اہل الجنتہ ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ سلسلہ امامت کو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں جاری کیا اور امام حسن کی اولاد میں جاری نہیں کیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائی تھے اور دونوں نبی تھے اللہ تعالیٰ نے نبوت حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں جاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ نبوت نہیں جاری کیا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں کیا ہے۔ اسی طرح امامت جو اللہ تعالیٰ کی خلافت ہے وہ اولاد امام حسین میں جاری کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں حکیم ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ یہ کام کیوں کیا ہے۔

(الامام جعفر صادق ص۱۷۴)

اس سے ثابت ہوا کہ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ نبوت کو جاری فرمایا اسی طرح امام حسین کی اولاد میں سلسلہ امامت کو جاری کیا۔ امامت کا منصب چونکہ امام حسین کی اولاد میں جاری کیا گیا جیسے کہ نبوت کا منصب حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں

جاری کیا گیا۔

بایں وجہ حضرت علی کو رسول پاک نے بمنزلہ ہارون علیہ السلام کے قرار دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے بیٹوں حسن اور حسین کے نام حضرت ہارون کے بیٹوں کے نام پر رکھے۔

امام حسین کا مشہور ترین لقب "شہید" ہے

امام حسین کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور لقب الرشید، الطیب، الزکی، الوفی، السید المبارک، السبط اور الشہید ہیں۔

تمام سے مشہور ترین لقب الشہید ہے اور یہ واضح امر ہے کہ آج تک نہ کسی شہادت اور نہ کسی شہید کو اس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے جتنی امام حسین کی شہادت کو ہوئی ہے۔ بایں وجہ الشہید کی صفت امام حسین علیہ السلام کے لیے لقب اور علم بن گیا اور الشہید کا لفظ جب بولا جائے تو اس سے امام حسین شہیدِ کربلا مراد ہوتے ہیں چونکہ لقب اور علم میں قریبی مناسبت ہے اس لیے لقب کو علم بھی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اہلِ عرب کی اصطلاح میں لقب کی یہ تعریف کی گئی ہے ھو علم یشعر بمدح او ذم باعتبار معناہ الاصلی کہ لقب وہ علم ہے جس میں اصلی معنے کے اعتبار سے تعریف یا برائی کا پہلو نکلے نیز مصباح اللغات میں ہے کہ لقب اصلی نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام ہے جو اپنے وضع اوّل کے اعتبار سے مدح یا ذم کی طرف مشعر ہو۔

(مصباح صـ۷۷۴)

شہود باب سمع یسمع کا مصدر ہے

گویا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اتنی مشہور اور مقبول ہوئی کہ شہید جو آپ کی صفت تھی وہ لقب اور علم ہو گیا اور شہید، شاہد، مشہود، مشاہدہ یہ تمام الفاظ شہود مصدر سے ماخوذ و مشتق ہیں اور شہود باب سمع یسمع کا مصدر ہے۔ شہد، یشہد، شہودًا اس کا معنے حاضر ہونا، معائنہ کرنا، اطلاع پانا اور گواہی دینا اور شہادۃ بمعنیٰ گواہی دینا

باب کرم سے بھی استعمال ہے اور باب مفاعلہ سے شاہد، یشاہد، مشاہدہ بمعنے معاینہ کرنا اور باب استفعال سے استشہد بمعنے گواہی دینے کو کہنا اور باب تفعل سے تشہد گواہی طلب کرنا اور التحیات پڑھنا، اور الشہادۃ مصدر ہے بمعنے یقینی خبر، گواہی، قسم، اللہ کے راستہ میں قتل ہونا، عالم ظاہر جو عالم غیب کا مقابل ہے اور الشہید بروزن فعیل صفت مشبہ بمعنے فاعل یا بمعنے مفعول ہے، شہید، شہادت سے بنا ہے بمعنے گواہی۔ یا شہود بمعنے حاضری سے بنا ہے یا مشاہدہ بمعنے دیکھنے سے بنا ہے یعنی اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دینے والا یا شہید ہوتے وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا یا شہید ہو کر جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرنے والا۔ اور شہید کا معنے امانت دار بھی ہے اور شہید وہ ذات بھی ہے جس کے علم میں سے کوئی چیز غائب نہ ہو اور شہید کا اطلاق اس شخص پر بھی ہے جو کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قتل ہوتا ہے اور المشہد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقتول ہونے کی جگہ کو بھی مشہد کہتے ہیں۔

قاضی بیضاوی نے شہید کے چار معنے ذکر کیے ہیں

قاضی بیضاوی المتوفی ۶۹۱ھ نے شہید کے چار معنے بیان کیے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ و الشهداء جمع شهيد بمعنے الحاضر او القائم بالشهادة او الناصر او الامام وكانه سمي به لانه يحضر النوادي ويبرم بمحضره الامور اذا التركيب للحضور اما بالذات او بالتصور و منه قيل للمقتول في سبيل الله شهيد لانه حضر ما كان يرجوه او الملائكة حضروه۔ (تفسیر بیضاوی)

اور شہداء شہید کی جمع ہے۔ شہید کے چار معنے ہیں۔

۱۔ حاضر مجلس
۲۔ گواہ
۳۔ حمایتی
۴۔ پیشوا، سربراہ۔

گویا مذکورہ چیزوں کو شہید کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ محفلوں میں حاضر ہوتی ہیں اور انہیں کی موجودگی میں امور تصفیہ پاتے ہیں اور حضور کی لِم اور مناسبت اس لیے نکالی گئی ہے کہ شہید کی ترکیب مادی حضور کے لیے ہے خواہ بالذات ہو یعنی وہ شئی بذاتہٖ و بنفسہٖ حاضر ہو خواہ بالتصور ہو یعنی وہ شے اپنے علم اور تصور کے اعتبار سے حاضر ہو چنانچہ گواہ بنفس نفیس شریک واقعہ نہیں ہوتا مگر اپنے معلومات کی وجہ سے حاضر سمجھا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے راہِ خدا میں جو قتل ہوتا ہے اس کو شہید کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ان تمام چیزوں پر حاضر ہوتا ہے جن کی وہ توقع رکھتا تھا یا اس کے لیے کہ فرشتے اس کے روبرو حاضر ہوتے ہیں۔ چونکہ شہید کی ترکیب مادی میں حضور کا معنٰی ہے بایں وجہ گواہ کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر ہوتا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بھی قیامت کے دن گواہ ہوگی۔

رسولِ پاک کی صفت شہید بھی ہے

چنانچہ قرآن مجید میں ہے لتکونوا شھداء علی الناس تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گواہ ہوں گے۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے ویکون الرسول علیکم شھیدًا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہوں گے اور قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمان اور کافر امتیں رسالت و نبوت کی تبلیغ کا انکار کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کہیں گی کہ اے اللہ ہم تک تیرے انبیاء کرام نے تیرے احکام نہیں پہنچائے، انبیاء عرض کریں گے یہ کافر لوگ غلط کہہ رہے ہیں ہم نے ان تک تمام احکام پہنچائے انہوں نے کوئی بات تسلیم نہ کی انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ آپ تبلیغ کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور یہ کافر انکار کر رہے ہیں آپ اپنے گواہ پیش کرو، انبیاء کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو بطور گواہ پیش کریں گے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے گواہی دیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انبیاء کرام نے واقعی اپنی امتوں کو تبلیغ کی اور احکامِ خداوندی ان تک پہنچائے

کفار لوگ ان پر جرح کریں گے کہ تم لوگ ہمارے پیچھے آئے بغیر دیکھے گواہی کیسے دے رہے ہو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت عرض کرے گی کہ اے اللہ تعالیٰ ہم نے تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا جائیگا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں نے واقعی ان سے کہا تھا اگلے انبیاء کرام نے تبلیغ کی تھی اپنی اپنی امت کو احکام خداوندی پہنچائے تھے مگر ان کی قوموں نے ان کی تکذیب کی تھی نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اے اللہ میری اُمت جو گواہی دے رہی ہے یہ گواہ بننے کے قابل ہیں اس کے بعد انبیاء کرام کے حق میں فیصلہ ہو گا۔

شہید کی ترکیب مادی میں حضور عام ہے

چونکہ شہید کی ترکیب مادی میں حضور عام ہے خواہ بالذات ہو خواہ بالتصور، اُمتِ محمدیہ جو انبیاء کرام کے حق میں گواہی دیں گے یہاں حضور بالتصور ہے یعنی یہ اپنے علم اور تصور کے اختیار سے حاضر ہوں گے اور شہید کی ترکیب مادی میں چونکہ حضور ہوتا ہے لہٰذا جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں شہید ہوتا ہے وہ ان تمام چیزوں پر حاضر ہوتا ہے جن کی وہ توقع اور اُمید رکھتا ہے۔ شہید اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت میں جانے اور آخرت کے خوف سے محفوظ رہنے اور آخرت میں عزت وغیرہ کی اُمید رکھتا ہے اس لیے شہید ان تمام چیزوں پر حاضر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کے چھ درجے ہیں

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے اللہ تعالےٰ کے نزدیک چھ درجے ہیں۔

(۱) پہلی مرتبہ اسکی مغفرت اور بخشش کی جاتی ہے اور اسے جنت کا مقام دکھایا جاتا ہے۔

(۲) اور اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔
(۳) اور یہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔
(۴) اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا۔ جس کا ایک یاقوت (موتی) دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگا۔
(۵) اور بہتر حورعین (بڑی آنکھوں والی) سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔
(۶) ویشفع فی سبعین من اقربائه (رواه الترمذی وابن ماجه)
اور اس کے ستر اہل قرابت میں اسکی شفاعت قبول کی جائے گی اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۳۳)

شہید کی جتنی امیدیں ہوں گی وہ پوری ہوں گی اور اس حدیث میں شہید کی جو چھ خوبیاں اور خصلتیں ذکر کی گئی ہیں وہ شہید میں ہی پائی جاتی ہیں کسی اور میں اجتماعی طور پر نہیں پائی جاتیں، یا شہید کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ بوقت شہادت اس کے پاس ملائکہ (فرشتے) حاضر ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جنگ احد کے دن میرے والد (عبداللہ) شہید ہو گئے تھے ان کی لاش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں لائی گئی تو اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے رونے کی آواز سنی وہ عورت حضرت عبداللہ کی بہن تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں رونے سے منع کیا اور فرمایا کہ عبداللہ پر نہ رواس پر تو فرشتے اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔
(صحیح بخاری، کتاب الجہاد)
ثابت ہوا کہ شہید کے پاس بوقت شہادت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

شہید حقیقی اور حکمی

شہید دو قسم پر ہے۔ حقیقی اور حکمی۔
شہید حقیقی وہ مسلمان عاقل بالغ طاہر ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو اور

اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہو یا معرکہ جنگ میں مردہ یا زخمی پایا گیا اور اس نے کچھ آسائش نہ پائی اس پر دنیا میں یہ احکام ہیں کہ نہ اس کو غسل دیا جائے اور نہ کفن، اپنے کپڑوں میں خون سمیت ہی دفن کر دیا جائے تو جہاں یہ حکم پایا جائے وہ شہید حقیقی ہوگا۔

شہید حکمی وہ ہے کہ اس پر دنیا کے یہ احکام جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لیے شہادت کا درجہ اور ثواب ہے۔

چنانچہ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من مات فی الطاعون فھو شھید) اور جو طاعون کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد)

اور جو ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، طلب علم، سفر حج غرض راہِ خدا میں مرنے والا اور نفاس میں مرنے والی عورت اور جمعہ کے روز مرنے والے وغیرہ بہ حکماً شہید ہیں۔ ان کو آخرت میں شہادت کا ثواب ملے گا ان کو غسل اور کفن وغیرہ دیا جائے گا۔

شہید زندہ ہوتا ہے

شہید کی زندگی قرآن سے ثابت ہے اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (پ۲ سورۃ ع۲) اور جو خدا کے راہ میں قتل کیے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ اس آیت میں شہداء کو مردہ کہنے سے روکا گیا ہے اور دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان نہ کرو (مردہ نہ سمجھو) پہلی آیت میں شہداء کو مردہ کہنے سے ممانعت کی گئی ہے اور اس دوسری آیت میں مردہ سمجھنے سے ممانعت کی گئی ہے گویا کہ پہلی آیت میں جملہ ولا تقولوا فرما کر اس بات کی تصریح کی ہے کہ شہداء کو زبان سے مردہ نہ کہو۔

قول کے دو استعمال ہیں حقیقی اور مجازی

کیونکہ لفظ ولا تقولوا کا ماخذ اور مصدر قول ہے قول کے دو استعمال ہیں حقیقی اور مجازی
قول فی الحقیقۃ تلفظ بالمفید کا نام ہے یعنی ایسے کلمات کا تلفظ کرنا جو کسی معنے کو مفید ہو
اب اس معنےٰ میں عموم ہے خواہ یہ معنے مفرد ہو یا مرکب، بعض کا کہنا ہے کہ قول ان کلمات
مرکبہ کے تلفظ کا نام ہے جو نسبت اسنادیہ پر دلالت کرے، اس دوسرے مذہب کی
تائید چند آیات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے من یقول آمنّا اسی طرح
قالوا آمنّا۔ دونوں مثالوں میں قول کے مصداقات مرکب اسنادی ہیں۔ خیر بات یہ
تھی کہ قول کے حقیقی معنے مصدر بلفظ کے ہیں پھر مجازاً مقول اور ملفوظ کے معنے میں بطور
تسمیۃ المفعول باسم المصدر استعمال ہونے لگا جیسے کہ خلق بمعنے المخلوق اور لباس بمعنے
الملبوس اور پھر اس معنے ثانی میں اس درجہ شہرت پائی کہ یہی معنے اصلی قرار پایا اور پہلے معنے
میں متروک ہوگیا گویا کہ قول کے حقیقی معنے مقول کے ہوئے پھر اس سے مجاز ہو کر دوسرے
تین معنے میں استعمال ہونے لگا۔

متکلمین نے کہا کہ قول کا استعمال کلام نفسی میں حقیقت ہے

اوّل معنے منصور فی النفس یعنی کلام نفسی کے معنے ہیں جس کو الفاظ سے تعبیر کیا جاتا
ہے اور یہ اطلاق آیت ویقولون فی انفسھم لو لا یعذ بنا اللہ بما نقول
میں موجود ہے اس لیے کہ لو لا یعذ بنا اللہ صرف دل تک محدود تھا زبان سے ادا
نہیں کیا تھا مگر اسکو یقولون کا مقولہ قرار دیا گیا اور متکلمین نے تصریح کی ہے کہ قول
کا استعمال کلام نفسی میں حقیقت ہے اور دوسرے معنے رائے کے ہیں یعنی استدلال
اور اجتہاد سے حاصل ہونے والا عقیدہ خواہ وہ عقیدہ متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ ہو تیسرے
معنے مذہب کے ہیں یعنی اجتہاد سے حاصل ہونے والا وہ عقیدہ جس میں دوسرے
مجتہد کا اختلاف ہو، اس تشریح سے واضح ہوگیا کہ رائے مذہب سے عام ہے نیز مذہب

بیشتر مسائل شرعیہ میں بولا جاتا ہے بخلاف رائے کے فانہ یطلق علی اشرعیات وغیرھا علی السواء، یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں معنے مجازی اور معنے حقیقی کے درمیان علاقہ کیا ہے۔ جواب دال مدلول کا بھی علاقہ ہو سکتا ہے اور سببیت کا بھی اس حیثیت سے کہ لفظ مقول دال ہوتا ہے۔ ان تینوں معنے پر تو علاقہ دال ومدلول کا ہوگا اور یہ استعمال تسمیتہ المدلول باسم الدال کے طور پر ہوگا اور اس حیثیت سے کہ یہ تینوں چیزیں تلفظ کا سبب بنتی ہیں یہ استعمال تسمیتہ السبب باسم المسبب کے طور پر ہوگا۔
غرضیکہ قول کا حقیقی معنے تلفظ بالمفید ہے یعنی کلمات کا تلفظ کرنا جو کسی معنے کو مفید ہو تو گویا پہلی آیت میں ولا تقولوا فرماکر اسکی تصریح کی ہے کہ شہداء کو زبان سے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور دوسری آیت میں لفظ ولا تحسبن فرماکر اس کی تصریح کی ہے کہ ان شہداء کے بارے میں اپنے دل میں گمان اور خیال نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔

افعال قلوب کا تعلق فعل اور قلب سے ہوتا ہے

لفظ حسب افعال قلوب سے ہے جن کا تعلق معنوی طور پر فعل اور قلب سے ہوتا ہے۔ گویا کہ ولا تحسبن فرماکر کہا ہے کہ شہداء کے بارے میں اپنے دل میں بھی گمان نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں قول اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے شہداء کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں اسی زندگی کا شعور نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے اور شعور کا معنےٰ ہے کہ حواس خمسہ کے ذریعہ کسی چیز کا ادراک کرنا اور ان حواس خمسہ سے حواس ظاہرہ بھی ہیں۔

حواس ظاہرہ پانچ ہیں

حواس ظاہرہ پانچ ہیں۔
۱ باصرہ۔
یعنی دیکھنے والی قوت جو ان دو مجوف عصبتین میں رکھی ہوئی ہے جو آپس میں مل کر

جدا ہو جاتے ہیں اور آنکھوں تک پہنچتے ہیں۔

② سامعہ۔

یعنی سننے والی قوت جو اس پٹھے میں رکھی ہوئی ہے جو کان کے سوراخ میں بچھا ہوا ہے اس کے ذریعے سے آوازیں سنی جاتی ہیں۔

③ شامہ

یعنی سونگھنے والی قوت جو گوشت کے ان دو ٹکڑوں میں رکھی ہوئی ہے جو سر پستان کی طرح مقدم دماغ میں لگے ہیں اس قوت سے خوشبو اور بدبو کا ادراک ہوتا ہے۔

④ ذائقہ

یہ وہ قوت چکھنے والی ہے جو جرم لسان میں پھیلی ہوئی ہے اس کے ذریعے سے مزہ کھٹا میٹھا وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔

⑤ لامسہ

یعنی یہ وہ قوت ہے جو تمام جسم میں موجود ہے جس کے ذریعے سے ٹھنڈک اور گرمی سختی اور نرمی، چکناہٹ اور کھردراپن وغیرہ کا ادراک ہوتا ہے۔

اور حواس ظاہرہ کی طرح حواس باطنہ بھی پانچ ہیں جو دماغ کی تجویفات میں بالترتیب رکھے ہوئے ہیں۔

① حس مشترک

یہ وہ قوت ہے جس میں جزئیات محسوسہ کی صورتیں منقش (مرتسم) ہوتی ہیں۔

② خیال

یہ وہ قوت ہے جو ان صور کو ملحوظ رکھتی ہیں جن کا حس مشترک میں ارتسام ہو چکا ہے محل صورت میں مادہ کے غائب ہو جانے کے بعد جب چاہے صورت کا استحضار کر لیتی ہے گویا کہ قوت خیال حس مشترک کا خزانہ ہوتی ہے۔

③ وھم

یہ وہ قوت ہے جو ان معانی جزئیہ اور شخصیہ کا ادراک کرتی ہے جو محسوسات سے

متعلق ہوتے ہیں جیسے محبت اور عداوت۔

④ حافظہ

یہ وہ قوت ہے جو قوت وہم کے مدرکات کا خزانہ ہے اور اس کے مدرکات کو محفوظ رکھتا ہے۔

⑤ متصرفہ

یہ وہ قوت ہے جس کا کام ترکیب الصور اور ترکیب المعانی ہے اور جو صور اور معانی تفصیل کرتی ہے جب اس قوۃ کو عقل استعمال کرتی ہے تو مفکرہ کہلاتی ہے اور جب اس قوت کو وہم استعمال کرتی ہے تو متخیلہ کہلاتی ہے اور جن چیزوں کا ادراک حواس کے ساتھ ہو ان کو اہل مناطقہ مشاہدات کہتے ہیں۔

چنانچہ مشاہدات کی تعریف کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے وھی قضایا یحکم فیھا بواسطۃ المشاھدۃ والاحساس اور مشاہدات وہ قضایا ہیں جن میں بواسطہ مشاہدہ اور حس کے حکم لگایا جائے اگر حواس ظاہرہ کے ساتھ ادراک ہو تو ان کو حسیات کہتے ہیں اور اگر حواس باطنہ کے ساتھ ادراک ہو تو ان کو وجدانیات کہتے ہیں اور مشاہدات از قسم بدیہیات ہیں اور بدیہیات قیاس برہان کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

برہان دو قسم پر ہے لمی اور انّی

برہان (دلیل) دو قسم پر ہے:۔

① لمی

② انّی

اور لمی اس برہان کو کہتے ہیں جس میں علت سے معلول پر دلیل لائیں یعنی کسی حکم کو اس کی علت سے ثابت کریں۔ اس برہان کو لمی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لِمَ کی طرف منسوب ہے جو علت معلوم کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے مثلاً لِمَ فعلت ھذا ای ماعلت فعلک ھذا۔

اور برہان انی اس کو کہتے ہیں جس میں معلول سے علت پر دلیل لائیں اس کو انی اس لیے کہتے ہیں کہ انّ ثبوت کے لیے ہے اور برہان انی ثبوت الحکم فی الذھن والفہم کے لیے مفید ہے۔

حضور لفظ شہید کے لیے برہان لمی ہے

برہان لمی کی مثال قاضی بیضاوی کی عبارت میں جہاں شہید کے چار معانی کا ذکر ہوا ہے گذر چکی ہے کہ شہید کی ترکیب مادی حاضر ہونا ہے اور شہید کے لیے حضور لم اور مناسبت ہے گویا کہ حضور اور حاضر ہونا شہید کے لیے برہان لمی ہے اور برہان لمی اور انی دونوں کی تفصیلی مثالیں کتب منطق میں ملاحظہ کریں[1] اور بات ہو رہی تھی کہ شہید جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوا ہے وہ زندہ ہے اس کو مردہ ہرگز نہ سمجھو مگر تم اسکی زندگی کا شعور نہیں رکھتے اس لیے کہ شعور کہتے ہیں احساس کو اور احساس کہتے ہیں ادراک بالحواس الظاہرہ یعنی حواس ظاہرہ کے ذریعہ کسی شے کا ادراک کرنا اور اسی سے مشاعر انسان ہے جو انسان کے لیے بولا جاتا ہے اور اس کی اصل شعر ہے شعر کہتے ہیں لمس کو اور اس سے اخذ کر کے شعائر کہتے ہیں اس کپڑے کو جو بدن کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ اب و لکن لا تشعرون کا معنے ہوگا شہداء زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں رکھتے چونکہ شہداء کی زندگی کے منکر کافر اور منافق تھے۔ بایں وجہ ان سے شعور اور احساس کی نفی کردی کہ کفار اور منافقین سے قوت شعور یہ مفقود ہے لہٰذا یہ شہداء کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں۔ مسلمان اور مؤمنین شہداء کی زندگی کا انکار نہیں کرتے بلکہ یہ تو شہادت اور دائمی زندگی کے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ غرضیکہ جو لوگ شہداء کی زندگی

---

[1] خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوتا ہے قرآن پاک نے اس کے لیے لفظ قتل اور مقتول کا استعمال کیا ہے۔ شہید کا لفظ ان آیات میں نہیں کیا اور شہید کا اطلاق مقتول فی سبیل اللہ پر بوجہ برہان لمی ہے کہ چونکہ مقتول فی سبیل اللہ میں بھی حضور پایا جاتا ہے اور شہید کی ترکیب مادی میں بھی حضور ہے لہٰذا مقتول فی سبیل اللہ پر بایں وجہ شہید کا اطلاق کیا گیا۔ ۱۲

کا انکار کرتے ہیں وہ علم تو کجا بلکہ شعور بھی نہیں رکھتے۔ یہ جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں کہ جانور اپنے نفع ونقصان کا احساس اور شعور رکھتے ہیں اور شہداء کی زندگی کے منکرین تو اس کا بھی احساس اور شعور نہیں رکھتے گویا کہ یہ جانوروں سے بھی بدترین ہیں۔

شہادت ایک عظیم نعمت ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہادت ایک بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر اپنا انعام فرمایا ہے ان میں شہداء کو بھی شامل فرمایا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے من یطیع اللّٰہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (پ ۵ سورۃ ع ۲) جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے پس وہی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جو کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اس آیت میں منعم علیہم میں شہداء کو بھی شامل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انبیاء اور صدیقین اور صالحین پر ہیں اور شہداء پر بھی ہیں اور یہ آیت جس میں منعم علیہم ہے کا ذکر ہے مفصل ہے اور تفصیل کر رہی ہے۔ اس آیت مجمل کی جو سورۃ فاتحہ میں صراط الذین انعمت علیھم منعم علیہم (انعام یافتہ) کو مجمل فرما کر دوسری آیت فاولئك مع الذین انعم اللّٰہ علیھم میں مفصل بیان کر دیا ہے اور تفصیل اور تفسیر میں چار قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔

مجمل کی تعریف

علماء اصول نے مجمل کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وھو ما ازدحمت فیہ المعانی فاشتبہ المراد بہ اشتباھا لا یدرك الا ببیان من جھۃ المجمل (بالکسر) (حسامی ص۱۹) مجمل وہ کلام ہے جس میں بکثرت معانی کا ازدحام ہو جائے پس اس ازدحام کی وجہ سے مراد کلام مشتبہ ہو جائے مگر مراد اجمال کنندہ کے بیان

کی جانب سے معلوم ہو سکے یعنی مجمل وہ کلام ہے جس میں ایک لفظ پر بغیر کسی ایک معنے کے راجح ہونے کے کثیر معانی کا توارد ہو جس کی وجہ سے مراد سمجھنے میں اشتباہ ہو جائے اور کلام کی مراد عقل میں سمجھ نہ آ سکے ________________ بلکہ اس کلام کی مراد سمجھنے کے لیے متکلم اور اجمال کنندہ کی طرف سے ایک بیان کی ضرورت ہے جب متکلم کا بیان مل جائے گا تو مجمل کی مراد بھی مل جائے گی۔ اگر متکلم کی جانب سے بیان شافی مل گیا تو طلب اور تامل کی ضرورت نہ رہے گی جیسے کہ قرآن پاک میں ہے اقیموا الصلواۃ اب صلوٰۃ کا لفظ مجمل ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوال سے صلوٰۃ کی تفصیل اور وضاحت ہو گئی ہے جس سے یہ مجمل، مفسر اور مفصل ہو گیا ہے اور نور الانوار میں ہے واما المجمل فما ازدحمت فیہ المعانی واشتبہ المراد بہ اشتباھا لا یدرك بنفس العبارۃ بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التامل ازدحام المعنے عبارۃ عن اجتماعھا علی اللفظ من غیر رجحان لاحدھما کما اذا انسد باب الترجیح فی المشترك۔

اور مجمل وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی داخل ہو گئے ہوں اور اس بنا پر اسکی مراد اس قدر مشتبہ ہو گئی ہو کہ نفس عبارت سے مراد معلوم نہ ہو۔ چنانچہ استفسار از متکلم، طلب اور تامل کی طرف رجوع کرنے کے بعد اسکی مراد حاصل ہو معانی کے ازدحام کا مطلب یہ ہے کہ معانی لفظ کے مطابق اس طور سے اکٹھے ہوں کہ کوئی معنے دوسرے پر راجح نہ ہو جیسے کہ اس موقع پر جبکہ مشترک میں ترجیح کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

اگر غرابت لفظ لغت کے اعتبار سے معلوم نہ ہو

ازدحام غرابت لفظ کے اعتبار سے ہو اور غرابت لفظ لغت کے اعتبار سے معلوم نہیں ہوتا جیسے کہ لفظ ھلوع ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس قول ان الانسان خلق ھلوعًا اذا مسہ الشر جزوعًا واذا مسہ الخیر منوعًا

بے شک انسان نہایت ہی حریص پیدا کیا گیا ہے جب اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے اور جب اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو سراپا اردک بن جاتا ہے۔ اب اس آیت میں لفظ ھلوع اللہ تعالیٰ کے بیان سے پہلے مجمل تھا اسکی مراد بالکل معلوم نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اذا مسہ الشر جزوعًا سے اسے بیان کر دیا جس سے وہ مفصل اور مفسر ہو گیا۔

وحکمہ اعتقاد الحقیۃ فی ماھو المراد والتوقف فیہ الیٰ ان یتبین ببیان المجمل، اور مجمل کا حکم یہ ہے کہ اسکی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ہو اور اس میں اس قدر توقف ہو کہ مجمل (میم ثانی پر زیر ہے) متکلم کے بیان سے کلام کی مراد ظاہر ہو جائے جیسے کہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی کلام واقیموا الصلوٰۃ میں ہے اب صلوٰۃ کے معنے لغت میں دعا کے ہے اور یہ معلوم نہیں ہے کہ یہاں کونسی دعا مراد ہے لیکن جب ہم نے استفسار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے افعال مبارک سے اس کی وضاحت اور تفصیل از اول تا آخر کر دی پھر ہم نے اس امر کی جستجو کی کہ صلوٰۃ کس کس معنے پر مشتمل ہے تو ہم نے اسے قیام وقعود، رکوع، سجود، تحریمہ، قرات اور تسبیحات واذکار پر مشتمل پایا پھر اس کے بعد ہم نے غور کیا تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ مذکورہ معانی سے بعض فرض، بعض واجب بعض سنت اور بعض مستحب ہیں۔ پس یہاں کلمہ صلوٰۃ جو مجمل تھا مفسر بن گیا۔

(نور الانوار ص۱۳۲)

مفسّر کی تعریف

مفسّر کی تعریف یہ ہے وھو ما ازداد وضوحا علی النص علی وجہ لا یبقی فیہ احتمال التخصیص والتاویل نحو قولہ تعالیٰ فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون وحکمہ الایجاب قطعاً بلا احتمال تخصیص ولا تاویل الا انہ یحتمل النسخ

(حسامی ص۱۵)

مفسر وہ کلام ہے جو من حیث الوضاحت نص پر بڑھ گیا ہو اس طور پر کہ اس میں تخصیص اور تاویل کا کوئی احتمال باقی نہ رہا ہو۔

مثال ارشاد خداوندی فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون ہے اور مفسر کا حکم یہ ہے کہ قطعی طور پر ثابت کرنا بغیر کسی احتمال تخصیص اور تاویل کے البتہ اس میں نسخ کا احتمال ہے یعنی مفسر وہ کلام ہے جس میں اس قدر وضاحت ہو کہ غیر مراد کا احتمال بالکل ختم ہو جائے اور اس میں احتمال تخصیص اور تاویل بھی نہ رہے، اور وضاحت کے اندر نص پر بھی بڑھ جائے یہ پہلے اپنے معنے کے لحاظ سے ظاہر بھی ہو اور اسی معنے کے لیے اس کلام کا سوق بھی ہو پھر اس کے بعد وہ کلام اگر عام کے الفاظ پر مشتمل ہو تو اس میں تخصیص کا احتمال نہ ہو اور اگر وہ خاص کے الفاظ پر مشتمل ہے تو اس میں تخصیص کا احتمال نہ ہو اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نص کے اندر تخصیص اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے جیسے کہ ظاہر کے اندر ہوتا ہے مفسر کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون ہے۔ اس آیت میں الملائکۃ صیغہ جمع کا ہے لیکن تخصیص کا احتمال تھا کہ شاید چند فرشتے مراد ہوں جیسے کہ قرآن پاک میں ہے اذ قالت الملائکۃ یا مریم یہاں الملائکۃ سے مراد صرف حضرت جبرئیل ہیں اسی طرح فسجد الملائکۃ میں بھی بعض فرشتے مراد ہوں لہٰذا کلھم کا صیغہ لاکر اس احتمال تخصیص کو ختم کر دیا اس کے بعد تاویل کا احتمال تھا کہ شاید سب فرشتوں نے سجدہ کیا ہو مگر الگ الگ ہو کر کیا ہو لہٰذا لفظ اجمعون لاکر اس احتمال تاویل کو ختم کر دیا کہ الگ الگ نہیں کیا بلکہ تمام نے اکٹھے ہو کر کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا لہٰذا یہ مفسر ہوا

مفسّر کا حکم

مفسّر کا حکم یہ ہے کہ اس پر وجوبی طور پر عمل کرنا ہوتا ہے یہ عمل یقین قلبی کے ساتھ ہوتا ہے تاویل وغیرہ کا احتمال ہرگز نہیں ہوتا مگر یہ بات پیش نظر رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات مبارک تک مفسر میں احتمال نسخ تھا اور اب حضور کے وصال کے بعد ہر مفسر محکم بن چکا ہے۔ (النامی شرح حسامی صـ۱۵)

بہرصورت مجمل وہ ہے جو اپنے مفہوم پر دلالت کرنے میں واضح نہ ہو اور جب اس کی وضاحت ہوجائے تو وہ مفصل اور مفسر ہوجاتا ہے۔ داؤد بن علی بن خلف ظاہری المتوفی ۲۷۰ھ نے کہا ہے کہ قرآن میں مجمل کا وجود نہیں ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ قرآن میں مجمل موجود تو ہے مگر اس مجمل کی تفصیل اور وضاحت بھی قرآن میں موجود ہے۔ خصوصاً اوامر اور مشروعات میں تمام کی وضاحت کردی گئی ہے۔ لہٰذا داؤد ظاہری کا مجمل کا انکار کرنا غلط ہے، سورۃ فاتحہ کی آیت صراط الذین انعمت علیہم مجمل ہے اور سورۃ نساء کی آیت فاولئک مع الذین مفصل اور مفسر ہے اور انعام کا معنے نعمت پہنچانا ہے۔

انعام کے تین معنے ہیں

ایک دیوبندی فاضل بیضاوی کی شرح میں لکھتے ہیں انعام تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اوّل ایصال النعمۃ یعنی نعمت کا پہنچانا۔
دوم آنکھ روشن کرنا۔
سوم۔ نعم (کہنا)

اول معنے کے اعتبار سے متعدی بعلیٰ ہوتا ہے اور دوسرے اور تیسرے معنے کے اعتبار سے متعدی بلام ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے انعام کا ترجمہ ایصال الاحسان الی الغیر من العقلاء کیا ہے جس کا ترجمہ فارسی میں نکوئی کردن با عاقلان ہے اسی مادہ سے ایک لفظ نُعُومۃٌ آتا ہے جس کا معنیٰ لین اور نرمی کے ہیں اسی مناسبت سے جلدٌ ناعم نرم کھال کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اسی لفظ نعمت بفتح نون سے نعمت بکسر نون ماخوذ ہے چونکہ نِعمۃ (نون کے زیر کے ساتھ) فِعلۃٌ کا وزن ہے اور فِعلۃ کا وزن کیفیت اور حالت کے معنے میں آتا ہے اس لیے اصل وضع کے اعتبار سے نعمت بکسر نون کے معنے اس حالت کے ہوں گے جس کو انسان لذیذ محسوس کرتا ہے پھر مجازاً استعمال ہونے لگا ان چیزوں کے اندر جو اس حالت کا سبب بنتی ہیں جیسے کہ

مطعومات ومشروبات وغیرہ جو سبب بنتی ہیں حالت لذیذ کا دوسری بات یہ ہے کہ دنیوی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اس عالم میں ہم کو حاصل ہیں اور اخروی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو آخرت میں حاصل ہوں گی اور موھبی سے مراد وہ نعمتیں ہیں جن میں بندہ کے کسب کو کچھ دخل نہیں ہے اور کسبی وہ نعمتیں ہیں جن میں بندہ کے کسب کو کچھ دخل ہے۔

نعمتوں کے اقسام کا شمار دو حیثیت سے ہے

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ انعام نام ایصالِ نعمت کا اور نعمت اصل وضع کے اعتبار سے اس حالت کے معنے میں ہے جس کو انسان لذیذ محسوس کرتا ہے پھر مجازاً استعمال ہونے لگا۔ اس نعمت کے اسباب میں اور یہ لفظ نعمت (بکسر نون) نَعْمَت (زبر نون) سے ماخوذ ہے جس کے معنے نرمی کے آتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ نعمتوں سے یہاں کونسی نعمتیں مراد ہیں۔ اس مراد کے سمجھنے سے پہلے نعمتوں کے اقسام سمجھ لینا ضروری ہیں نعمتوں کے اقسام شمار کرنے کی دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے اجناس کے اعتبار سے اقسام شمار کیے جائیں دوم یہ کہ ان نعمتوں کے افراد و انواع و اشخاص شمار کیے جائیں دوسری حیثیت یعنی اشخاص وانواع وافراد کو شمار کرنا دشوار ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا البتہ اول حیثیت یعنی جنسی حیثیت سے نعمت کی دو قسمیں ہیں دنیوی اور اخروی۔ پھر دنیوی کی دو قسمیں ہیں، موھبی اور کسبی، موھبی کی پھر دو قسمیں ہیں، روحانی اور جسمانی، روحانی جیسے کہ بندے کے اندر روح کا پھونک دینا روح پھونکنے کے بعد بندہ کو عقل دے کر اس عقل کے ذریعہ سے روح کو روشن کرنا اور عقل دینے کے بعد بندہ کو قوت فہم اور قوت فکر اور قوت نطق عطا کرنا عقل کہتے ہیں اس قوت کو جو از جانب قدرت کلیات کے ادراک کرنے کے لیے نفس انسانی کے واسطے تیار کی جاتی ہے اب اس قوت کے عطا کرنے کے بعد انسان کو تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ اوّل مبادی سے مطلوب کی طرف جلدی سے منتقل ہو جانا اور یہی مراد ہے فہم سے دوسرے نفس سے ذھول شدہ چیز کو جان لینا اور یہی مراد ہے فکر سے اور تیسرے اپنے دل کی بات کو تعبیر کر دینا اور یہ مراد ہے نطق سے یہ تینوں

چیزیں وھبی ہیں مگر انہی ناموں کی تین چیز کسبی بھی ہیں جو عقل کے تابع ہوتی ہیں۔

کلیات کے ادراک کرنے کو نفس ناطقہ کہا جاتا ہے

اوّل کلیات کا ادراک کرنا اور اس کو نطق سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی لیے نفس کو ناطقہ کہتے ہیں یعنی ادراک کرنے والا نفس۔

دوم کلیات مدرکہ کو ترتیب دے کر مجہولات کو حاصل کرنا اور اس کو فکر سے تعبیر کرتے ہیں اس کے لیے کہا جاتا ہے قوت مفکرہ اور پھر ترتیب دے کر جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ان کو جان لینا اس کو فہم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جسمانی جیسے کہ بدن کو پیدا کرنا اور ان قوتوں کو پیدا کرنا جو بدن کے اندر حلول کیے ہوئے مثلاً قوت ذائقہ، قوت لامسہ وغیرہ۔ اور ان کیفیات کو پیدا کرنا جو بدن کو عارض ہوتی ہیں مثلاً صحت اور اعضاء کا صحیح وسالم ہونا یہ تو مثالیں تھیں وھبی کی اور کسبی کی۔ مثالیں نفس کو رذائل سے پاک کرنا اور اس کو اچھے اخلاق اور عمدہ قوتوں سے مزین کرنا اور بدن کو عمدہ زیورات اور بہترین حالات سے مزین کرنا اور مال و مرتبہ حاصل کرنا، یہ بات پیش نظر رہے کہ یہاں پر کسبی سے مراد عام ہے خواہ روحانی ہو یا جسمانی ہو یا ان دونوں کے علاوہ ہو، روحانی جیسے کہ تزکیہ نفس اور جسمانی جیسے کہ تزیین بدن اور ان دونوں کے علاوہ وہ ہیں جو صرف وسیلہ بنے۔ ان دونوں چیزوں کا مگر داخل نہ ہو جیسے کہ حصول جاہ و مال ہے کہ جاہ و مال نہ تو بدن ہے اور نہ روح کا کوئی جزء ہے۔

اخروی نعمتیں وھبی بھی ہیں اور کسبی بھی

اب اخروی نعمتوں کی مثالیں سنیے بندہ سے جو کچھ افراط و تفریط ہوئی اس کو بخش دینا اور اس سے راضی ہو جانا اور اس کو اعلیٰ علیین میں ملائکہ مقربین کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ ٹھکانا دینا لیکن بعض لوگوں نے اس کی تفصیل بھی کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ نعمتیں اخروی وھبی بھی ہوں گی اور کسبی بھی، وھبی کی مثال مغفرت اور عفو باری تعالیٰ ہے اور کسبی کی مثال جزاء اعمال اور پھر کسبی کی دو قسمیں ہیں ایک روحانی دوم جسمانی، روحانی کی مثال

رضا باری تعالیٰ اور جسمانی کی مثال جنت کی محسوس نعمتیں. بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت کی تمام نعمتیں وھبی ہیں کسی کو بھی کسبی کہنا درست نہیں ہے کیونکہ آخرت کی نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کو حاصل کرنے میں بندہ کے کسب کو دخل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے حاصل ہو رہی ہیں. اگر نعمتوں کا ترتب بندہ کے اسی کسب پر ہے جو دنیا میں ہو چکا ہے بنیاد اس کی اس پر ہے کہ اللہ تعالےٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور جب واجب نہیں ہے تو جو کچھ بھی عطا کریں گے وہ صرف اور صرف فضل اور انعام کے قبیلہ سے ہوگا ادا حق کے قبیلہ سے نہیں ہے اور اسی کی طرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ارشاد میں اشارہ فرماتے ہیں. حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ کوئی شخص تم میں سے اپنے عمل کی بدولت نجات نہیں پائے گا.

بندہ کے لیے اعمال اس کیلیے سبب مستقل نہیں ہیں

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ آخرت میں عطا ہوگا وہ صرف اللہ کا فضل واحسان ہوگا بندہ کے اعمال اس کے لیے سبب مستقل اور علت نہیں ہیں.

حاصل یہ کہ آخرت کی تمام نعمتیں وھبی ہیں. اب رہی یہ بات کہ انعمت علیھم میں کونسی نعمتیں مراد ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ نعمتیں اخروی اور جو چیزیں دنیوی نعمتوں میں سے ان نعمتیں اخروی کا وسیلہ اور سبب بنیں وہ مراد ہیں اور یہ گذر چکا ہے کہ انعمت علیھم مجمل ہے اور اسکی تفصیل وتفسیر فاولٰئك مع الذین انعم اللہ علیھم ہے اور اس آیت مفصل میں چار قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے. انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین. اور ظاہر ہے کہ شہداء بھی منعم علیہم ہیں اور شہداء پر جو نعمتیں ہوئی ہیں ان میں سے شہادت بہت بڑی نعمت ہے اور شہادت اپنی اول حیثیت سے کسبی ہے کہ شہید جب جہاد کے لیے نکلتا ہے شہید ہونے تک اس کے کسب وعمل کو دخل ہے اور شہید ہونا اللہ تعالےٰ کی عطا سے ہے. اس کے بعد اخروی نعمتیں بھی اللہ تعالےٰ کی

طرف سے ہیں لہٰذا شہید ہونا اور شہید ہونے کے بعد والی حیثیت وھبی ہے گویا کہ شہید کی شہادت کسبی بھی ہے اور وھبی بھی ہے اور شہادت پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔

سیّد الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں

امت مسلمہ میں بڑے شہید ہوئے ہیں مگر تمام شہیدوں کے سردار اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہی ہوئے ہیں کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نے بھی بوقت شہادت اتنی مصیبتیں نہیں اٹھائیں جتنی مصیبتیں امام حسین علیہ السلام نے اٹھائی ہیں۔

قرآن پاک نے شہداء کے ذکر میں فرمایا ہے۔

و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو وہ جو کہ جب پہنچے ان کو کوئی مصیبت تو کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور تحقیق ہم طرف اس کے لوٹنے والے ہیں۔ اس آیت سے صراحتہً ثابت ہو رہا ہے کہ شہداء پر مصائب آتے ہیں اور شہداء بوقت مصائب صبر کرتے ہیں بے قرار اور پریشان نہیں ہوتے مصیبت جو آنے والی ہوتی ہے وہ ٹل نہیں سکتی وہ پہنچ کر ہی رہتی ہے لفظ مصیبت کا ماخذ اصحاب یصیبُ اصابۃ ہے جس کا معنے پہنچا ہوتا ہے اور مصیبت اس پر آتی ہے جس پر حکم الٰہی ہو یہ تدبیر وغیرہ سے نہیں ٹل سکتی پہنچ کر ہی رہتی ہے جب ان پر مصیبت آتی ہے تو گھبراتے نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ہمارا اللہ ہر چیز کا مالک ہے اللہ اگر ان کو واپس لینا چاہتا ہے تو اسکی مرضی ہے ہم بھی اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کی طرف ہی رجوع کرنے والے ہیں۔ وہ جس پر راضی ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

امام حسین نے تمام مصائب برداشت کر لیے

امام حسین علیہ السلام کو اپنی شہادت اور اس سے متعلقہ تمام مصائب کا علم تھا مگر اس کے باوجود امام حسین نے تمام مصائب برداشت کیے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پسند فرمایا، جب یزید خبیث نے اپنے کھلنڈر حکام کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کو کہا کہ میری بیعت کرو تو امام حسین نے جواب دیا کہ میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔ آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے پھر کوفہ کی طرف تشریف لے گئے جب کربلا کے مقام پر پہنچے تو یزیدی فوج کے سربراہ عمرو بن سعد نے آپ کو روک لیا اور کہا کہ آپ یزید کی بیعت کر لو تو آپ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں یزید کی کبھی بھی بیعت نہ کروں گا۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ ہم آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو قتل کر دیں گے۔ عمرو بن سعد نے ۷ محرم کو آپ کا پانی بند کر دیا اور دس محرم کے دن آپ سے جنگ کی گئی آپ اور آپ کی اہل بیت کے افراد اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا اور آپ کے جسم مبارک کو گھوڑوں سے پامال کر دیا گیا آپ کی لاش مبارک سے کپڑے اتار لیے گئے اور آپ کے خیموں کو لوٹا گیا اور خواتین پاک کے جسم و سر پر سے چادریں تک اتار لی گئیں اور تمام شہداء کے سر کاٹ دیے گئے بالخصوص امام حسین کا سر مبارک کاٹ کر نیزے پر چڑھا کر کوفہ سے دمشق لے جایا گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے جتنے مصائب برداشت کیے ہیں اتنے دنیائے اسلام میں کسی شہید نے مصائب برداشت نہیں کیے۔ امام حسین کی شہادت کی مثال دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ شہید جتنے ہی مصائب برداشت کرتا ہے اتنا ہی اس کا بلند مقام ہوتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے دنیا کے تمام شہیدوں سے زیادہ تکالیف و مصائب برداشت کیے ہیں لہٰذا آپ کے مراتب و فضائل تمام شہیدوں سے بلند و ارفع ہیں۔

بایں وجہ آپ ہی تمام شہیدوں میں سید الشہداء ہیں نیز امام حسین علیہ السلام کے سید الشہداء ہونے پر یہ حدیث صراحتہً دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ کہ حسن اور حسین

دونوں نوجوانان اہلِ جنت کے سردار ہیں۔
(مشکوٰۃ المصابیح صہ ۵۷، امام جعفر صادق صہ ۱۸۵، محقق ابوزھرہ، مستدرک صہ ۱۶۴
ج ۳۔ ذخائر عقبیٰ صہ ۲۲۴۔ تہذیب التہذیب صہ ۳۴۴ ج ۲، نورالابصار صہ ۲۰۸)

جنت میں تمام لوگ جوان ہوں گے

اور حدیث پاک میں شباب کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنیٰ نوجوانان ہے اور شباب کا لفظ اس لیے ذکر ہوا ہے کہ جنت میں تمام لوگ جوان ہی ہوں گے بوڑھا وغیرہ کوئی نہیں ہوگا۔ لان اھل الجنۃ کلھم فی سن واحد وھو الشباب۔
(حاشیہ ۹ مشکوٰۃ المصابیح صہ ۵۷)

کیونکہ اہلِ جنت تمام ہی ایک عمر کے ہوں گے یعنی جوان ہوں گے و کل اھل الجنۃ یکونون فی سن ابناء ثلاث وثلاثین (نورالابصار صہ ۲۰۸)
کہ تمام اہل جنت کی عمریں ۳۳ سال ہوں گی، جب امام حسن اور امام حسین اہل جنت کے سردار ہوئے اور جنت میں شہداء بھی ہوں گے تو ان شہداء کے امام حسین سردار ہوں گے تو ثابت ہوا کہ امام حسین سید الشہداء ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب

آپ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں پہلے کچھ ذکر ہو چکے ہیں اب کچھ اور ذکر کیے جاتے ہیں۔ امام احمد نے حضرت علی شیرِ خدا سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن سینے سے لے کر سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت حسین اس سے نچلے حصے میں آپ سے مشابہت رکھتے تھے اور ابو داؤد طیالسی میں بھی اسی قسم کی روایت ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد ۸)
حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام حسن اور حسین کو اپنے والد پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت لائیں جبکہ رسول پاک مرض وصال کی حالت میں تھے

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمایئے۔ حضور پاک نے ارشاد فرمایا اما الحسن فلہ ھیبتی وسؤددی واما الحسین فلہ جرأتی وجودی کہ حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لیے میری جراءت اور سخاوت ہے۔ (ذخائر عقبیٰ صہ۱۲۹)

زینب بنت ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال کے وقت اپنے دونوں بیٹوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کیا یہ آپ کے دونوں بیٹے ہیں اپنی وراثت میں سے کسی چیز کا ان کو وارث بنائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اما حسن فان لہ ھیبتی وسؤددی واما حسین فان لہ جرأتی وجودی کہ حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لیے میری جراءت وسخاوت ہے۔

(تہذیب التہذیب صہ۳۴۵ ج ۲)

حضور پاک نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے اور حسین اسباط سے ایک سبط ہے اور سبط نواسے کو کہتے ہیں اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ حسن اور حسین نواسوں میں سے دو نواسے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸۔ تہذیب التہذیب صہ۳۴۶ ج ۲)

عبداللہ بن شداد بن ہاد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ ہم سمجھنے لگے کہ کوئی واقعہ یا حادثہ ہوا ہے یا وحی کی گئی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس لیے سجدہ لمبا نہیں کیا و لکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ اور لیکن اس لیے کیا ہے کہ میرا بیٹا حسین مجھ پر بیٹھ گیا میں نے اس کو ناپسند کیا کہ جلدی سجدہ کردوں یہاں تک کہ وہ اپنا کھیل پورا کرلیں اور ابن بریدہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے پس حسن اور حسین دونوں سرخ قمیص پہنے ہوئے چلتے اور لڑکھڑاتے ہوئے آئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔

حضرت عمر فاروق نے امام حسین کو کہا یہ بات تم کو کس نے سکھائی آپ نے فرمایا مجھے کسی نے نہیں سکھائی

یحیی بن سعید انصاری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمر فاروق منبر پر خطبہ دے رہے تھے امام حسین منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیك فقال عمر لم یکن لابی منبر کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر جاکر بیٹھو۔ پس حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں تھا امام حسین فرماتے ہیں پھر مجھے پکڑ کر سامنے بٹھالیا جب عمر فاروق فارغ ہوئے تو مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور مجھے کہا کہ یہ بات تجھے کس نے سکھائی ہے میں نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے کسی نے نہیں سکھائی۔ (تہذیب التہذیب صہ۳۴۶ ج ۲)

حضرت امام حسین فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر فاروق کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر بھی دروازے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ انتظار کے بعد عبداللہ بن عمر واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوا اس کے بعد حضرت عمر فاروق مجھے ملے اور مجھے کہا کہ میں نے آپ کو دیکھا نہیں ہے میں نے کہا امیر المومنین میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت معاویہ

سے علیحدگی میں گفتگو کر رہے تھے اور عبداللہ بن عمر دروازہ پر تھے وہ انتظار کے بعد واپس ہوئے میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوگیا تو حضرت عمر فاروق نے فرمایا آپ تشریف لے آتے آپ کو اجازت کی کیا ضرورت تھی نیز حضرت عمر فاروق نے فرمایا وانما انبت ما ترہی فی رؤسنا اللہ ثم انتم کہ آپ جو ہمارے سروں پر بال دیکھ رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور آپ نے ہی اُگائے ہیں۔

(تہذیب التہذیب صد ۳۴۶ ج ۲)

رسولِ پاک کے ایک کندھے پر حسن تھے اور دوسرے پر حسین تھے

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی مسجد میں آئے تو جابر بن عبداللہ نے کہا جو شخص نوجوانانِ جنت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حسین کی طرف دیکھے میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حضرت حسن اور حسین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت حسن ایک کندھے پر اور حضرت حسین دوسرے کندھے پر تھے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ایک کو چومتے تھے اور ایک دفعہ دوسرے کو چومتے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم بلاشبہ آپ ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابوہریرہ نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے پس جب آپ سجدہ کرتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی پشت پر چڑھ جاتے اور جب آپ اپنا سر مبارک اٹھاتے تو آپ انہیں نرمی سے پکڑ کر زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ دوبارہ سجدہ کرتے

تو وہ دونوں دوبارہ آپ کی پشت پر چڑھ جاتے حتیٰ کہ آپ نے اپنی نماز ختم کی اور دونوں کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ کے پاس جاکر پوچھا یارسول اللہ میں ان دونوں کو ان کی ماں کے پاس واپس لے جاؤں۔ راوی بیان کرتا ہے بجلی چمکی اور آپ نے ان دونوں سے کہا کہ اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ دونوں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے (البدایہ والنہایہ، جلد ۸)

ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے تھے میں نے کہا کہ تم دونوں کو اُٹھانے والی سواری کیا اچھی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور یہ دونوں سوار بھی کیا اچھے ہیں۔ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن کو کندھے پر اُٹھائے ہوئے باہر نکلے تو ایک شخص نے کہا کہ اے بچے تو کیا اچھی سواری پر سوار ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سوار بھی کیا اچھا ہے۔

حضرت اُم فضل بنت حارث کا خواب

حضرت ام فضل بنت حارث سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رات میں نے ایک ڈر والا خواب دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا دیکھا ہے ام فضل نے کہا کہ بہت ڈراؤنا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے سناؤ تو ام فضل نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ خواب تو اچھا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے ہاں امام حسین پیدا ہوئے ان کو اُم فضل کی گود میں دیا گیا۔

جبریل علیہ السلام حضور پاک کے پاس کربلا کی سُرخ مٹی لائے

حضرت ام فضل فرماتی ہیں کہ پھر میں ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا ہے آپ نے فرمایا اتانی جبریل علیہ السلام فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا قال نعم واتانی بتربة من تربتہ حمرا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت (یعنی میری امت سے بعض نافرمان) میرے اس بیٹے (حسین) کو عنقریب قتل کردیں گے۔ میں نے کہا اس بیٹے (حسین) کو آپ نے فرمایا ہاں اور جبریل علیہ السلام میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی سے کچھ مٹی بھی لائے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۲)

حضرت سلمٰی روایت کرتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے پاس آئی وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں قالت رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک پر گرد وغبار ہے نقلت مالک یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین آنفا۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی حسین کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۲)

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے الحسین یقتل بارض العراق وھذہ تربتھا کہ حسین عراق کی زمین پر قتل کیے جائیں گے اور یہ وہاں کی مٹی ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۲۵ ج ۲)

اصبغ بن بنانہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی شیر خدا کے ساتھ امام حسین کی قبر کی جگہ پر آئے تو حضرت علی شیر خدا نے فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون بہنے کا مقام ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گروہ اس میدان میں شہید ہوگا۔ تبکی علیھم السماء والارض جس پر آسمان اور زمین روئے گا۔ (خصائص کبریٰ صہ ۱۲۶ ج ۲)

امام حسین فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے

بجلی حضرمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں سفر صفین میں حضرت علی شیر خدا کے ساتھ تھا جب آپ نینوا کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا اے ابوعبداللہ (امام حسین) فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے عرض کیا یہ کیا فرمایا ہے۔ حضرت علی شیر خدا نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے۔ ان الحسین یقتل بشط الفرات کہ حسین فرات کے کنارے قتل کیے جائیں گے اور مجھے وہاں کی مٹی دکھائی (خصائص کبریٰ ج ۲ تہذیب التہذیب صہ ۳۴۷ ج ۲)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ہم اور اہل بیت اس بات میں شک نہیں کرتے تھے ان الحسین بن علی یقتل بالطف کہ حسین بن علی طف (کربلا) میں شہید ہوں گے (خصائص کبریٰ صہ ۱۲۶ ج ۲)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے دوپہر کے وقت خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں بیدہ قارورۃ فیھا دم آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ما ھذا قال ھذا دم الحسین واصحابہ یہ کیا ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج اکٹھا کرتا رہا ہوں۔ عبداللہ بن عباس نے کہا فاحصی ذالک الوقت فاجد قتل ذالک الوقت پس میں نے اس وقت کو یاد رکھا (جبکہ میں نے یہ خواب دیکھا تھا)

پس میں نے امام حسین کا شہید ہونا اسی وقت کے مطابق پایا۔
(مشکوٰۃ المصابیح صہ ۵۷۲، تہذیب التہذیب صہ ۳۵۵ ج ۲)

حضور پاک نے امام حسین کو گود میں بٹھالیا اور چومنے لگے

حضرت انس سے روایت ہے کہ جو فرشتہ بارش برسانے پر مامور ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اسکو اجازت مل گئی۔ اس دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے جب فرشتہ حاضر ہوا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ کو فرمایا کہ دروازے کا خیال رکھنا کوئی اندر داخل نہ ہو، اچانک امام حسین آئے اور وہ اندر چلے گئے اور جاتے ہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک پر چڑھ گئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین کو گود میں بٹھا لیا اور حسین کو چومنے لگے فرشتے نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حسین کو محبوب رکھتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں فرشتے نے عرض کیا کیا آپ کی امت میں سے بعض (نافرمان) لوگ حسین کو قتل کریں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ سے مٹی لاؤں جہاں حسین قتل کیے جائیں گے۔ پس فرشتے نے اپنا ہاتھ مارا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ مٹی دکھادی۔ فاخذته ام سلمة فصرته فی طرف ثوبها قال فکنا نسمع انه یقتل بکربلا پھر اس مٹی کو ام سلمہ نے لے کر اپنے کپڑے کے ایک کنارے میں باندھ لیا۔

راوی نے کہا کہ ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے

راوی نے کہا کہ ہم سنا کرتے تھے کہ حسین کربلا میں شہید ہوں گے اور حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے تھے

اچانک جاگ پڑے اور آپ پریشان تھے اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مٹی کیسی ہے آپ نے فرمایا جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا حسین عراق کی زمین پر قتل کیا جائے گا اور یہ وہاں کی مٹی ہے پھر یہ مٹی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ کو دی اور فرمایا ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے گی تو جان لینا میرا بیٹا حسین قتل (شہید) ہو گیا ہے۔ آخری چند الفاظ طبرانی سے مروی ہیں۔

(خصائص کبریٰ صہ ۱۲۵ ج ۱)

اللہ نے رسول پاک کی طرف وحی کی میں حسین کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار لوگوں کو قتل کرانے والا ہوں

خطیب نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی کہ میں نے یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کے بدلے ستر ہزار لوگوں کو قتل کرایا ہے اور میں تیری بیٹی کے بیٹے (امام حسین) کے بدلے میں ایک لاکھ چالیس ہزار لوگوں کو قتل کرانے والا ہوں۔ حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا ہے (تہذیب التہذیب صہ ۳۵۴ ج ۲)

انس بن حارث نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا بیٹا یعنی حضرت حسین زمین کربلا میں قتل ہوگا اور تم میں جو شخص اس موقعہ پر موجود ہو وہ اس کی مدد کرے۔ راوی بیان کرتا ہے انس بن حارث کربلا کی طرف گئے اور حضرت امام حسین کے ساتھ شہید ہو گئے، محمد بن سعد وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ وہ صفین جاتے ہوئے اندرائن کے پودوں کے پاس کربلا سے گذرے تو آپ نے اس جگہ کا نام دریافت کیا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس کا نام کربلا ہے آپ نے فرمایا کرب اور بلا آپ نے اتر کر وہاں ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر فرمایا یہاں شہداء قتل ہوں گے وہ جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے اور آپ نے وہاں ایک جگہ کی طرف اشارہ

کیا پس انہوں نے اس کو پہچان لیا اور امام حسین اسی جگہ شہید ہوئے۔
(البدایہ والنہایہ، ج ۸)

امام حسین پر جنّات نے نوحہ کیا

کعب احبار سے کربلا کے متعلق کچھ آثار مروی ہیں اور ابوالجناب کلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل کربلا امام حسین پر ہمیشہ جنات کا نوحہ سنتے رہے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا ہے اور اس کی چمک رخسار پر ہے اور آپ کے والدین قریش کے عالی قدر آدمیوں میں سے ہیں اور آپ کا نانا بہترین نانا ہے اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ لوگوں کا ایک گروہ ایک غزوہ میں بلاد روم کی طرف گیا انہوں نے ایک کلیسا میں لکھا دیکھا ؎

کیا وہ اُمت ہے جس نے حسین کو قتل کیا ہے
یوم حساب کو اس کے نانا پاک کی شفاعت کی امید رکھتی ہے

انہوں نے پوچھا یہ شعر کس نے لکھا ہے۔ انہوں نے کہا یہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ روایت ہے جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا انہوں نے واپس آکر شراب نوشی کرتے ہوئے رات گذاری اور امام حسین کا سر اقدس ان کے پاس موجود تھا تو ایک آہنی قلم ان کے سامنے نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر ان کے لیے یہ شعر لکھا ؎

کیا وہ اُمت جس نے حسین کو قتل کیا ہے
یوم حساب کو اس کے نانا پاک کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ اُم سلمہ نے فرمایا کہ میں نے جنات کو امام حسین پر روتے سنا اور میں نے جنات کو امام حسین پر نوحہ کرتے سنا وہ کہہ رہے تھے اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو! تمہیں عذاب و سزا کی اطلاع ہو، تمام اہل آسمان، نبی مرسل اور لوگ تمہارے خلاف بد دعا کرتے ہیں تم پر

حضرت داؤد، حضرت موسیٰ اور صاحب انجیل (عیسیٰ) علیہم السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۱)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام حسین کے قتل کے بارے میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں اور جن لوگوں نے امام حسین کو قتل کیا ہے ان میں سے کوئی کم ہی دنیا میں آفت اور مصیبت سے بچا ہے اور وہ اس دنیا سے اس وقت تک نہیں گیا یہاں تک کہ اسے مرض لاحق ہوا اور ان کی اکثریت کو جنون ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸)

حافظ ابن کثیر کی بعض احادیث پر جرح غیر معتبر ہے

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کا بعض محل نظر ہے اور اگر ابن جریر، حفاظ حدیث وغیرہ اور ائمہ نے اسی کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں اس کا بیان نہ کرتا (البدایہ والنہایہ، جلد ۸) حافظ ابن کثیر نے امام حسین کے فضائل میں احادیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان احادیث میں اکثر صحیح ہیں گویا کہ ابن کثیر کے نزدیک بعض صحیح نہیں ہیں۔ نیز لکھا ہے کہ بعض محل نظر ہیں، ابن جریر اور حفاظ و ائمہ حدیث اگر ان احادیث کو ذکر نہ کرتے تو میں ان کو بیان نہ کرتا میں نے تو ان احادیث کو ان کی اتباع میں ذکر کیا ہے ہم پہلے بحث تقدیم میں لکھ آئے ہیں کہ اہل بیتِ اطہار کے فضائل و مناقب میں جتنی احادیث وارد ہیں وہ تمام صحیح ہیں اگر صحیح نہ ہوتیں تو ابن جریر و حفاظ حدیث اور ائمہ حضرات ان کو اپنی کتابوں میں درج نہ کرتے۔ ابن جریر وغیرہ کا ان کو روایت کرنا اور ان کو قابل استدلال اور قابل عمل ٹھہرانا اس پر واضح دلالت کرتا ہے کہ اہل بیتِ اطہار کے فضائل میں جتنی احادیث مروی ہیں وہ تمام صحیح ہیں۔

ابن کثیر کا ایک طرف یہ کہنا کہ یہ احادیث محل نظر ہیں اور دوسری طرف یہ کہنا کہ میں نے

ابن جریر وحفاظ اور ائمہ حضرات کے اتباع میں ان کو ذکر کیا ہے۔ صریح تضاد ہے جب جرح متضاد ہے تو ہرگز معتبر نہیں ہے۔ حضرت علی شیر خدا، امام حسین اور دیگر اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب میں جو احادیث و روایات ابن جریر و دیگر محدثین نے ذکر کی ہیں وہ صحیح ہیں۔

جب امام حسن اور امام حسین سوار ہوتے تو ابن عباس ان کی رکاب پکڑ لیتے

حافظ ابن کثیر حسنین کریمین کے فضائل میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں (حسن اور حسین) کا احترام کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن اور حسین کا بڑا اکرام واحترام کرتے تھے۔ جب حضرت حسن اور حسین سوار ہوتے تو ابن عباس ان کی رکاب پکڑ لیتے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت حسین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی صحبت اختیار کی۔ حتیٰ کہ آپ ان سے راضی ہونے کی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت حسین اپنے باپ کے ساتھ رہے اور ان سے روایت کی اور آپ جمل و صفین کے تمام معرکوں میں اپنے باپ کے ساتھ رہے اور آپ معظم و مؤقر تھے اور ہمیشہ اپنے باپ کے اطاعت گذار رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸)

امام حسین کی شہادت کے ابتدائی واقعات

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رجب ۶۰ھ میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی اس کے بعد یزید بادشاہ بنا اس وقت اسکی عمر تقریباً ۳۱ سال تھی اور حکمران بننے کے بعد یزید نے حاکم مدینہ منورہ ولیدؓ بن عتبہ کو لکھا حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو میری بیعت کے لیے سختی سے پکڑ لو اور اس میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہونی چاہیے (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حتیٰ کہ وہ بیعت کرلیں۔

مدینہ منورہ کے حاکم ولید نے مروان بن حکم کے ساتھ مشورہ کیا

ولید بن عتبہ نے مروان بن حکم کی طرف پیغام بھیجا اور اسے خط سنایا اور ان لوگوں کے بارے میں اس سے مشورہ کیا مروان نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ قبل اس کے کہ انہیں حضرت معاویہ کی موت کا علم ہو آپ انہیں بیعت کرنے کی دعوت دیں اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ پس اس نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجا۔ یہ دونوں حضرات مسجد میں تھے اس نے ان دونوں کو کہا کہ امیر ولید کے پاس چلیے۔ ان دونوں نے کہا کہ آپ ابھی واپس جائیے ہم اس کے پاس آتے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے پھر حضرت حسین اٹھے اور آپ نے اپنے غلاموں کو ساتھ لیا اور ولید کے دروازے پر آکر اجازت طلب کی اس نے آپ کو اجازت دی آپ اکیلے اندر داخل ہوئے اور اپنے غلاموں کو دروازے پر بیٹھنے کا حکم دیا اور ان کو فرمایا کہ اگر کوئی تم ایسی بات سنو جو تمہیں شک میں ڈالے تو اندر داخل ہو جانا آپ سلام کے بعد بیٹھ گئے اور مروان بن حکم بھی اس کے پاس تھا۔ ولید بن عتبہ نے آپ کو خط دیا اور حضرت معاویہ کی وفات کی خبر دی اس کے بعد ولید نے آپ کو بیعت یزید کی دعوت دی تو امام حسین نے اسے کہا کہ میرے جیسا شخص پوشیدہ بیعت نہیں کرتا آپ مجھ سے اس بات کا تقاضا نہ کریں۔ ولید نے کہا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ مروان نے ولید سے کہا اگر اس وقت انہوں نے بیعت نہ کی تو تمہارے درمیان اور ان کے درمیان بڑا قتلام ہوگا انہیں روکیے اور بیعت کے بغیر انہیں جانے نہ دیجیے بصورت دیگر انہیں قتل کر دیجیے۔ حضرت حسین نے اٹھ کر کہا اے ابن زرقاء تو مجھے قتل کرے گا خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور گناہ کیا ہے پھر امام حسین واپس تشریف لے آئے، مروان بن حکم نے ولید بن عتبہ کو کہا خدا کی قسم اس کے

ل تہذیب التہذیب ص۳۴۹ ج ۲۔ تاریخ الفخری ص۱۱۵، تاریخ طبری ص۱۶۳ حصہ ۴)

بعد توانہیں کبھی نہیں دیکھے گا۔ ولید نے کہا اے مروان قسم بخدا میں نہیں چاہتا کہ دنیا ومافیہا میرے لیے ہو اور میں امام حسین کو قتل کر دوں میں امام حسین کو اس قول پر کہ میں بیعت نہیں کرتا قتل کر دوں۔ خدا کی قسم میرا یقین ہے کہ جو شخص حضرت حسین کو قتل کرے گا قیامت کے دن اس کا ترازو ہلکا ہوگا (یعنی وہ دوزخی ہوگا)

امام حسین کا بمعہ اہل وعیال مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جانا

امام حسین نے واپس آکر اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور اتوار کی شب کو جب اس سال کے رجب کی دو راتیں باقی تھیں آپ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اس سال کے رمضان میں یزید بن معاویہ نے ولید بن عتبہ کو اسکی کوتاہی کی وجہ سے مدینہ منورہ کی امارت سے معزول کر دیا اور مدینہ منورہ کے حاکم عمرو بن سعید بن عاص کو حاکم مکہ بنا دیا۔

روئے زمین کا کوئی شخص امام حسین کی برابری نہیں کر سکتا تھا

امام حسین جب مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور لوگوں نے سنا کہ یزید بن معاویہ بادشاہ بن گیا ہے اور یہ بھی سنا کہ امام حسین مکہ مکرمہ تشریف لے آئے ہیں تو لوگ آپ کے پاس آنے لگے اور لوگوں کا رجحان امام حسین کی طرف ہو گیا کیونکہ آپ بڑے سردار اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے تھے اور روئے زمین کا کوئی شخص اس وقت آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی آپ کی برابری کر سکتا تھا لیکن ساری یزید ی حکومت آپ سے دشمنی کرتی تھی اور بلاد عراق سے آپ کے پاس بکثرت خطوط آئے کہ وہ امام حسین کو اپنے پاس بلاتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہیں حضرت معاویہ کی موت اور یزید کی حکومت اور امام حسین کا بیعت یزید سے انکار اور آپ کی مکہ مکرمہ میں تشریف آوری کی اطلاع ملی پس سب سے پہلے عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال آپ کے پاس آئے جن کے پاس ایک خط تھا جس میں سلام اور حضرت معاویہ کی موت کی خبر دی گئی تھی۔ یہ دونوں اس سال (سن ۶۰ھ) کی دس رمضان کو امام حسین کے پاس

آئے پھر انہوں نے ان دونوں کے بعد ایک اور جماعت کو بھیجا جس میں قیس بن مسھر، و عبدالرحمٰن بن عبداللہ الکوا اور عمارہ بن عبداللہ سلولی شامل تھے اور ان کے پاس امام حسین کی جانب تقریباً ڈیڑھ سو خطوط بھی تھے پھر انہوں نے ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو بھیجا جن کے پاس ایک خط تھا جس میں ذکر تھا کہ آپ جلد ان کی طرف چل پڑیں اور شبیث بن ربعی، حجاج بن بحر، یزید بن حارث بن رویم، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمر بجلی تیمی نے آپ کی طرف لکھا۔ اما بعد باغات سبز ہو گئے ہیں اور پھل پک چکے ہیں اور پیالے چھلک رہے ہیں آپ جب چاہیں اپنے جمع شدہ لشکر کے پاس آ جائیں آپ پر سلامتی ہو پس سب قاصد اور ایلچی اپنے خطوط کے ساتھ امام حسین کے پاس جمع ہو گئے اور آپ کو ان کے پاس جانے پر آمادہ کرنے لگے تاکہ وہ لوگ آپ کی بیعت کریں کیونکہ انہوں نے اب تک کسی کی بیعت نہیں کی تھی اور وہ آپ کی آمد کے منتظر ہیں اس موقعہ پر امام حسین اپنے عم زاد حضرت مسلم[1] بن عقیل بن ابی طالب کو عراق کی طرف بھیجا تاکہ وہ آپ کے لیے اس امر کی حقیقت اور اتفاق کو معلوم کریں اور اگر یہ کوئی حتمی محکم اور مستقل امر ہو تو آپ کی طرف پیغام بھیجیں تاکہ آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ کوفہ آ جائیں اور امام حسین نے ایک خط بھی اس بارے میں اہل عراق کی طرف لکھا۔

جب امام مسلم بن عقیل مکہ مکرمہ سے چلے

جب مسلم بن عقیل مکہ مکرمہ سے چلے تو مدینہ منورہ سے گذرے تو آپ نے وہاں سے دو رہنما بھی ساتھ لیے جو آپ کو متروک راستوں کے جنگلات سے لے گئے اور سب سے پہلے ان دونوں میں سے ایک رہنما پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گیا اور وہ راستہ سے بھٹک گئے اور دوسرا رہنما بھی ہلاک ہو گیا جس سے امام مسلم بن عقیل نے

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸، تاریخ طبری صہ ۱۷۸ ج ۴۔
تہذیب التہذیب صہ ۳۴۹ ج ۲۔

بدشگونی لی اور مسلم بن عقیل وہیں ٹھہر گئے اور مسلم بن عقیل نے امام حسین سے اپنے بارے میں مشورہ طلب کرتے ہوئے خط لکھا امام حسین نے جواب میں فرمایا آپ کوفہ میں داخل ہو جائیں اور اہل کوفہ سے مل کر ان کی حقیقت حال معلوم کریں آپ جب کوفہ میں داخل ہوئے تو آپ ایک شخص کے ہاں ٹھہرے جسے مسلم بن عوسجہ اسدی کہا جاتا تھا اور بعض کا قول ہے مسلم بن عقیل، مختار بن عبید ثقفی کے مکان پر آئے واللہ اعلم۔

جب اہل کوفہ نے آپ کی آمد کا سنا تو انہوں نے آپ کے پاس آ کر امام حسین کی خلافت پر آپ کی بیعت کی اور انہیں حلف دیا کہ وہ اپنے جان و مال سے آپ کی مدد کریں گے اور اہل عراق میں سے بارہ ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت پر اتفاق کیا پھر وہ بڑھ کر اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئے تو مسلم بن عقیل نے امام حسین کو لکھا کہ وہ عراق آ جائیں بیعت اور دیگر امور آپ کے لیے ہموار ہو چکے ہیں۔ امام حسین کو جب مسلم بن عقیل کی طرف سے اطلاع ملی تو امام حسین مکہ مکرمہ سے کوفہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور ان کی خبر پھیل گئی حتیٰ کہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کو بھی اطلاع پہنچ گئی، یہ خبر امیر کوفہ کو ایک شخص نے دی۔ امیر کوفہ نے اس خبر کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن لوگوں سے خطاب کر کے انہیں اختلاف اور فتنہ سے روکا اور انہیں مل جل کر رہنے کا حکم دیا۔ ایک شخص عبید اللہ بن مسلم بن شعبہ حضرمی نعمان بن بشیر سے ملا اور کہنے لگا جو راستہ اپنے اختیار کیا ہے وہ کمزور لوگوں کا راستہ ہے نعمان بن بشیر نے اسے کہا کہ مجھے اطاعت الٰہی میں کمزور ہونا معصیت الٰہی میں قوی ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے پھر اس شخص نے یزید[1] کو خط لکھا اور اسے اس بات کی اطلاع دی اور عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یزید کی طرف خط لکھا، یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا اور بصرہ کے ساتھ کوفہ کو بھی عبید اللہ بن زیاد کے ماتحت کر دیا اور یہ یزید بن معاویہ کے غلام سرجون[2] کے مشورہ سے ہوا اور یزید اس سے مشورہ لیا کرتا تھا، سرجون نے

---

[1] تاریخ طبری ص۱۷۳ ج ۴۔ تہذیب التہذیب ص۳۴۹، ج ۲)

[2] تاریخ طبری ص۱۷۴ ج ۴۔ تہذیب التہذیب ص۳۴۹ ج ۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۸

کہا کہ اگر حضرت معاویہ زندہ ہوتے تو وہ جو مشورہ دیتے تو اسے قبول کرتا اس نے کہا ہاں سرجون نے کہا کہ میری بات مان لو عبیداللہ بن زیاد کے سوا کوئی شخص کوفہ کے قابل نہیں ہے اسے کوفہ کا امیر بنا دو۔

ابن زیاد کا کوفہ میں آنا

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یزید نے ابن زیاد کو لکھا جب تو کوفہ آئے تو مسلم بن عقیل کو طلب کرنا اگر تو ان پر قابو پائے تو قتل کر دینا۔ یزید نے یہ خط مسلم بن عمرو باہلی کے ہاتھ بھیج دیا اور ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا اور کوفہ میں سیاہ عمامہ کا ڈھاٹھہ باندھ کر داخل ہوا اور لوگوں کے اشراف کی جس جماعت کے پاس سے گذرتا انہیں السلام علیکم کہتا اور وہ وعلیکم السلام خوش آمدید اے پسر رسول اللہ کہتے وہ خیال کرتے کہ یہ حضرت حسین ہیں اور وہ آپ کی آمد کے منتظر تھے اور اس کے پاس لوگوں کا جمگھٹا ہو گیا اور وہ کوفہ میں سترہ آدمیوں کے ساتھ آیا اور مسلم بن عمرو نے کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے اور جب اہل کوفہ کو اس بات کا علم ہوا ان پر شدید غم چھا گیا اور ابن زیاد کوفہ کے قصر امارت میں اتر پڑا اور جب اس کا معاملہ مضبوط ہو گیا تو اس نے اپنے غلام معقل[۲] کو تین ہزار درہم کے ساتھ بھیجا اور معقل نے لوگوں کو کہا کہ وہ حمص سے امام مسلم بن عقیل کی بیعت کرنے کے لیے آیا ہے اس نے لوگوں سے پوچھا کہ امام مسلم بن عقیل کی بیعت کرنے کے لیے لوگ اس وقت کس جگہ ہیں لوگوں نے وہ جگہ اس کو بتا دی یہ اس گھر میں داخل ہوا جو ہانی بن عروہ کا گھر تھا لوگ اسے امام مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اس نے بیعت کی اور یہ مسلم بن عقیل کے ساتھ رہا حتیٰ کہ ان کے معاملہ پر مطلع ہو گیا اس نے امام مسلم بن عقیل کے حکم کے مطابق مال کو ابو ثمامہ عامری کے سپرد کر دیا

---

[۱] تہذیب التہذیب صہ۳۵۰ ج ۲۔ تاریخ طبری صہ۲۷۱ ج ۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸)

[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اور مال آتا تھا وہ اس کے پاس ہی جمع ہوتا تھا اور یہ ہتھیار خریدتا تھا اور یہ عرب کے مشہور شہ سواروں میں سے تھا۔ معقل نے واپس آ کر عبید اللہ بن زیاد کو گھر اور اس گھر کے مالک کے متعلق بتایا اور امام مسلم بن عقیل ہانی بن حمید بن عروہ مرادی کے گھر منتقل ہو گئے۔

شریک بن اعور نے ہانی کو پیغام بھیجا کہ امام مسلم بن عقیل کو میرے گھر بھیج دو

شریک بن اعور جو اکابر امراء میں سے تھا اور اسے اطلاع ملی کہ عبید اللہ بن زیاد اسکی عیادت کرنا چاہتا ہے اس نے ہانی کو پیغام بھیجا کہ امام مسلم بن عقیل کو میرے گھر میں بھیج دیں تاکہ جب عبید اللہ بن زیاد میری عیادت کو آئے تو وہ اسے قتل کر دیں تو اس نے امام مسلم بن عقیل کو اس کے گھر بھیج دیا تو شریک نے آپ سے کہا کہ آپ خیمہ میں چھپ جائیں اور جب عبید اللہ بن زیاد میرے پاس بیٹھ جائے گا تو میں پانی طلب کروں گا یہ آپ کی طرف اشارہ ہوگا آپ نکل کر اس کو قتل کر دیں جب عبید اللہ بن زیاد آ کر بیٹھ گیا اور ہانی بن عروہ بھی شریک کے پاس ہی تھا۔ شریک نے پانی طلب کیا لونڈی پانی لے کر آئی مگر امام مسلم بن عقیل خیمہ سے نہ نکلے اور نہ ہی عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا شریک نے پھر پانی طلب کیا لونڈی پھر پانی لائی مگر امام مسلم بن عقیل نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل نہ کیا لونڈی واپس چلی گئی۔ شریک نے پھر پانی طلب کیا لونڈی پھر پانی لائی مگر امام مسلم بن عقیل خیمہ سے نہ نکلے عبید اللہ بن زیاد کے غلام نے ابن زیاد کو اشارہ کیا ابن زیاد جلدی سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ شریک نے ابن زیاد کو کہا اے امیر میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں بیٹھ جایئے اس نے کہا کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔ ابن زیاد کے غلام نے ابن زیاد کو گھوڑے پر سوار کیا اور کہا کہ یہاں سے چلو یہ لوگ تم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ابن زیاد واپس چلا گیا بعد میں شریک نے امام مسلم بن عقیل کو کہا کہ آپ خیمہ سے باہر کیوں نہیں نکلے اور اسے قتل کیوں نہیں کیا تو امام مسلم بن عقیل نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ایک حدیث پہنچی ہے وہ یہ ہے۔

ایمان کسی پر غفلت کی حالت میں حملہ کرنے سے روکتا ہے

آپ نے فرمایا کہ ایمان غفلت میں حملہ کرنے کی ضد ہے اور مؤمن غفلت میں حملہ نہیں کرتا اور میں نے اسے تمہارے گھر میں قتل کرنا پسند نہیں کیا۔ تین دن کے بعد شریک مرگیا، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد محل کے دروازے پر پہنچا تو وہ ڈھاٹھ باندھے ہوئے تھا۔ نعمان بن بشیر نے خیال کیا کہ امام حسین آگئے ہیں اور عبیداللہ بن زیاد نے کہا کہ دروازہ کھول دے اس نے دروازہ کھول دیا اب اسے یقین ہوگیا کہ امام حسین نہیں ہیں وہ شرمندہ ہوا اور ابن زیاد قصر امارت کی طرف گیا اور منادی کا حکم دیا اور اس نے الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کردیا لوگ اکٹھے ہوگئے۔ ابن زیاد ان کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ نے مجھے تم پر حاکم مقرر کیا ہے جو میرا حکم مانے گا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں گا اور جو میری نافرمانی کرے گا میں اسکو قتل کردوں گا اور ہانی بن عروہ بھی بڑے امراء میں سے تھا وہ ابن زیاد کو ملنے کے لیے نہیں آیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ وہ کیوں نہیں آیا لوگوں نے کہا کہ وہ بیمار ہیں۔

ہانی بن عروہ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا

راوی نے کہا کہ بعض امراء ہانی بن عروہ کے پاس آئے وہ اس کو ابن زیاد کے پاس لے گئے جب ابن زیاد کے پاس آئے تو ابن زیاد نے ہانی بن عروہ سے پوچھا کہ ہانی مسلم بن عقیل کہاں ہیں وہ کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اسی وقت ابن زیاد نے معقل کو بلایا اور ابن زیاد نے ہانی کو کہا کہ اس کو تم پہچانتے ہو ہانی نے کہا ہاں ابن زیاد نے کہا کہ پھر جاؤ مسلم بن عقیل کو میرے پاس لاؤ ہانی بن عروہ نے کہا خدا کی قسم اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہو تو میں پاؤں اوپر نہ اٹھاؤں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے ہانی بن عروہ کو پکڑ کر قریب کیا تو ابن زیاد نے اس کے چہرے پر نیزہ مارا

اور اس کے ربرو کو زخمی کر دیا[1] اور اسکی ناک توڑ دی۔ ابن زیاد نے کہا کہ اللہ نے تیرا خون میرے لیے حلال کر دیا ہے پھر ابن زیاد کے حکم سے اسے قید کر دیا گیا اس کی قوم عمرو بن حجاج کے ساتھ محل کے دروازے پر کھڑے ہو گئے ان کا خیال تھا کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ابن زیاد نے ان کا شور سنا تو اس نے قاضی شریح سے جو اس کے پاس ہی تھا کہا کہ ان کے پاس جاکر ان سے کہیے کہ ابن زیاد نے صرف اس کو اس لیے قید کیا ہے کہ وہ اس سے حضرت مسلم بن عقیل کے بارے میں دریافت کرے اور شریح نے ان سے کہا کہ تمہارا سردار زندہ ہے وہ واپس چلے گئے اور امام مسلم بن عقیل نے جب یہ خبر سنی تو آپ سوار ہوئے اور اپنے شعار میں یا منصور امت سے آواز دی تو چار ہزار کوفی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔

امام مسلم بن عقیل کے ساتھ اہلِ کوفہ کی بے وفائی

مسلم بن عقیل کے ساتھ مختار بن ابی عبید ثقفی بھی تھا اور اس کے پاس سبز جھنڈا تھا، اور عبداللہ بن نوفل بن حارث کے پاس سُرخ جھنڈا تھا۔ مسلم بن عقیل نے انہیں میمنہ اور میسرہ میں منظم کیا اور خود آپ قلب کے ساتھ ابن زیاد کی طرف چلے اور وہ ہانی کے بارے میں لوگوں سے خطاب کر رہا تھا اور لوگوں کے اشراف اور امراء اس کے قریب جمع تھے۔ اسی دوران بعض لوگوں نے کہا کہ امام مسلم بن عقیل آگئے ہیں۔ ابن زیاد اپنے ساتھیوں کے ساتھ محل میں داخل ہو گیا اور محل کا دروازہ بند کر لیا اور جب مسلم بن عقیل محل کے دروازے پر پہنچے تو وہاں اپنی فوج کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور محل میں ابن زیاد کے پاس جو امراء موجود تھے ان امراء نے کھڑے ہو کر اپنی قوم کو کہا جو تم مسلم بن عقیل کے ساتھ ہو وہ واپس چلے جاؤ اور انہیں ڈرایا دھمکایا اور ابن زیاد نے ان امراء کو محل سے نکالا اور انہیں حکم دیا کہ وہ کوفہ میں جاکر لوگوں کو امام مسلم بن عقیل کی مدد نہ کرنے کی ترغیب دیں تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور ایک عورت

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۷۵ ج ۴، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۱ ج ۲،
البدایہ والنہایہ، ج ۸، تاریخ الفخری صفحہ ۱۸۳)

اپنے بیٹے کو کہتی گھر واپس چلا جا۔ اور ایک شخص اپنے بھائی اور بیٹے سے کہتا کل ر… می فوجیں آگئیں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا لوگوں نے امام مسلم بن عقیل کی مدد ترک کر دی اور امام مسلم بن عقیل سے علیحدگی اختیار کر لی اور امام مسلم بن عقیل کو چھوڑ کر واپس چلے گئے حتیٰ کہ صرف پانچ سو آدمی باقی رہ گئے پھر اور کم ہو گئے۔ حتیٰ کہ تین سو باقی رہ گئے۔ امام مسلم بن عقیل نے ان کو نماز مغرب پڑھائی اور آپ نے کندہ کے دروازے کا قصد کیا اور ان میں سے آپ کے ساتھ دس آدمی نکلے پھر وہ بھی آپ کو چھوڑ گئے اور امام مسلم بن عقیل اکیلے رہ گئے۔

امام مسلم ایک دروازے پر آئے اور دروازے کو دستک دی

اب صورت حال یہ ہوئی کہ آپ کو اپنے گھر میں پناہ دینے والا بھی کوئی شخص باقی نہ رہا اور رات کی تاریکی بڑھ گئی اور آپ ایک دروازے پر آئے دروازہ کو دستک دی تو اس سے ایک عورت طوعہ نامی نکلی جو اشعث بن قیس کی ام ولد تھی اور اس کا ایک بیٹا تھا جو کسی اور مرد سے تھا جس کا نام بلال تھا اور وہ لوگوں کے ساتھ باہر نکلا ہوا تھا اور اسکی ماں دروازے میں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کر رہی تھی۔

امام مسلم بن عقیل نے کہا کہ ان لوگوں نے مجھ سے فریب کیا ہے

امام مسلم بن عقیل نے طوعہ کو کہا کہ مجھے پانی پلاؤ اس نے آپ کو پانی پلایا پھر وہ اندر گئی اور باہر نکلی تو اس نے امام مسلم بن عقیل کو دیکھا اور کہنے لگی کیا آپ نے پانی نہیں پیا آپ نے فرمایا پیا ہے اس نے کہا کہ اللہ آپ کو شر سے محفوظ رکھے اپنے اہل کے پاس چلے جائیے آپ کا میرے دروازے پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے آپ نے کھڑے ہو کر کہا اے خدا کی بندی اس شہر میں نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی خاندان۔ کیا کوئی اجر اور نیکی ہے کہ ہم آج کے بعد تجھے اس کا بدلہ دیں۔ اس عورت نے پوچھا اے بندہ خدا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں ان لوگوں نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور فریب دیا ہے وہ کہنے لگی آپ مسلم بن عقیل ہیں آپ نے کہا ہاں اس نے کہا اندر آئیے اور اس نے اپنی حویلی کے ایک گھر میں جو اس کے

گھر کے علاوہ تھا کہا اس کے اندر تشریف لے جائیے اور آپ کے لیے بستر لگایا اور آپ کو شام کا کھانا پیش کیا مگر آپ نے کھانا نہ کھایا اور جلد ہی اس کا بیٹا آگیا اور اس نے اسے بکثرت اندر باہر جاتے دیکھا تو اس نے اس کا حال پوچھا تو وہ کہنے لگی اے میرے بیٹے اسے چھوڑیے اس نے اس سے اصرار سے پوچھا تو اس نے اس سے عہد لیا کہ وہ کسی سے بات نہ کرے تو اس نے اس سے امام مسلم بن عقیل کے متعلق خبر دی تو وہ صبح تک بغیر بات کیے خاموش بیٹھا رہا اور ابن زیاد عشا کے بعد ان اشراف اور امراء کے ساتھ جو اس کے پاس تھے محل سے نیچے اترا اور ان سے امام مسلم بن عقیل کا مطالبہ کیا اور ان کی تلاش کی ترغیب دی اور جس کے ہاں وہ پائے گئے اور اس نے ان کے بارے نہ بتایا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا اور جو انہیں لائے گا ان کی دیت اسے ملے گی۔

ایک شخص بلال نے ابن زیاد کو بتایا کہ امام مسلم بن عقیل ہمارے گھر میں ہیں

ابن زیاد نے پولیس کو طلب کیا اور ان کو اس بات کی ترغیب دی اور دھمکایا اور جب صبح ہوئی تو اس بڑھیا کے بیٹے بلال نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس جا کر اسے بتا دیا کہ امام مسلم بن عقیل ان کے گھر میں ہیں۔ عبدالرحمٰن نے آکر اپنے باپ سے آہستہ گفتگو کی اور اس کا باپ اس وقت ابن زیاد کے پاس موجود تھا، ابن زیاد نے پوچھا اس نے تجھ سے کیا بات کی ہے تو اس نے ابن زیاد کو حقیقت حال بتا دی۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم اٹھو اسی وقت ان کو میرے پاس لاؤ اور ابن زیاد نے عمرو بن حریث مخزومی کو جو اس کا سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا عبدالرحمٰن اور محمد بن اشعث کے ساتھ ستر یا اسی سواروں کے ساتھ بھیجا، حضرت مسلم بن عقیل کو پتہ بھی نہ چلا اور آپ جس گھر میں موجود تھے اس کا محاصرہ ہو گیا وہ لوگ آپ کے پاس گئے تو آپ تلوار لے کر ان کی طرف گئے اور تین بار انہیں گھر سے باہر نکال دیا اور آپ کا بالائی اور نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا پھر وہ آپ کو پتھر مارنے لگے اور آپ ان سے جنگ کرتے

لگے۔

امام مسلم بن عقیل کی گرفتاری اور شہادت

ابن زیاد کے حکم کے مطابق دورانِ جنگ عبدالرحمٰن نے امام مسلم بن عقیل کو امان دی تو اس نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا اور آپ کی تلوار آپ سے لے لی اور آپ کو معلوم ہوگیا کہ آپ قتل ہونے والے ہیں اور آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور عبدالرحمٰن امام مسلم بن عقیل کو لیے ہوئے ابن زیاد کے پاس آیا مؤرخین نے بیان کیا ہے جب امام مسلم بن عقیل محل کے دروازے پر پہنچے تو دروازے پر امراء وابناء صحابہ کی ایک جماعت کھڑی تھی جن کو امام مسلم بن عقیل پہچانتے تھے وہ اس بات کے منتظر تھے کہ انہیں ابن زیاد کے پاس جانے کی اجازت دی جائے اور امام مسلم بن عقیل کا چہرہ انور اور کپڑے خون سے لت پت تھے اور آپ کے زخموں سے خون ٹپک رہا تھا اور آپ کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ پڑا ہے آپ نے اسے پکڑنا چاہا تاکہ اس سے پانی پیئں تو ایک شخص نے آپ سے کہا آپ اس سے پانی نہیں پی سکتے جب تک آپ گرم پانی نہ پیئں۔ امام مسلم بن عقیل نے اس سے کہا اے ابن ناہلہ تو ہلاک ہو تو مجھ سے گرم پانی اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے کا زیادہ مستحق ہے پھر آپ بیٹھ گئے اور آپ نے تھکاوٹ، درماندگی اور پیاس کی وجہ سے ایک دیوار سے ٹیک لگا دی اور آپ نے اپنے غلام عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط کو اس کے گھر بھیجا تو وہ ایک کوزہ لایا جس پر رومال پڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک پیالہ بھی تھا اور وہ اسے پیالے میں ڈال کر آپ کو دینے لگا کہ آپ پانی پیئں مگر خون دو یا تین بار پانی کے اوپر آگیا تھا آپ اسکو پی نہ سکے نیز جب آپ پانی پینے لگے تو آپ کے اگلے دانت گر پڑے اور آپ نے فرمایا الحمدللہ رزق مقسوم سے میرے لیے پانی کا ایک گھونٹ ہی باقی رہ گیا تھا۔

امام مسلم بن عقیل نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا

پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا اور آپ جب اس کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ نے اسے سلام نہ کیا۔ محافظ نے کہا کیا امیر کو آپ سلام نہ کریں گے آپ نے فرمایا اگر وہ میرے قتل کا خواہاں ہے تو مجھے اس کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابن زیاد نے آپ کے پاس آکر کہا اے ابن عقیل تم لوگوں کے پاس انتشار پیدا کرنے اور ایک دوسرے پر حملہ کروانے کے لیے آئے ہو حالانکہ وہ متفق اور متحد ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں ہرگز اس کام کے لیے نہیں آیا لیکن شہر والوں کا خیال ہے کہ تیرے باپ نے ان کے اچھے آدمیوں کو قتل کیا ہے اور ان کا خون بہایا ہے اور ان میں قیصر وکسریٰ کے سے اعمال کیے ہیں اور ہم ان کے پاس عدل کا حکم دینے اور کتاب اللہ کے فیصلے کی طرف دعوت دینے کے لیے آئے ہیں۔ پھر ابن زیاد نے امام مسلم بن عقیل سے غلط باتیں اور بیہودہ باتیں کیں نیز کہا کہ اے ابن عقیل تمہارا خیال ہے کہ امارت میں تمہارا کچھ حصہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ظن ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔

ابنِ زیاد خبیث نے کہا کہ اے مسلم بن عقیل میں تجھے قتل کرنے لگا ہوں

ابنِ زیاد نے کہا کہ اگر میں آپ کو اس طرح قتل نہ کروں کہ اسلام میں کسی شخص نے اس طرح قتل نہ کیا ہو تو اللہ مجھے قتل کردے پھر ابن زیاد حضرت امام حسین اور حضرت علی شیرِ خدا کو دشنام (گالی) دینے لگا اور امام مسلم بن عقیل خاموش ہو گئے اور ابن زیاد سے بات نہ کی۔ ابن زیاد نے آپ سے کہا کہ میں آپ کو قتل کرنے والا ہوں پھر ابن زیاد نے امام مسلم بن عقیل کے متعلق حکم دیا تو انہیں محل کی بلند جگہ پر چڑھایا گیا اور امام مسلم بن عقیل تکبیر و تہلیل اور تسبیح و استغفار کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر درود پڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ اے اللہ ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے ہم

سے فریب کیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے فیصلہ فرما۔ پھر ایک شخص نے آپ کو قتل کر دیا جسے بکیر بن حمران کہا جاتا تھا اس نے آپ کے سر کو کاٹ کر محل کے نیچے حصے میں پھینک دیا اور آپ کے سر کے بعد آپ کا جسم اطہر بھی پھینک دیا۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے ہانی بن عروہ کو بکریوں کی منڈی میں لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

فرزدق شاعر نے ایک قصیدہ میں امام مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے متعلق کہا ہے اگر تجھے معلوم نہیں ہے کہ موت کیا ہوتی ہے تو بازار میں ہانی اور ابن عقیل کی طرف دیکھ کر حاکم حکم سے انہیں قتل کیا گیا اور وہ تمام راستوں میں چلنے والے مسافروں کے لیے باتیں بن گئے اس بہادر کی طرف دیکھ جس کے چہرے کو تلوار نے توڑ دیا ہے اور دوسرے مقتول (مسلم بن عقیل) کو جو بلند جگہ سے گر رہا ہے تو ایک جسم کو دیکھے گا جس کے رنگ کو موت نے تبدیل کر دیا ہے اور خون کے چھڑکاؤ کو دیکھے گا جو ہر بہنے کی جگہ بہہ پڑا ہے اور اگر تم نے اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیا تو فاحشہ عورت بن جاؤ جو تھوڑی چیز پر راضی کر لی جاتی ہے پھر ابن زیاد نے ان دونوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی قتل کیا پھر ان دونوں کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام بھیج دیا۔ ابن جریر لکھتے ہیں کہ مسلم (بن عقیل) وہانی کے سروں کو ابن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ اور زبیر بن ارواح کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ کاتب اس کا عمرو بن نافع تھا اسے حکم دیا کہ مسلم وہانی کا واقعہ یزید بن معاویہ کو لکھ بھیج اس نے بہت ہی طولانی خط لکھا خط میں طول دینا اسی منشی کی ایجاد ہے۔ ابن زیاد نے خط دیکھا تو ناپسند کیا۔ کہنے لگا اس تطویل وفضول سے کیا فائدہ بس یہ لکھو۔

الحمد للہ! خدا نے امیر المومنین کے حق کو محفوظ رکھا دشمن سے اسے بچا لیا۔ میں امیر المومنین کو خبر دیتا ہوں کہ مسلم نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی تھی میں نے ان دونوں پر جاسوس مقرر کیے کچھ لوگ فریب سے ان کے پاس بھیجے اور ان سے مکر و کید

لے البدایہ والنہایہ، ج ۸۔ تہذیب التہذیب ص۳۵۲، ج ۲۔ تاریخ طبری ص۲۰۴، ج ۴۔ (تاریخ الفخری ص۱۸۳)

مفتی غلام رسول

کرکے آخر دونوں کو میں نے باہر نکالا اور دونوں میرے قابو میں آ گئے میں نے دونوں کی گردن ماری اور ان کے سر ہانی بن ابی حیہ اور زبیر بن اروح کے ساتھ آپ کے پاس بھیجتا ہوں یہ دونوں شخص تابع فرمان، اطاعت گزار اور خیر خواہ ہیں آپ جس بات کو چاہیں ان سے دریافت کرلیں دونوں واقف کار اور صاحب فہم ہیں۔

یزید کا خط ابنِ زیاد کے نام

یزید بن معاویہ نے جواب میں لکھا جو میں چاہتا تھا وہی تو نے کیا اور تو نے عاقلانہ کام کیا اور دلیرانہ حملہ کیا۔ مجھے مطمئن و بے فکر کر دیا میں تجھے جیسا سمجھتا تھا تیری نسبت جو میری رائے تھی تو نے اپنے کو ایسا ہی ثابت کیا۔ دونوں قاصدوں کو میں نے بلا کر ان سے کچھ پوچھا کچھ راز کی باتیں کیں جیسا تو نے ان کے فہم و فراست کے بارہ میں لکھا ہے ویسا ہی ان کو پایا اور ان کے ساتھ اچھائی سے پیش آنا چاہیے اور مجھے خبر ملی ہے کہ (امام) حسین (علیہ السلام) عراق کی طرف آرہے ہیں۔ نگران مقرر کر مورچے تیار رکھ جس سے بدگمانی ہو اسکی حراست کر جس پر تہمت بھی ہو اسے گرفتار کرے اور جو واقعہ پیش آئے اس کا حال مجھے لکھتا رہ۔ (تاریخ طبری صہ۲۰۷ ج۴)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ۹ر ذوالحجہ بروز بدھ کو مسلم بن عقیل کو قتل کیا گیا اور یہ ۶۰ھ کے عرفہ کا دن تھا اور یہ واقعہ امام حسین کے مکہ مکرمہ سے نکل کر عراق کی طرف جانے کے ایک روز بعد ہوا اور امام حسین ۲۸ر رجب ۶۰ھ کو اتوار کے روز مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور ۳ر شعبان جمعہ کی شب کو مکہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بقیہ شعبان۔ رمضان شوال۔ اور ذوالقعدہ مکہ میں ہی قیام کیا اور ۸ر ذوالحجہ منگل کے روز مکہ مکرمہ سے نکلے بعض روایات میں امام مسلم کی شہادت ۳ر ذی الحجہ ہے۔ چنانچہ اوراقِ غم اور ہماری کتاب امام زین العابدین میں ۳ر ذی الحجہ ذکر ہے مگر معتبر تاریخ ۹ر ذی الحجہ ہے جیسے کہ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔

امام حسین کا عراق کی طرف روانہ ہونا

جب اہلِ عراق کی جانب سے امام حسین کو متواتر خطوط آنے لگے اور بار بار ایلچی (قاصد) آنے لگے تو امام مسلم بن عقیل کا خط بھی آپ کے پاس آیا کہ آپ اپنے اہل کے ساتھ ان کے پاس آ جائیں پھر اس دوران حضرت مسلم بن عقیل کے قتل کا واقعہ پیش آگیا نیز یہ اطلاع بھی ملی کہ امام مسلم بن عقیل کے ساتھ آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بھی شہید کر دیا گیا ہے چونکہ امام مسلم بن عقیل جب کوفہ گئے تھے تو بعض روایات کے مطابق آپ اپنے ساتھ دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کو بھی لے گئے تھے ان کو بھی بعض بدبخت کوفیوں نے شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کا واقعہ ہماری کتاب "امام زین العابدین" میں ملاحظہ کریں اور اتفاق سے مکہ سے امام حسین کی روانگی ایام ترویہ میں حضرت مسلم بن عقیل کے قتل سے ایک روز قبل ہوئی اور حضرت مسلم بن عقیل عرفہ کے دن قتل ہوئے تھے۔ اور جب لوگوں کو امام حسین کی روانگی کا علم ہوا تو متعدد لوگوں نے آپ کو عراق نہ جانے اور مکہ میں قیام کا مشورہ دیا۔

امام حسین نے فرمایا کہ مجھے رسول پاک نے جو حکم دیا ہے میں اس پر عمل کرنے والا ہوں

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے آپ کو خط لکھا اور آپ کو اہلِ عراق کے بارے میں بتایا اور اللہ کا واسطہ دیا کہ آپ ان کی طرف تشریف نہ لے جائیں امام حسین نے ان کو جواباً خط لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور رسول پاک نے مجھے ایک حکم دیا ہے جسے میں کر گذرنے والا ہوں اور میں اس خواب کے بارے میں کسی کو بتانے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ میں اپنے عمل سے ملاقات کر دوں اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عراق کی زمین میں میرے حسین کو قتل کیا

جائے گا تو امام حسین نے فرمایا جب وہ مقام میرا مقتل ہے تو مجھے وہاں جانا ضرور ہوگا۔
چنانچہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ امام حسین اپنے اہلِ بیت اور اصحاب کے ساتھ دس
ذوالحجہ بروز سوموار کو کوفہ جانے کے لیے مکہ مکرمہ سے نکلے۔

فرزدق شاعر کی امام حسین سے ملاقات

راوی بیان کرتا ہے کہ امام حسین جب جا رہے تھے تو راستہ میں فرزدق شاعر
امام حسین سے ملا اور آپ کو سلام کیا اور امام حسین نے لوگوں کے بارے میں اس سے پوچھا تو
فرزدق نے کہا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنو اُمیہ کے ساتھ
ہیں اور فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ امام حسین
نے کہا کہ فرزدق تم نے درست کہا ہے۔ اور ہشام بن کلبی سے روایت ہے کہ میں ایام
حج میں حرم میں داخل ہوا یہ ۶۰ھ کا واقعہ ہے کہ اچانک میں امام حسین سے ملا اور آپ
مکہ سے باہر جا رہے تھے میں نے آپ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کے بیٹے میرے ماں
باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس وجہ سے حج سے سبقت کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اگر میں
سبقت نہ کروں تو دشمن مجھ پر گرفت کرے پھر آپ نے پوچھا تم کس سے تعلق رکھتے ہو میں
نے کہا کہ میں عراقی ہوں آپ نے مجھے لوگوں کے متعلق پوچھا تو میں نے آپ سے کہا کہ لوگوں
کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنو اُمیہ کے ساتھ ہیں۔ فرزدق نے بیان کیا ہے
کہ میں نے امام حسین سے کچھ باتوں کے متعلق اور کچھ مناسک کے بارے میں دریافت کیا
تو آپ نے مجھے ان کے متعلق بتایا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ پھر امام حسین کسی چیز کی طرف توجہ دیے بغیر روانہ ہو گئے
حتیٰ کہ ذات عرق میں اترے۔

امام حسین نے قیس صیداوی کو اہلِ کوفہ کے پاس بھیجا

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ امام حسین جب ذوالرمہ وادی کی بلند جگہ پر پہنچ گئے تو

آپ نے قیس بن مسہر الصیداوی کو اہلِ کوفہ کے پاس بھیجا اور اسے ان کی طرف خط لکھ دیا کہ تم پر سلامتی ہو میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد، مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں انہوں نے مجھے تمہاری رائے کی عمدگی اور تمہارے سرداروں کا ہماری مدد پر متفق ہونا اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کی اطلاع دی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ عمدہ طور پر ہمارا کام کر دے اور میں نے ۸ر ذی الحجہ یوم ترویہ بروز منگل تمہاری طرف کوچ کیا ہے۔ پس جب میرا قاصد تمہارے پاس آئے تو اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنا اور سنجیدہ رہنا اور میں انہی دنوں میں تمہارے پاس آ رہا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام حسین کے قاصد کا گرفتار ہونا اور شہید ہونا

راوی بیان کرتا ہے کہ قیس بن مسہر الصیداوی امام حسین کا خط لے کر کوفہ آیا اور جب وہ قادسیہ پہنچا تو حصین بن نمیر ثقفی نے اسے گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھجوا دیا اور ابن زیاد نے اسے کہا کہ محل کی بلندی پر چڑھ کر (حضرت) علی بن ابی طالب اور اس کے بیٹے (امام) حسین کو سب وشتم (گالیاں) دو قیس بن مسہر نے چڑھ کر اللہ کی حمد وثنا کی پھر کہا اے لوگو! بلاشبہ امام حسین بن علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا بہترین آدمی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء کا بیٹا ہے اور میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں اور میں وادی ذوالرمہ کی بلند جگہ سے جدا ہوا ہوں ان کی اطاعت کرو پھر قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت[1] کی اور حضرت علی بن ابی طالب کے لیے مغفرت طلب کی پھر ابن زیاد علیہ اللعنۃ کے حکم سے اسے محل کی بلندی سے نیچے گرا دیا گیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور عبدالملک بن نمیر بجلی نے اس کا سر جسم سے جدا کر دیا۔ امام حسین کوفہ کی طرف چل رہے تھے، راوی نے کہا کہ ہم امام حسین کے ساتھ تھے راستہ میں

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۸ ۔ تاریخ طبری ص۲۲۱ ج ۴۔

ہم بنو اسد کے ایک شخص کے پاس سے گذرے ہم نے اس شخص سے لوگوں کے بارے پوچھا اس نے کہا قسم بخدا میں اس وقت کوفہ سے نکلا ہوں جب حضرت مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا اور میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر بازار کوفہ میں گھسیٹا جا رہا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ امام حسین کو جب اسکی اطلاع ملی تو آپ بار بار انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے اور امام حسین کے اصحاب نے مسلم بن عقیل کے قتل کا سنا تو اس موقعہ پر بنو عقیل بن ابی طالب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم اپنا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو امام حسین چل پڑے۔ اسی اثنا میں آپ کو اطلاع ملی کہ جس کو امام حسین نے ذوالرمہ کے مقام سے خط دے کر کوفہ کی طرف بھیجا تھا اسے بھی قتل کر دیا گیا ہے امام حسین نے فرمایا ہمارے پیروکاروں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے پس جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہے وہ واپس چلا جائے اسے کوئی گناہ نہیں ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگ آپ کو چھوڑ کر دائیں بائیں منتشر ہونے لگے اور آپ کے وہ اصحاب باقی رہ گئے جو کہ مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے جب سحر ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ بکثرت پانی لے لیں پھر آپ چل پڑے حتیٰ کہ آپ وادی عقبہ میں اتر پڑے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے بتایا گیا کہ یہ خیمے امام حسین کے ہیں

محمد بن سعد صاحب طبقات نے ذکر کیا ہے کہ راوی نے کہا کہ میں نے جنگل میں خیمے لگے دیکھے میں نے پوچھا یہ خیمے کس کے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ امام حسین کے خیمے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے میں امام حسین کے پاس آیا آپ قرآن پاک پڑھ رہے تھے آپ کے رخسار اور داڑھی پر اشک جاری تھے میں نے پوچھا اے پسر دختر رسول آپ کو اس علاقہ اور بیابان میں جہاں کوئی شخص نہیں ہے کس نے اتارا ہے آپ نے فرمایا یہ خطوط اہل کوفہ نے مجھے لکھے ہیں اور اب میں انہیں اپنا قاتل پاتا ہوں اور جب وہ ایسا کریں گے تو وہ خدا تعالےٰ کی ہر

حرمت کی بے حرمتی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل کرے گا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب ۶۱ھ کا آغاز ہوا تو امام حسین بن علی بن ابی طالب اپنے اقرباء اور اصحاب کے ساتھ کوفہ کی طرف چلے اور ابو مخنف نے بیان کیا کہ راوی نے کہا کہ امام حسین جب شراف کے مقام پر اترے تو آپ نے اپنے نوجوانوں سے بوقت سحر کہا کہ زیادہ سے زیادہ پانی جمع کر لیں۔ پھر دن کے شروع میں آگے روانہ ہو گئے اور جب ذوحسم کے مقام پر اترے تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں خیمے لگائیں۔

حُر بن یزید تمیمی اپنے لشکر کے ساتھ امام حسین کے سامنے آ کھڑا ہوا

جب ذوحسم کے مقام پر خیمے لگ گئے تو حر بن یزید تمیمی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آ گئے اور وہ اس فوج کے ہراول تھے جسے ابن زیاد نے بھیجا تھا اور وہ دوپہر کے وقت امام حسین کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ امام حسین نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ پانی سے سیراب ہو جائیں اور اپنے گھوڑوں کو پانی پلائیں اور اپنے دشمنوں اور ان کے گھوڑوں کو بھی پانی پلائیں۔

حُر کے ایک سپاہی کے ساتھ امام حسین کا حسنِ سلوک

ابن جریر لکھتے ہیں کہ حُر کے رسالہ کا ایک شخص پیچھے رہ گیا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ امام حسین نے جب میری اور میرے گھوڑے کی حالت جو پیاس کی وجہ سے ہو رہی تھی دیکھی تو فرمایا پانی پیو میں جب پیتا تھا مشک سے پانی انڈول انڈول پڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مشک کے دہانہ کو الٹ دو مجھ سے الٹتے بن نہ پڑا۔ امام حسین علیہ السلام خود اٹھ کھڑے ہوئے اور دہانہ کو الٹ دیا۔ میں نے پانی پیا اپنے گھوڑے کو پلایا آپ کی طرف قادسیہ

سے حُر کے آنے کا سبب یہ تھا کہ ابن زیاد کو جب یہ خبر ملی کہ حسین آرہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیرہ کو جو اس کے اہلِ شرطہ کا سردار تھا روانہ کیا اور حکم دیا کہ قادسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے خفائق تک مورچے باندھے اور حُر کو ہزار سوار دے کر اس کے آگے قادسیہ سے روانہ کیا تاکہ (امام) حسین سے مزاحمت کرے اور آپ کو روکے (تاریخ طبری ص۲۲۷ ج ۴)

ابو مخنف اور دیگر مؤرخین نے روایت کی ہے کہ جب ظہر کا وقت ہوا تو امام حسین کے حکم سے حجاج بن مسروق نے اذان دی پھر حضرت حسین نے اپنے اصحاب اور اپنے دشمنوں سے خطاب کیا اور یہاں آنے کے متعلق وجہ بیان کی کہ اہل کوفہ نے آپ کو لکھا ہے کہ ان کا کوئی امام نہیں ہے اور اگر آپ ہمارے پاس آجائیں تو ہم آپ کی بیعت کریں گے پھر نماز کھڑی ہوئی تو امام حسین نے حُر سے فرمایا کیا تم لوگ الگ نماز پڑھو گے۔ حُر نے کہا کہ ہم سب آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ چنانچہ امام حسین نے سب کو نماز پڑھائی پھر آپ اپنے خیمہ میں آگئے پس آپ کے اصحاب آپ کے پاس جمع ہو گئے اور حُر اپنی فوج کے پاس واپس چلا گیا اور جب عصر کا وقت ہوا تو امام حسین نے انہیں نماز پڑھائی پھر واپس چلے گئے اور امام حسین نے ان سے خطاب کیا اور انہیں اطاعت اختیار کرنے اور ظالموں سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا۔

حُر نے کہا کہ ہم نے یہ خطوط نہیں لکھے

حُر نے امام حسین سے عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ یہ خطوط کس نے لکھے ہیں۔ امام حسین نے خطوط کے دو بھرے تھیلے ان کے سامنے بکھیر دیے اور حُر نے ان میں سے کچھ خطوط پڑھے۔ حُر نے کہا کہ ہم ان لوگوں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم آپ سے ملیں تو آپ سے الگ نہ ہوں حتیٰ کہ ہم آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے آئیں۔ امام حسین نے فرمایا اس سے تو موت زیادہ نزدیک ہے پھر امام حسین نے اپنے اصحاب سے کہا کہ سوار ہو جاؤ چنانچہ آپ کے اصحاب سوار

ہو گئے اور العذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں طرف کو اختیار کیا اور حُر بن یزید آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ امام حسین چلتے چلتے مقام بیضہ پر پہنچے۔

بیضہ کے مقام پر امام حسین نے اپنے اصحاب اور حر کے لشکر سے خطاب کیا

امام حسین نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم ہو جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو جو عہد خدا توڑتا ہو جو سنت رسولِ خدا کے خلاف کرتا ہو جو بندگانِ خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو اور پھر فعلاً یا قولاً اس بادشاہ پر یہ شخص اعتراض نہ کرے تو خدا اس کو بھی اسی کے اعمال میں شریک کرے گا سنو!! ان حکام نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ خدا کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔ ظاہر حدود شرع کو معطل، غنیمت کو غصب، حرام خدا کو حلال، حلال خدا کو حرام کر رکھا ہے۔ ان پر اعتراض کرنے کا سب سے زیادہ مجھے حق ہے تمہارے خط میرے پاس آئے تمہارے پیغام دینے والے میرے پاس آئے تمہاری طرف سے بیعت کرنے اس بات پر آئے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ مجھے دشمن کے حوالے نہ کرو گے اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو بہرہ مند ہو گے۔ میں حسین ہوں علی و فاطمہ بنت رسول اللہ کا فرزند ہوں۔ میں تمہارا پیشوا ہوں اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے نکال ڈالا یہ بات تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپ میرے بھائی میرے ابن عم مسلم بن عقیل کے ساتھ کیا ہے جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے دھوکہ کھایا۔ (تاریخ طبری صہ۳۰۳ ج ۴)

چونکہ حُر بن یزید آپ کے ساتھ چل رہا تھا حُر نے کہا اگر آپ نے جنگ کی تو آپ قتل ہو جائیں گے اور ہم بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ امام حسین چلتے چلتے عذیب الھجانات

کے مقام پر پہنچ گئے یہاں کسی زمانہ میں اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ رحجانات اونٹنیوں کو کہتے ہیں اس مقام پر امام حسین پہنچے ہی تھے کوفہ سے چار آدمی آئے ان سے ملاقات ہوگئی ان کا سردار طرماح بن عدی تھا اس نے امام حسین کو رائے دی آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں بلکہ میرے ساتھ چلیں میں دس ہزار طائیوں کا سردار ہوں جو آپ کے آگے تلواریں لے کر چلیں گے خدا کی قسم دشمن آپ تک نہیں پہنچے گا مگر امام حسین نے اس بات کو قبول نہ کیا اور امام حسین نے طرماح بن عدی اور اس کے ساتھیوں سے پوچھا کہ جہاں سے تم آرہے ہو یعنی (کوفہ سے) وہاں کی کیا خبر ہے بتاؤ ان میں سے مجمع بن عبداللہ عائذی کہنے لگے کہ بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں ان کے تھیلے بھر دیے گئے ہیں ان کو بلا رہے ہیں اور اپنا خیر خواہ بنا رہے ہیں یہ سب لوگ آپ کے خلاف ہیں۔ رہے اور لوگ ان کا یہ حال ہے کہ دل سے آپ کی طرف نہیں لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلواروں سے حملہ آور ہوں گے۔

(تاریخ طبری صہ ۲۳۲ ج ۴)

اس کے بعد طرماح بن عدی نے امام حسین کو الوداع کیا اور امام حسین آگے چل پڑے اور جب رات ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو کہا وہ اپنی ضرورت کے مطابق پانی جمع کرلیں پھر آپ رات کو چلے اور اپنے سفر میں آپ کو اونگھ آگئی اور آپ انا للہ وانا الیہ راجعون اور الحمد للہ رب العالمین کہتے ہوئے بیدار ہوئے پھر آپ نے فرمایا میں نے گھوڑے پر ایک سوار دیکھا ہے جو کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف چل رہی ہیں۔ پس مجھے معلوم ہوگیا ہے یہ ہماری جانیں ہی ہیں جنکی موت کی خبر ہمیں دی گئی ہے جب فجر طلوع ہوئی تو امام حسین نے اپنے اصحاب کو نماز فجر پڑھائی اور جلدی سے روانہ ہوگئے اور اپنے سفر میں بائیں طرف ہوگئے یہاں تک کہ نینویٰ پہنچ گئے اور اس مقام پر اتر گئے۔

ابنِ زیاد کے قاصد کی آمد

جب امام حسین نینوا کے مقام پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار کمان کندھے پر

رکھے ہوئے کوفہ سے آ رہا ہے اور اس نے حُر بن یزید کو سلام کیا اور امام حسین کو سلام نہ کیا اور اس نے حُر کو ابن زیاد کا خط دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ برابر (امام) حسین کے ساتھ رہے یہاں تک کہ میرا قاصد اور فوجیں تمہارے پاس آ جائیں اور یہ ۲ محرم ۶۱ھ جمعرات کا دن تھا اور جب دوسرا دن ہوا تو ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج کے ساتھ بھیج دیا اور کہا کہ تو (امام) حسین کے مقابلہ میں چلا جا۔ عمرو بن سعد نے معذرت کی تو ابن زیاد نے اسے کہا کہ اگر تو معذرت چاہتا ہے اور (امام) حسین سے لڑنا نہیں چاہتا تو میں تجھے ان شہروں کی حکومت سے معزول کرتا ہوں جن پر میں نے تجھے حاکم بنایا ہے۔ عمرو بن سعد نے یہ معذرت ابن زیاد کے سامنے صرف ظاہری طور پر کی تھی جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ابن زیاد مجھ پر خزانہ کا منہ کھول دے گا اور دولت سے میرے تھیلے بھر دے گا۔

عمرو بن سعد لالچی اور حریص انسان تھا

عمرو بن سعد نہایت حریص اور لالچی قسم کا انسان تھا۔ یہ مجسمہ عیوب تھا۔ اس بے شرم انسان نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے امام حسین کے جسم اطہر کو پامال کریں گے۔ چنانچہ دس سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کیا۔ اس طرح ان کے جسم پاک کو چور چور کر دیا۔ اس عمرو بن سعد خبیث اور شیطان نے یہ نہ سوچا کہ امام حسین کا جسم رسول پاک کا جسم ہے میں رسول پاک کے جسم اطہر پر گھوڑے دوڑا کر پامال کر رہا ہوں نیز عمرو بن سعد کے حکم سے ہی امام حسین علیہ السلام کے جسم پاک پر جو لباس تھا وہ لوٹ لیا گیا اور اہل حرم کا مال و متاع بھی لوٹ لیا گیا۔

عمرو بن سعد نے یہ تمام شیطانی کام دنیا کی دولت کے حصول کے لیے کیے

ابن جریر لکھتے ہیں کہ ان کوفیوں کا یہ حال تھا کہ ایک بی بی (پاک) کے سر سے چادر

کوئی اُتارتا تھا دوسرا لعنتی اس سے چھین کر لے جاتا تھا یہ سارے شیطانی اور طاغوتی کرتوت عمرو بن سعد کے کہنے پر ہو رہے تھے اور عمرو بن سعد یہ تمام کام دنیاوی مفاد کے لیے کر رہا تھا تاکہ ابن زیاد اور بڑا خبیث یزید علیہ اللعنۃ مجھ پر دنیاوی دولت کے دروازے کھول دیں گے مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا پہلے اس نے ابن زیاد کے سامنے دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے منافقانہ طور پر اظہار معذرت کی مگر ابن زیاد نے اس کی معذرت کو ٹھکراتے ہوئے کہا اگر تو حسین سے نہیں لڑے گا تو میں ان شہروں کی حکومت سے تجھے معزول کر دوں گا جن پر میں نے تجھے حاکم بنایا ہے تو اور مانگتا ہے میں نے جو تجھے پہلے دے رکھا ہے وہ بھی واپس لے لیں گے۔

عمرو بن سعد نے جب یہ بات سنی تو عمرو بن سعد نے کہا کہ مجھے اس معاملہ میں غور و فکر کر لینے دو۔ عمرو بن سعد جس شخص سے مشورہ کرتا وہ اسے امام حسین کی طرف جانے سے روکتا۔ حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے اسے کہا کہ امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے سے بچنا اگر تو جائے گا تو اپنے رب کی نافرمانی کرے گا اور اپنی قرابت کو قطع کرے گا خدا کی قسم اگر تو ساری زمین کی حکومت سے بے دخل ہو جائے یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس بات سے کہ امام حسین کے خون کا مرتکب ہو۔ ابن زیاد نے پھر عمرو بن سعد کو معزول کرنے کی دھمکی دی تو عمرو بن سعد امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا اور روانہ ہو گیا۔ عمرو بن سعد نے امام حسین کو کہا کہ آپ کیوں آئے ہیں آپ نے فرمایا مجھے اہلِ کوفہ نے خطوط لکھے ہیں۔

عمرو بن سعد نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو پانی سے روکنا شروع کیا

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو پیغام بھیجا کہ تم (امام) حسین اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ نیز امام حسین کو کہو کہ وہ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں آپ نے بیعت سے انکار کیا تو

عمرو بن سعد نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو پانی سے روکنا شروع کر دیا اور جو فوج پانی روکنے پر متعین ہوئی اس کا سالار عمرو بن حجاج تھا۔ امام حسین نے اس کے لیے پیاس کی بد دعا کی تو یہ شخص پیاس سے مر گیا۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن جندب نے بحوالہ عقبہ بن سمعان مجھ سے بیان کیا کہ میں مکہ سے شہید ہونے وقت تک امام حسین کے ساتھ رہا ہوں اور قسم بخدا امام حسین میدانِ کارزار میں جو بات کی ہے میں نے اسے سنا ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آپ یزید بن معاویہ کے پاس جاتے ہیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور نہ ہی آپ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ آپ کسی سرحد کی طرف چلے جاتے ہیں اور امام حسین نے کبھی بھی نہیں کہا کہ میں یزید کی بیعت کر لیتا ہوں آپ نے تو حاکم مدینہ منورہ ولید بن عقبہ کو بھی فرمایا کہ میں یزید کی کبھی بھی بیعت نہیں کروں گا۔ اسی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ کو چھوڑا اور مکہ مکرمہ تشریف لے آئے پھر اہل کوفہ نے آپ کو بلایا۔ ان کے کہنے کے مطابق آپ کوفہ کی طرف آئے۔ ابن زیاد، عمرو بن سعد دیگر بڑے بڑے یزیدیوں نے آپ کو کہا کہ آپ یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں مگر امام حسین نے صاف صاف تمام یزیدیوں کو بتا دیا کہ وہ یزید کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔

ابن زیاد نے شمر کو بھی امام حسین کے مقابلہ کے لیے بھیج دیا

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو بھیجنے کے بعد شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور کہا کہ اگر امام حسین اور ان کے اصحاب میرے حکم کو قبول کر لیں تو فبہا وگرنہ عمرو بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دو اگر عمرو بن سعد اس سے گریز کرے تو اسے قتل کر دینا پھر تم ہی لوگوں کے امیر ہو گے اور ابن زیاد نے امام حسین کے ساتھ جنگ کرنے میں سستی کرنے پر عمرو بن سعد کو دھمکی آمیز خط بھی لکھ دیا اور اس نے اسے حکم دیا کہ اگر وہ امام حسین کو اس کے پاس نہ لایا تو وہ اس کے ساتھ جنگ کرے گا اور عبیداللہ بن ابی المحل نے اپنی پھوپھی اُم البنین بنت حرام کے بیٹوں کے لیے جو حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے تھے

امان طلب کی۔ وہ عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے۔ ابن زیاد نے انہیں پروانہ امان لکھ دیا اور عبیداللہ بن ابی المحل نے اپنے غلام کو امان کا پروانہ دے کر بھیج دیا اور جب اس نے انہیں یہ پروانہ امان پہنچایا تو انہوں نے کہا کہ ہم ابن سمیہ کی امان کو قبول نہیں کرتے اور ہم ابن سمیہ کی امان سے بہتر امان کی امید رکھتے ہیں اور جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا خط لے کر عمرو بن سعد کے پاس آیا تو اس کو کہا کہ کیا تو امام حسین سے جنگ کرے گا یا نہیں۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ میں امام حسین کے ساتھ جنگ کروں گا۔ عمرو بن سعد نے یہ بات ۹ محرم بروز جمعرات کو کہی۔ عمرو بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن دونوں اپنے ساتھ کچھ فوجیوں کو لے کر امام حسین کی طرف آئے اور شمر بن ذی الجوشن نے کہا کہ میرے بھانجے کہاں ہیں تو حضرت علی شیر خدا کے بیٹے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان اس کے پاس آگئے تو اس نے کہا کہ تم امان میں ہو، انہوں نے کہا اگر تو ہمیں اور پسر رسول کو امان دیتا ہے تو فبہا ورنہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے۔

امام حسین نے سیّدہ زینب کو فرمایا کہ مجھے خواب میں رسول پاک ملے ہیں

جب عمرو بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن امام حسین کی طرف آرہے تھے تو امام حسین اپنے خیمے کے آگے اپنی تلوار کو اپنی گود میں رکھے ہوئے بیٹھے تھے اور امام حسین کی ہمشیرہ (سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا) نے شور سنا تو قریب ہو کر امام حسین کو کہا کہ یہ لوگوں کا شور ہے تو آپ نے فرمایا اے میری بہن میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے مجھے فرمایا ہے کہ تو یقیناً کل شام کو ہمارے پاس آئے گا تو سیّدہ زینب نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ ہائے میری ہلاکت! امام حسین نے فرمایا ہمشیرہ آپ کے لیے ہلاکت نہیں ہے پرسکون ہو جایئے آپ پر رحمان رحم فرمائے گا اور آپ کے بھائی عباس بن علی نے آپ سے کہا اے میرے بھائی لوگ آپ کے پاس آئے ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس جاؤ اور

ان کو پوچھو ان کی کیا مرضی ہے۔ حضرت عباس گئے اور ان کو پوچھا کیسے آئے ہو انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم آیا ہے اس کا حکم مان لو ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو میں امام حسین کو جا کر بتاتا ہوں۔ حضرت عباس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم یہاں ہی ٹھہرو! حضرت عباس کے ساتھیوں نے عمرو بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن وغیرہ کو کہا کہ تم بہت بُرے لوگ ہو کہ تم اپنے رسول پاک کی ذریت اور اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔

امام حسین نے فرمایا کہ میں نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کو پسند کرتا ہوں

حضرت عباس جب امام حسین کے پاس آئے اور ان لوگوں کے بارے میں بتایا کہ وہ بیعت یزید کا مطالبہ کرتے ہیں یا پھر جنگ کریں گے۔ امام حسین نے حضرت عباس کو کہا کہ انہیں جا کر کہو کہ آج شام واپس ہو جاؤ تاکہ ہم اس شب اپنے رب کی نماز پڑھ لیں اور اس سے دعا و استغفار کر لیں آپ نے فرمایا میرے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اسکی نماز اور اسکی کتاب کی تلاوت اور دعا و استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ امام حسین نے اس رات کو اپنے اہل کو وصیت کی اور رات کے پہلے حصہ میں اپنے اصحاب سے خطاب کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور فصیح و بلیغ عبارت سے اس کے رسول پاک پر درود پڑھا اور اپنے اصحاب سے فرمایا جو شخص اپنے اہل کے پاس واپس جانا پسند کرتا ہے میری طرف سے اسے اجازت ہے کیونکہ دشمن کو صرف میں ہی مطلوب ہوں۔ مالک بن نضر نے کہا کہ مجھ پر قرض ہے میرے عیال بھی ہیں آپ نے فرمایا آج کی رات نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے پس تم اسے پازیب بنا لو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے پھر تم اس رات کی تاریکی میں سطح زمین پر اپنے اپنے ممالک اور شہروں میں چلے جاؤ۔ بلاشبہ دشمن کو میں ہی مطلوب ہوں وہ دوسروں کی تلاش سے غافل ہو کر مجھے ہی تکلیف دینا چلا جائے یہاں تک کہ

اللہ کشائش کردے، آپ کے بھائیوں، بیٹوں اور ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ آپ کے بعد ہماری کوئی زندگی نہیں ہے اور آپ کے بارے میں اللہ ہمیں کچھ نہ دکھائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بنو عقیل تمہارے بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تمہارے لیے کافی ہے۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے شیخ اور سردار اور اپنے چچاؤں کے بیٹوں کو چھوڑ دیا ہے اور ہم نے دنیاوی زندگی کی رغبت میں ان کے ساتھ ایک تیر، نیزہ اور تلوار نہیں چلائی خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنے جان و مال اور اہل کو آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور اسی قسم کی بات مسلم بن عوسجہ اسدی نے کی اور سعید بن عبداللہ حنفی نے بھی ایسی ہی بات کی کہ خدا کی قسم ہم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی میں آپ کی حفاظت کی ہے خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں آپ کی حفاظت میں ایک ہزار بار قتل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ اس قتل کے ذریعے آپ سے اور آپ کے اہل بیت کے ان جوانوں سے مصیبت کو دور کر دے گا تو اس بات کو پسند کر لوں گا حالانکہ یہ صرف ایک قتل ہے۔

امام حسینؑ کے اصحاب نے کہا کہ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے

آپ کے تمام اصحاب نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہوں گے اور ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی اور ہم آپ کو اپنے سینوں اپنی پیشانیوں، اپنے ہاتھوں اور اپنے بدنوں سے بچائیں گے اور جب ہم قتل ہو جائیں گے تو ہم اس حق کو جو ہم پر لازم ہے پورا کر دیں گے اور آپ کے بھائی عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی موت کا دن نہ دکھائے اور ہمیں آپ کے بعد زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب نے بحوالہ علی بن حسین (امام زین العابدین) مجھ سے بیان کیا کہ جس شب کی صبح کو میرے باپ (امام حسینؑ) شہید ہوئے ہیں اسکی شام کو میں بیٹھا ہوا تھا اور جب میرے باپ اپنے خیمہ سے الگ ہو جاتے اور ان کے ساتھ ان

کے اصحاب بھی ہوتے تو میری پھوپھی حضرت سیدہ زینب علیہا السلام میری تیمار داری کرتیں اور میرے باپ کے پاس حضرت ابوذر غفاری کا غلام بھی تھا جو آپ کی تلوار درست کر رہا تھا اور میرے باپ کہہ رہے تھے ؎

اے زمانے تیرے دوست ہونے پر افسوس ہے
تیری کتنی ہی چاشتیں اور شامیں ہیں
اور کتنے ہی ساتھی مقتول ہونے کے طالب ہیں
اور زمانہ عوض پر قناعت نہیں کرتا
اور معاملہ خدائے جلیل کے سپرد ہے
اور ہر زندہ اس راستے پر چلنے والا ہے

آپ نے ان اشعار کو دو تین بار دہرایا حتیٰ کہ میں نے ان کو یاد کر لیا۔

امام زین العابدین نے فرمایا کہ آنسوؤں نے میرا گلا گھونٹ لیا

میں آپ کے مقصد کو سمجھ گیا پس آنسوؤں نے میرا گلا گھونٹ دیا اور میں انہیں دہرانے لگا پھر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مصیبت نازل ہو چکی ہے اور میری پھوپھی کھڑی ہو گئیں حتیٰ کہ آپ کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں کاش موت میری آج زندگی ختم کر دیتی پھر سیّدہ زینب نے کہا اے میرے بھائی آپ نے اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیا ہے اور سیّدہ زینب نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور اپنا گریبان پھاڑ دیا اور غش کھا کر گر پڑیں۔ امام حسین نے اگر بہن کے چہرے پر پانی ڈالا اور فرمایا اے میری بہن صبر کرو اور اللہ تعالےٰ کی تسلی حاصل کرو اور جان لو کہ اہلِ زمین مر جائیں گے اور اہل آسمان میں سے بھی کوئی باقی نہیں رہے گا اور خدا کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں واپس میرے پاس بھیج دیا اور امام حسین اور آپ کے اصحاب نے ساری رات نماز پڑھتے، استغفار کرتے، دعا کرتے اور تضرع و عاجزی کرتے گذار دی۔

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام حسین نے اپنے بھائی عباس بن علی شیر خدا کو علم عطا کیا

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب عمرو بن سعد جمعہ کے دن ۱۰ محرم کو جنگ کے لیے کھڑا ہو گیا اور امام حسین نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھائی امام حسین کے اصحاب ۳۲ سوار اور چالیس پیادہ تھے آپ نے نماز کے بعد صف بندی کی اپنے میمنہ پر زہیر بن القین اور میسرہ پر حبیب بن المطہر کو امیر مقرر کیا اور اپنے بھائی عباس بن علی شیر خدا کو اپنا علم عطا کیا اور خیموں کو اپنے پس پشت پر رکھا اور امام حسین کے حکم سے انہوں نے اپنے خیموں کے پیچھے خندق کھودی اور اس میں ایندھن، لکڑیاں اور سرکنڈے پھینک دیے پھر اس میں آگ جلا دی تاکہ پیچھے سے کوئی دشمن ان خیموں میں نہ آئے اور عمرو بن سعد نے اپنے میمنہ پر عمرو بن حجاج النہدی اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو سربراہ مقرر کیا۔ ذی الجوشن کا نام شرجیل بن الاعور بن عمرو بن معاویہ تھا جو بنو الضباب بن الکلاب سے تھا اور سواروں پر عزرہ بن قیس احمسی اور پیادوں پر شبث بن ربعی کو مقرر کیا اور اپنے غلام وردان کو جھنڈا دیا اور لوگ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کا خطبہ دینا

جب عمرو بن سعد جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام نے خطبہ دیا اس خطبہ کا ذکر حافظ ابن کثیر اور ابن جریر نے بھی کیا ہے۔ ابن جریر نے اس خطبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ نہ اس سے پہلے کبھی سنا ہے نہ اس کے بعد کبھی سنا ہے۔ ہم ابن جریر اور ابن کثیر کے حوالہ سے اس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! کیا میرے جیسے شخص سے جنگ کرنا تمہارے لیے

حاشیہ صفحہ سابقہ

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۸۔ تاریخ طبری ص ۲۴۷ ج ۴۔

جائز ہے میرے خاندان کا خیال کرو کہ میں کون ہوں پھر اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو کہ میرا قتل کرنا میری ہتک حرمت کرنا کیا تم لوگوں کے لیے حلال ہے۔ کیا میں تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نواسہ نہیں ہوں، کیا میں ان کے وصی و ابن عم کا فرزند نہیں ہوں جو کہ خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے اور میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور روئے زمین پر میرے سوا نبی کی بیٹی کا کوئی بیٹا موجود نہیں ہے اور حضرت علی شیر خدا میرے باپ ہیں اور حضرت جعفر ذوالجناحین میرے چچا اور حضرت حمزہ میرے باپ کے چچا ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی سے فرمایا یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں اگر تم میری بات کی تصدیق کرو تو یہ حق ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا نیز تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری حضرت سہل بن سعد، حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس بن مالک سے پوچھو وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائیں گے، تم ہلاک ہو جاؤ گے کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ شمر بن ذی الجوش وغیرہ نے کہا کہ آپ کو یزید کا فیصلہ ماننے اور قبول کرنے سے کس نے روکا ہے۔ امام حسین نے فرمایا واللہ میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا نہیں ہوں نہ غلاموں کی طرح اطاعت کرنے والا ہوں۔ میں ہر متکبر اور ظالم سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا مجھے بتاؤ کیا تم مجھے اپنے کسی مقتول کی وجہ سے جسے میں نے قتل کیا ہو تلاش کرتے ہو یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے یا کسی کو میں نے زخم پہنچایا ہے اس کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔

امام حسین نے خطوط لکھنے والوں کو کہا کہ تم نے مجھے خطوط لکھے ہیں مگر انہوں نے انکار کر دیا

راوی بیان کرتا ہے کہ آپ سے وہ اس بارے میں بات نہ کرتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ امام حسین نے آواز دی اے شبث بن ربعی، اے حجار بن جبر، اے قیس بن

اشعث، اے یزید بن حارث، کیا تم نے بھی مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں۔ باغ سرسبز ہو رہے ہیں تالاب چھلک رہے ہیں، آپ کی نصرت کے لیے لشکر آراستہ ہیں تشریف لائیں، یہ لوگ جواب میں کہنے لگے کہ ہم نے خط نہیں لکھے قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے اور اس کا فیصلہ کیوں نہیں مان لیتے آپ نے جواب میں فرمایا میں ذلیل آدمی کی طرح اسکی بیعت ہرگز نہیں کروں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح اس کے سامنے اقرار کروں گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ یزیدی لوگ امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ تیس سواروں کی ایک جماعت امام حسین کی فوج کی طرف سمٹ آئی جن میں ابن زیاد کی فوج کے ہراول کا امیر حر بن یزید بھی شامل تھا اس نے اس سلوک کے بارے میں جو امام حسین سے کیا تھا آپ سے معذرت کی امام حسین نے اسکی معذرت قبول کر لی پھر حر بن یزید امام حسین کے اصحاب کے آگے ہو کر عمر و بن سعد کو مخاطب کیا اور کہا کہ تم ہلاک ہو جاؤ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کی بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

زہیر بن قین کا قوم سے خطاب

جب عمر و بن سعد نے امام حسین پر حملہ شروع کرنے کی تیاری کر لی۔ تو راوی بیان کرتا ہے کہ امام حسین کے اصحاب میں سے زہیر بن قین اپنے گھوڑے پر ہتھیاروں سے مسلح ہو کر باہر نکلا اور اس نے کہا اے اہل کوفہ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور اللہ تعالٰی نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی کی ذریت کے ذریعہ آزمایا ہے تاکہ وہ ہماری اور تمہاری عملی کیفیت دیکھے ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ تم امام حسین کی مدد و نصرت کرو۔ طاغیہ عبیداللہ بن زیاد کی مدد چھوڑ دو اور تم لوگوں نے ان کے اقتدار میں سوائے برائی کے کچھ نہیں پایا وہ تمہاری آنکھوں میں سلائی پھیرتے ہیں اور تمہارے ہاتھ اور پاؤں قطع کرتے ہیں اور تمہارا مثلہ کرتے ہیں اور تمہارے افضل آدمیوں اور قاریوں جیسے حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ہانی بن عروہ جیسے لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اہلِ کوفہ نے زہیر بن قین کو گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہنے لگے کہ ہم جب تک تمہارے آقا اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں ہم باز نہیں آئیں گے۔ زہیر بن قین نے کہا بلاشبہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے بیٹے سے تمہارے نزدیک سمیہ کا بیٹا زیادہ مدد کا مستحق ہے۔

زہیر بن قین نے شمر کو کہا کہ اے شمر تو ایک جانور ہے

راوی بیان کرتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے زہیر کو تیر مارا کہا خاموش ہو جا تو نے اپنی گفتگو سے ہمیں زچ اور پریشان کر دیا ہے۔ زہیر بن قین نے کہا اے اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کے بیٹے میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں تو تو ایک چوپایہ اور ڈھور ہے۔ خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تو کتاب اللہ کی دو آیتیں بھی نہیں پڑھ سکتا تجھے قیامت کے روز ذلت اور رسوائی اور دردناک عذاب ہوگا۔ شمر نے کہا کہ بلاشبہ تجھے اور تیرے آقا کو ایک ساعت بعد قتل کرنے والا ہوں

زہیر بن قین نے کہا کہ اے شمر تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم تمہارے ساتھ نعمتوں میں رہنے کی بہ نسبت مجھے موت کی خاطر ان کے ساتھ رہنا زیادہ پسندیدہ ہے پھر زہیر واپس آیا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے بندگان خدا یہ دشمن اجڈ، بیوقوف تمہیں تمہارے دین کے بارے میں دھوکہ نہ دے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جنہوں نے آپ کی ذریت کا خون بہایا ہے اور ان کے مددگاروں اور ان کے حریم کا دفاع کرنے والوں کو قتل کیا ہے۔

حُر بن یزید کی ابنِ سعد سے گفتگو

زہیر بن قین نے اہلِ کوفہ اور تمام یزیدی فوج سے خطاب کیا جس میں کہا کہ خدا کے

لہ البدایہ والنہایہ، ج ۸، تاریخ طبری صفحہ ۲۵۴، ج ۴

عذاب سے ڈرو اور رسولِ پاک کی اولاد اور ذریت کا خون بہانے سے باز آجاؤ اس کے بعد حُر بن یزید نے خصوصی طور پر عمرو بن سعد سے گفتگو کی کہ کیا تم اس شخص سے جنگ کرنے والے ہو جو رسول پاک کا بیٹا ہے۔ عمرو بن سعد نے کہا ہاں اور حُر کوفہ کے بڑے بہادر دل میں سے تھا اس کے ایک ساتھی نے اسے امام حسین کی طرف جانے پر ملامت کی تو حُر نے اسے کہا خدا کی قسم میں اپنے آپ کو جنت اور دوزخ کے درمیان دیکھ رہا ہوں اور قسم بخدا میں جنت کے سوا کسی کو اختیار نہیں کروں گا خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور آگ میں جلا دیا جائے پھر حُر اپنے گھوڑے کو چلا کر امام حسین کے ساتھ جا ملا اور آپ سے معذرت کی جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پھر حُر نے اہلِ کوفہ کو کہا کہ تم نے امام حسین کو اپنے پاس بلایا جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ تم نے کہا تھا کہ ان کی حفاظت میں اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ حفاظت کی بجائے تم انہیں قتل کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور تم نے ان پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے بارے میں بُرے ثابت ہوئے ہو اگر آج تم نے اس حالت سے توبہ اور رجوع نہ کیا تو اللہ تعالٰی بڑی پیاس کے دن تمہیں سیراب نہیں کرے گا اور تمہیں پانی سے محروم کر دے گا ابن زیاد کے پیادوں نے حُر بن یزید پر تیروں سے حملہ کر دیا اور حُر امام حسین کے آگے آکر کھڑا ہو گیا اور عمرو بن سعد کو کہا کہ تمہاری ہلاکت ہو تم نے ہی امام حسین کا پانی بند کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ عمرو بن سعد نے آگے بڑھ کر اپنے غلام دریدسے کہا اے درید اپنے جھنڈے کو قریب کرو اس نے اسے قریب کیا۔

عمرو بن سعد نے کہا کہ میں حضرت حسین کو پہلا شخص تیر مارنے والا ہوں

عمرو بن سعد نے اپنی آستین چڑھائی اور تیر مارا اور کہا کہ میں امام حسین کی طرف تیر مارنے والا پہلا شخص ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے پھر دونوں طرف سے تیر اندازی شروع ہو گئی۔

عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت

ابن جریر لکھتے ہیں کہ ایک شخص بنو علیم میں سے عبداللہ بن عمیر کوفہ میں آئے ہوئے تھے قبیلہ ہمدان میں جعد کے کنوئیں کے پاس گھر لے رکھا تھا ان کی بیوی ام وہب خاندان نمر بن ماسط کی ان کے ساتھ تھی۔ عبداللہ بن عمیر مقام نخیلہ میں دیکھا کہ امام حسین پر حملہ کرنے کے لیے فوج کا سامان ہے۔ عبداللہ کلبی نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ سامان کیسا ہے، اس نے کہا کہ حسین بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کی تیاری ہو رہی ہے، عبداللہ کو مدت سے آرزو تھی کہ مشرکین سے جہاد کرے۔ خیال آیا کہ اپنے رسول کے نواسہ پر یہ لوگ حملہ کر رہے ہیں ان سے جہاد کرنا بھی عنداللہ مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے۔ پھر ام وہب کے پاس آئے اور اپنے ارادے سے اُسے اطلاع دی وہ کہنے لگی تو نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے اور تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چل، عبداللہ راتوں رات اپنی بیوی کو ساتھ لیے ہوئے امام حسین کے پاس آگئے۔ جب ابن سعد نے قریب ہو کر تیر مارا اور دونوں جانب سے تیر اندازی شروع ہو گئی تو زیاد بن ابی سفیان کا غلام یسار اور عبداللہ بن زیاد کا غلام سالم دونوں صف سے نکلے اور کہا کہ کوئی ہے جو تم میں سے ہمارے مقابلے میں نکلے، یہ سن کر حبیب بن مظہر اور بریر بن حضیر اٹھ کھڑے ہوئے مگر امام حسین نے ان دونوں کو کہا کہ بیٹھ جاؤ۔

عبداللہ بن عمیر کلبی نے امام حسین سے جنگ کی اجازت لی

یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمیر کلبی اٹھے اور عرض کی اے امام حسین مجھے ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیے آپ نے اجازت دے دی۔ عبداللہ ان دونوں کے مقابلے کے لیے نکلے۔ ان دونوں نے پوچھا تم کون ہو، عبداللہ نے اپنا نسب ان دونوں کے سامنے بیان کیا۔ یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا عبداللہ نے یسار کو کہا اے پسر فاحشہ مقابلہ کے لیے تیار ہو یہ کہتے ہی یسار پر حملہ کیا ایک تلوار ماری وہ ختم ہو گیا۔ اب سالم

نے عبداللہ پر حملہ کیا عبداللہ نے اس کے حملہ کو روکا اور سالم کو تلوار ماری وہ زمین پر گر پڑا اور ختم ہو گیا۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے ۔

تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو سنو! میں خاندان بنی کلب سے ہوں یہ فخر میرے لیے کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہ علیم میں ہے۔ میں صاحب قوت و نصرت ہوں مصیبت پڑے تو میں کمزور دل نہیں ہوتا، اے ام وہب میں اس بات کا ذمہ اٹھاتا ہوں کہ بڑھ بڑھ کر تلواروں کے اور برچھیوں کے وار ان لوگوں پر کیا کروں گا شیوہ خدا پرست نوجوانوں کا ہوتا ہے۔
ام وہب نے یہ سن کر ایک لکڑی ہاتھ میں پکڑی اور اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی بڑھی میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہو جائیں ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتے جاؤ عبداللہ کلبی اپنی زوجہ کی آواز سن کر پلیٹ پڑے کہ اس کو عورتوں میں لے جاکر بٹھائیں۔ ام وہب ان کے دامن سے لپٹ گئیں کہتی تھی تمہارے سامنے میں جب تک نہ مرلوں تم کو نہ چھوڑوں گی۔

امام حسین علیہ السلام نے پکارا کہا کہ اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر تم دونوں کو ملے بی بی عورتوں کی طرف واپس چلی آ انہیں کے پاس بیٹھی رہ عورتوں کو قتال نہیں چاہیے۔ اُم وہب اس حکم کو سُن کر عورتوں کی طرف پلٹ گئی۔

ابنِ حوزہ کا انجام

عمرو بن سعد کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا وہ اپنی فوج کو لے کر امام حسین کی طرف بڑھا ان میں ایک شخص بنو تمیم سے جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا یہ امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا اور حسین حسین کہہ کر آپ کو پکارا۔ آپ نے فرمایا کیا کہتا ہے۔ کہنے لگا آپ کو دوزخ کی بشارت ہو۔ امام حسین نے فرمایا تو ہلاک ہو تو دوزخ کا مستحق ہے۔
مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ وہ عبداللہ بن حوزہ جب واپس ہوا تو اس کے گھوڑے نے اسکی گردن توڑ دی اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا۔ امام حسین نے اسے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ابن حوزہ ہوں۔ امام حسین نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ اس کو آگ میں داخل کر۔ ابن

حوذہ کو گھوڑا لے کر دوڑنے لگا۔ اس کا پاؤں، پنڈلی اور ران کٹ گئی اور اس کا دوسرا پہلو رکاب میں الجھ گیا۔ مسلم بن عوسجہ نے اس پر حملہ کر کے اسے تلوار ماری اور اس کا دایاں بازو کٹ گیا اور گھوڑا اسے لے کر دوڑ پڑا اور گھوڑا جس پتھر کے پاس سے گذرتا اس سے اس کے سر میں چوٹ لگتی حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸، تاریخ طبری صہ ۲۵۸ ج ۴)

ابن جریر لکھتے ہیں کہ ابن حوذہ جب مر گیا اور دوزخ میں پہنچ گیا تو یزیدی فوج سے مسروق بن وائل نے ابن حوذہ کا جب انجام دیکھا تو یزیدی فوج کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مسروق بن وائل سے اس کے بھائی عبدالجبار نے یزیدی فوج کو چھوڑنے کا سبب پوچھا تو مسروق بن وائل نے کہا کہ میں نے اس خاندان کے لوگوں سے یعنی امام حسین سے ایسی بات دیکھی ہے کہ میں کبھی بھی ان سے جنگ نہیں کروں گا۔ ابن حوذہ کے مرنے کے بعد یزیدی فوج سے یزید بن معقل میدان میں نکلا۔

یزید بن معقل اور ابن حضیر میں مباہلہ

یزید بن معقل صف سے نکل کر بلند آواز سے کہنے لگا اے بریر بن حضیر تم نے دیکھ لیا خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ بریر نے حضیر کو جواب دیا خدا نے ہمارے ساتھ بھلائی کی اور تیرے حق میں برائی یزید بن معقل نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو تم تو یہ بھی کہتے تھے کہ حضرت معاویہ حق پر نہیں ہیں اور امام ہدیٰ وبرحق علی بن ابی طالب ہیں۔ بریر بن حضیر نے کہا ہاں یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرا قول ہے۔ نیز بریر بن حضیر نے کہا آؤ ہم اور تم اس بات پر مباہلہ کریں کہ کون حق پر ہے پہلے خدا سے دعا مانگیں کہ خدا جھوٹے پر لعنت کرے اور گمراہ کو قتل کرے۔ اس کے بعد ہم اور تم لڑیں۔ اب وہ دونوں نکلے خدا کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ دعا کی کہ جھوٹے پر عذاب نازل ہو۔ اور جو راہ راست پر ہو وہ گمراہ کو قتل کرے۔

مباہلہ کے بعد یزید بن معقل گمراہ کا قتل ہو جانا

مباہلہ کرنے کے بعد دونوں لڑنے لگے۔ یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر وار کیا مگر بریر بچ گئے پھر بریر نے یزید بن معقل کو تلوار ماری وہ مغفر کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی۔ وہ اس طرح گرا کہ گویا کہ پہاڑ نیچے آ رہا ہو (اور یزید بن معقل دوزخ میں پہنچ گیا) اس کے بعد ایک یزیدی فوج سے جس کا نام ابن منقذ تھا وہ بریر بن حضیر سے لپٹ گیا مگر بریر بن حضیر نے اس کو نیچے گرا لیا اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ ابن منقذ عبدی چلانے لگا اور یزیدی فوجیوں کو مدد کے لیے پکارا تو اسکی مدد کے لیے کعب ازدی نے بریر بن حضیر پر حملہ کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے کعب ازدی کو کہا کہ یہ بریر بن حضیر تو قاری قرآن ہیں جو مسجد میں ہم لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے مگر کعب نے بریر بن حضیر پر نیزہ کا وار کیا اسکی سنان بریر کی پشت پر لگی اور بریر نے ابن منقذ عبدی کی ناک کاٹ دی اور اس کا چہرہ بھی زخمی کر دیا اور کعب ازدی نے بریر بن حضیر پر وار کیا جس سے بریر بن حضیر ابن منقذ عبدی کے سینے سے الگ جا گرے۔ کعب ازدی جب میدان جنگ سے واپس ہوا تو اسکی عورت نوار بنت جابر نے کہا کہ تو نے فرزند فاطمہ کے مقابلہ میں ابن زیاد کی مدد کی ہے تو نے بریر بن حضیر سید قاریئن کو قتل کیا ہے تو کیسے امر عظیم کا مرتکب ہوا ہے۔ واللہ میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی۔

(تاریخ طبری صہ ۲۶ جلد ۴)

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عمرو بن سعد کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا اس نے اپنی فوج کو کہا کہ امام حسین کے ساتھ جنگ کرو امام حسین نے فرمایا اے ابن حجاج تو میرے قتل پر لوگوں کو ابھار رہا ہے۔ ابن حجاج نے فرات کی طرف سے امام حسین کے لشکر پر حملہ کر دیا جنگ شروع ہو گئی۔

مسلم بن عوسجہ کی شہادت

جب ابن حجاج نے امام حسین کے اصحاب پر حملہ کیا تو اس حملہ میں امام حسین کے اصحاب میں تمام سے پہلے مسلم بن عوسجہ شہید ہو گئے۔ امام حسین چل کر مسلم بن عوسجہ کے پاس گئے اور اس کے لیے رحم کی دعا کی اور مسلم بن عوسجہ ابھی آخری سانسوں پر تھا کہ حبیب بن مظہر نے اسے کہا کہ تجھے جنت کی بشارت ہو۔ مسلم بن عوسجہ نے حبیب بن مظہر کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ امام حسین کی حفاظت کرتے ہوئے مرنا حبیب بن مظہر نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو شہید کرنے والوں کے نام مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بجلی ہے۔

عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت

عبداللہ کلبی کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ انہوں نے ابن زیاد کے دو غلاموں کو قتل کیا تھا اور شمر بن ذی الجوشن اپنے میسرہ کے ساتھ امام حسین کے میسرہ پر حملہ کیا اور اسی حملہ میں کلبی شہید ہو گئے۔ کلبی بڑے بہادر تھے۔ انہوں نے پہلے دو یزیدی فوجیوں کو قتل کیا پھر اور دو کو قتل کیا اور بڑی شدت وجرات سے حملہ کر رہے تھے کہ ہانی بن شبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا اور ان دونوں نے ان کو شہید کیا۔

اُم وہب کی شہادت

جب عبداللہ بن عمیر کلبی شہید ہو گئے تو اسکی زوجہ ام وہب کلبی کی لاش پر آئیں اس کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ گرد وغبار اس کے چہرے سے صاف کرتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ تم کو جنت میں جانا مبارک ہو، شمر نے رستم نامی غلام سے کہا کہ مار لٹھ اس عورت کے سر پر۔ جب اس نے لٹھ ماری تو سر پاش پاش ہو گیا اور وہ اسی جگہ مر گئیں۔

(تاریخ طبری صہ ۲۶۴ ج ۴)

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے جب امام حسین کے میسرہ پر حملہ کیا اور شمر کے ساتھیوں نے امام حسین کا قصد کیا تو امام حسین کے اصحاب میں گھڑ سواروں نے آپ کا عظیم دفاع کیا اور آپ کی زبردست مدافعت کی اور شمر نے عمرو بن سعد سے پیادہ اور تیر انداز دستے کا مطالبہ کیا تو اس نے تقریباً پانچ سو فوجیوں کو بھیج دیا۔ اور وہ امام حسین کے اصحاب کے گھوڑوں کو تیر مارنے لگے اور انہوں نے سب کو زخمی کر دیا حتیٰ کہ وہ سب پیادہ ہی باقی رہ گئے اور جب انہوں نے حُر بن یزید ریاحی کے گھوڑے کو زخمی کیا تو وہ تلوار ہاتھ میں لیے نیچے اتر آیا گویا کہ وہ ایک شیر ہے اور وہ کہنے لگا کہ میں شریف زادہ ہوں اور شیر سے زیادہ شجاع اور بہادر ہوں۔

شمر ملعون نے کہا کہ آگ لاؤ میں امام حسین کے خیموں کو آگ لگاؤں

اسی اثنا میں شمر بن ذی الجوشن امام حسین علیہ السلام کے خیمے کے قریب آیا جس میں خواتین حضرات تھیں، شمر لعین کہنے لگا کہ میرے پاس آگ لاؤ میں ان خیموں کو آگ لگاؤں تو خواتین پاک چلا اٹھیں اور خیمہ سے باہر نکل آئیں تو امام حسین نے شمر مردود کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے آگ میں جلا دے اور شبث بن ربعی، شمر کے پاس آیا اس نے اسے کہا کہ تیرا یہ قول فعل اور موقف بہت غلط اور بُرا ہے تو عورتوں کو ڈراتا ہے اس سے شمر خبیث کچھ شرمندہ ہوا اور واپس جانے کا ارادہ کیا اور حمید بن مسلم نے بھی شمر بن ذی الجوشن کو کہا کہ تو بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ تیرے لیے بہتر نہیں ہے اسی اثنا میں زہیر بن قین نے امام حسین کے اصحاب کے ساتھ مل کر شمر کی فوج پر حملہ کر دیا اور انہوں نے ان کو اس جگہ سے ہٹا دیا اور ابو عزہ الضبابی جو شمر کا ساتھی تھا اس کو قتل کر دیا گیا اور ظہر کا وقت ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا انہیں حکم دو کہ وہ جنگ بند کریں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں اور اہل کوفہ میں سے ایک یزیدی شخص کہنے لگا کہ آپ کی یہ بات قبول نہ ہو گی تو حبیب مظہر نے کہا کہ

تو ہلاک ہو جائے کیا تمہاری بات قبول ہو گی اور حبیب بن مطہر نے شدید جنگ کی اور اس بزیدی شخص کو قتل کر دیا جسے بدیل بن صریم کہا جاتا تھا اور وہ بنو غطفان سے تعلق رکھتا تھا اور حبیب کہنے لگا کہ میں حبیب ہوں اور میرا باپ مطہر ہے جو جنگ کا شہسوار ہے اور جنگ کو بھڑکانے والا ہے تم بڑی تعداد والے ہو اور ہم زیادہ وفادار اور صابر ہیں نیز ہم حجت کے لحاظ سے اعلیٰ اور حق کے لحاظ سے نمایاں ہیں اور تم سے زیادہ ثابت قدم اور پاکباز ہیں۔

حبیب بن مطہر کی شہادت

حبیب بن مطہر مذکورہ بالا رجز پڑھتے جاتے تھے اور بڑے شد و مد سے شمشیر زنی کر رہے تھے کہ بنو تمیم کے ایک شخص نے بڑھ کر برچھی کا وار کیا حبیب گر پڑا حبیب اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے ان کے سر پر تلوار ماری اور ایک تمیمی شخص نے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے کہا کہ میں بھی ان کے قتل میں شریک تھا اس لیے اس کا سر مجھے دے دو میں اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دوں لوگ دیکھ لیں اور آننا جان لیں کہ میں بھی ان کے قتل میں شریک ہوں پھر یہ سر مجھ سے تم لے لینا۔ ابن زیاد کے پاس لے جانا ان کے قتل کا جو صلہ تم کو ملے گا مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے تمیمی نے اسکی بات تسلیم نہ کی۔ اس کی قوم نے دونوں کے درمیان صلح کرا دی۔ تمیمی نے حبیب کا سر حصین بن نمیر کو دے دیا اس نے اپنے گھوڑے کے گلے میں سر کو ڈال کر تمام لشکر میں پھرایا اور اس سر کو پھر تمیمی کے حوالہ کر دیا۔

قاسم بن حبیب کا انتقام لینا

یہ لوگ جب کوفہ میں واپس آئے تو حبیب کے سر کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکاتے ہوئے تمیمی ابن زیاد کے محل کی طرف آیا قاسم بن حبیب نے اپنے باپ کا سر اس تمیمی کے پاس دیکھا قاسم اس وقت بالغ ہونے کے قریب تھا اور اس سوار کے پیچھے پیچھے پھرنا قاسم نے اختیار کیا کسی وقت اس کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا وہ ابن زیاد کے

محل میں جاتا تو یہ بھی محل میں چلا جاتا وہ نکلتا تو یہ بھی نکلتا تمیمی کو کچھ بدگمانی ہوئی، کہنے لگا اے لڑکے تو میرے پیچھے پیچھے کیوں رہا کرتا ہے اس نے کہا کہ کوئی سبب نہیں ہے تمیمی نے کہا کوئی سبب ضرور ہے مجھ سے بیان کر اس لڑکے (قاسم) نے کہا کہ یہ میرے باپ کا سر تیرے پاس ہے مجھے دے دو تاکہ میں اسے دفن کر دوں تمیمی نے کہا اے لڑکے اس کے دفن پر راضی امیر نہیں ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس قتل کے سلسلہ میں امیر (ابن زیاد) بہت معاوضہ دے گا۔ لڑکے نے کہا خدا تجھے بہت برا عوض دے گا کیونکہ تو نے ایک بہتر بن شخص کو قتل کیا ہے یہ کہہ کر لڑکا (حبیب کا بیٹا قاسم) رونے لگا۔ غرض قاسم اسی فکر میں رہا اور اب وہ بالغ بھی ہوگیا اب وہ تمیمی کی تاک میں لگ گیا جب موقعہ پائے تو باپ کا بدلہ لے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب مصعب بن زبیر کا زمانہ آیا تو وہ لڑکا (قاسم) مصعب کی فوج میں شامل ہوگیا۔ دیکھتا ہے کہ اس کے باپ کا قاتل اس کے خیمے میں ہے وہ اس کے پاس گیا تو وہ قیلولہ کر رہا تھا۔ قاسم نے تلوار سے اس پر وار کیا وہ قتل ہوگیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸۔ تاریخ طبری ص۲۶۶ ج ۴)

ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قیس نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب حبیب بن مطہر قتل ہوگیا تو اس بات نے امام حسین کو کمزور کر دیا آپ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو کھو دیا ہے۔

معتبر روایت میں مطہر (ط) کے ساتھ ہے

بعض روایات میں حبیب بن مطہر ہے اور بعض میں حبیب بن مظاہر ہے معتبر روایت مطہر (ط) ہے۔ حبیب بن مطہر کی شہادت کے بعد حُر بن یزید ریاحی رجز پڑھنے لگا اور امام حسین کی خدمت میں کہنے لگا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں قتل نہ ہوں آپ قتل نہیں ہوں گے اور آج کے دن میں دشمن کو مصیبت میں ڈالوں گا اور میں تلوار کے ساتھ انہیں کاٹنے والی ضرب لگاؤں گا کیونکہ ہم ان سے کمزور نہیں ہیں پھر حُر اور زہیر بن قین نے شدید

جنگ کی اور چند یزیدی فوجیوں نے مل کر حُر پر حملہ کیا اور حُر کو شہید کر دیا۔

زہیر بن قین کی شہادت

حضرت حُر کے شہید ہونے کے بعد زہیر بن قین نے امام حسین کے سامنے شدید جنگ کی اور زہیر یہ رجز پڑھنے لگا کہ میں زہیر ہوں اور ابن القین ہوں اور میں تم کو تلوار سے امام حسین سے دفع کروں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ زہیر نے امام حسین کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا کہ آگے بڑھ تو ہادی، اور مہدی بن کر رہنمائی کر اور اپنے جد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علی المرتضیٰ، حسن مجتبیٰ، ذوالجناحین جعفر، شیر خدا حمزہ سے ملاقات کر اسی حالت میں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے حملہ کر کے زہیر بن قین کو شہید کر دیا۔

نمازِ خوف

اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ امام حسین کے اصحاب نے امام حسین کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ یہ نمازِ خوف تھی جو امام حسین کے ساتھ ان لوگوں نے پڑھی۔ اس کے بعد بہت شدت سے لڑائی شروع ہوگئی۔ دشمن امام حسین تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر حنفی آپ کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بچانے کے لیے تیروں کا نشانہ بن گئے وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور داہنی طرف سے اور بائیں جانب سے ان پر تیر پڑ رہے تھے۔ آخر کار تیر کھاتے کھاتے گر پڑے۔

نماز خوف کا طریقہ

جب دشمن سامنے یا مقابلے میں ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر سب ایک ساتھ نماز پڑھیں گے تو دشمن تمام پر حملہ کر دیں گے۔ ایسے وقت امام جماعت کے دو حصے کرے ایک حصے کو دشمن کے مقابلے رکھے اور ایک حصے کو نماز پڑھائے اور جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کر کے دشمن کے مقابل جائے اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابل

کھڑی تھی وہ آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے۔ پھر فقط امام سلام پھیرے اور پہلی جماعت آکر دوسری رکعت بغیر قراءت کے پڑھے اور سلام پھیرے اور دشمن کے مقابل چلی جائے پھر دوسری جماعت اپنی جگہ آکر ایک رکعت جو باقی رہی تھی اس کو قراءت کے ساتھ پورا کر کے سلام پھیرے کیونکہ یہ لوگ مسبوق ہیں اور پہلے لوگ لاحق ہیں۔ حالت سفر میں اگر صورت خوف پیش آئے تو اس کا یہ بیان ہے لیکن اگر مقیم کو ایسی حالت پیش آئے تو وہ چار رکعت والی نمازوں میں ہر ہر جماعت کو دو دو رکعت پڑھائے اور تین رکعت والی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعت اور دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائے۔ باقی نماز مقتدی خود پوری کریں۔ نماز خوف کا ذکر قرآن مجید اور کتب حدیث اور تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔

نافع بن ہلال کی شہادت

راوی بیان کرتا ہے کہ امام حسین کے اصحاب میں سے نافع بن ہلال بھی تھا اس نے اپنے تیروں پر اپنا نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے تیر زہر آلود تھے اور یہ رجز پڑھتا تھا کہ میں ابن ہلال ہوں جو حضرت علی (شیر خدا) کے دین پر ہوں اور اس نے زخمیوں کو چھوڑ کر عمر و بن سعد کے بارہ فوجیوں کو قتل کیا تھا پھر اسے تلوار لگی جس سے ان کے دونوں بازو ٹوٹ گئے پھر ان کو زندہ قید کر لیا گیا اور ان کو عمر و بن سعد کے پاس لایا گیا۔ عمر و بن سعد نے اسے کہا کہ اے نافع تجھے کس بات نے اس جنگ پر آمادہ کیا ہے نافع نے کہا کہ میرا رب میرے ارادے کو جانتا ہے پھر نافع نے کہا کہ قسم بخدا جن لوگوں کو میں نے زخمی کیا ہے انہیں چھوڑ کر میں نے تمہارے بارہ فوجی قتل کیے ہیں۔ اگر میرے بازو ٹھیک رہتے تو یہ مجھے قید نہیں کر سکتے تھے شمر نے کہا اس کو قتل کر دو۔ عمر و بن سعد نے کہا کہ اے شمر تو ہی اس کو قتل کر۔ شمر نے تلوار اٹھائی تو نافع نے کہا شکر ہے خدا کا کہ جو لوگ بدترین خلائق ہیں ان کے ہاتھوں ہماری اس نے موت مقرر کر دی۔ اس کے بعد شمر نے نافع کو شہید کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن غزرہ غفاری کی شہادت

شمر خبیث نے جب نافع بن ہلال کو شہید کر دیا تو پھر اس نے امام حسین کے اصحاب پر حملہ کر دیا قریب تھا کہ امام حسین تک پہنچ جائے امام حسین کے اصحاب امام حسین کی حفاظت کے لیے آپ کے آگے ہو گئے۔ عزرہ غفاری کے دونوں بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن نے آکر کہا کہ اے امام حسین آپ پر سلام ہو ہم آپ کے سامنے قتل ہونا چاہتے ہیں اور آپ کا دفاع کرنا پسند کرتے ہیں۔ امام حسین نے فرمایا تم دونوں میرے قریب ہو جاؤ وہ قریب ہو کر یزیدی فوج سے جنگ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہر تلوار کے ساتھ فاجرین کے گروہ کو ماریں گے۔ اے لوگو! اخیار (بہترین) کے بیٹوں کا مشرقی تلوار اور لچک دار نیزوں کے ساتھ دفاع کریں گے۔ یہ دونوں بھائی جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد کا اپنے قبیلہ سے خطاب

عبداللہ اور عبدالرحمٰن بن عزرہ غفاری دونوں کے شہید ہونے کے بعد حنظلہ بن اسعد امام حسین کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے اے میری قوم والو! مجھے ڈر ہے کہ تم لوگوں پر جنگِ احزاب کا سا عذاب نازل ہو گا جیسے کہ قوم نوح وعاد وثمود پر اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا، اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمہارے لیے روز قیامت کا ڈر ہے جس روز کہ تم پیٹھ پھیرے ہوئے بھاگتے پھرو گے اور خدا کی طرف سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہو گا اور سنو! جسے خدا گمراہ کرتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! امام حسین کو قتل نہ کرو ورنہ خدا عذاب نازل کر کے تم کو تباہ کر دے گا۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

حنظلہ کا یہ کلام سُن کر امام حسین نے فرمایا یرحمک اللہ ابن اسعد یہ لوگ تو اسی وقت سے

عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ جب تم نے اُن کو حق کی طرف دعوت دی ہے اور انہوں نے تمہارے قول کو رد کیا ہے تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا خون بہانے پر آمادہ ہو گئے اور اب تو یہ لوگ تمہارے برادران صالح کو بھی قتل کر چکے ہیں۔ حنظلہ نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ نے سچ فرمایا آپ مجھ سے افقہ ہیں اور اس مذہب کے حق دار ہیں کیا ابھی ہم اپنے بھائیوں کو ملنے نہ جائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اجازت دی کہ جاؤ دارالبقاء کی طرف جو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ حنظلہ نے کہا السلام علیکم یا حسین۔ خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر صلوات بھیجے اور ہم کو اور آپ کو جنت میں ملائے۔ امام حسین نے یہ سن کر دو بار آمین کہی حنظلہ آگے بڑھے اور تلوار سے دشمن کو قتل کرنا شروع کیا آخر کار شہید ہو گئے۔

سیف اور مالک کی شہادت

سیف بن حارث اور مالک بن عبد دونوں آپس میں چچازاد بھائی تھے۔ یہ دونوں نوجوان امام حسین کے پاس روتے ہوئے آئے امام حسین نے فرمایا تم روتے کیوں ہو، انہوں نے کہا کہ ہم روا اس لیے رہے ہیں کہ ہم دیکھ رہے کہ آپ کو بہت زیادہ دشمن نے گھیر لیا ہے ہم آپ کی مدد کر کے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ امام حسین نے فرمایا میری حالت پر غمناک ہونے کی جزاء اور میرے ساتھ ہمدردی کرنے کے عوض اللہ تعالےٰ تمہیں عطا فرمائے جیسے کہ وہ ثواب نیک بندوں کو دیتا ہے پھر یہ دونوں نوجوان آگے بڑھ کر امام حسین سے کہتے جاتے تھے اے رسول اللہ کے بیٹے تم پر سلام ہو ان دونوں کے جواب میں امام حسین نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، ان دونوں نے یزیدی فوج سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

عابس بن ابی شبیب کی شہادت

سیف اور مالک کی شہادت کے بعد عابس بن ابی شبیب نے امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا امام حسین، قسم بخدا روئے زمین پر کوئی قریب و دور کا رشتہ مجھے

آپ سے بڑھ کر عزیز نہیں ہے۔ امام حسین آپ پر سلام ہو میرے گواہ رہیے میں آپ اور آپ کے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ کی ہدایت پر قائم ہوں پھر عابس اپنی تلوار کھینچ کر چلا اور وہ بڑا دلیر تھا اس نے پکارا، ہے کوئی جو مقابلہ کے لیے آئے۔ یزیدی فوج نے اس کو پہچان لیا اور پیچھے ہٹ گئے۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ اس کو پتھر مار دو اور ہر جانب سے پتھر مارنے لگے، جب اس نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنی زرہ اور خود پھینک دیے اور یزیدی فوج پر حملہ کر دیا۔ راوی کہتا ہے قسم بخدا میں نے اسے اپنے آگے سے دو سو سے زیادہ آدمیوں کو بھگاتے ہوئے دیکھا پھر انہوں نے اس پر ہر طرف سے حملہ کر دیا اور وہ شہید ہو گیا۔ ربیع کہتا ہے میں نے چند آدمیوں کے ہاتھ میں اس کا سر دیکھا، یہ کہتا تھا میں نے اس کو قتل کیا ہے اور وہ کہتا تھا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور وہ کہتا تھا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے سب کے سب ابن سعد کے پاس آئے اس نے کہا کیوں جھگڑتے ہو اس کو ایک برچھی نے قتل نہیں کیا یہ کہہ کر اس نے جھگڑا ختم کیا۔

شوذب کی شہادت

عابس بن ابی شبیب جب امام حسین کے پاس آئے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام شوذب بھی تھا۔ عابس نے شوذب سے پوچھا کیا ارادہ ہے شوذب نے کہا کہ میرا بھی ارادہ ہے کہ امام حسین کی طرف سے میں بھی جنگ میں شریک ہو جاؤں عابس نے کہا کہ مجھے تجھ سے یہی اُمید تھی اب تم امام حسین کے پاس جاؤ اور آج کے بعد عمل خیر کا موقعہ نہیں ہے۔ شوذب نے امام حسین کو جا کر سلام کیا اور لڑنے کے لیے یزیدی فوج کے مقابلے میں گیا اور جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

عمر بن خالد، سعد اور جابر بن حارث کی شہادت

امام حسین کے اصحاب میں سے عمر بن خالد صیداوی، اور ان کے غلام آزاد سعد، اور جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے یزیدی فوج پر حملہ کیا اور یہ لڑتے

ہوئے دور تک نکل گئے اور یزیدی فوج نے انہیں گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر عباس بن علی نے حملہ کیا اور ان لوگوں کو نرغے سے نکال لائے اور یہ سب زخمی ہو گئے تھے دشمنوں کو قریب آتے دیکھ کر پھر تلواریں کھینچ لیں اور ایک ہی جگہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ابو شعثاء کی شہادت

ابو شعثاء بنو بہدلہ میں سے تھے۔ یہ امام حسین کے اصحاب میں سے تھے، یہ امام حسین کے پاس آ کر یزیدی فوج پر تیر برسانے لگے اور انہوں نے سو تیر مارا صرف پانچ خطا گئے ان کے رجز کا یہ مضمون تھا کہ مجھے ابو شعثاء کہتے ہیں میں شیر بیشہ شجاعت ہوں خداوندا میں امام حسین کا مددگار ہوں اور ابن سعد کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ یہ یزیدی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے پھر امام حسین کے اصحاب امام حسین کے آگے آگے ہو کر جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے اب آپ کے اصحاب میں سے سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی آپ کے ساتھ رہ گئے۔

امام علی اکبر بن امام حسین کی شہادت

امام حسین علیہ السلام کی اہل بیت میں سے پہلے شہید ہونے والے علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور آپ کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ ثقفی ہیں۔ یہ دشمنوں پر حملہ کرنے لگے اور امام علی اکبر کا رجز یہ کلام یہ تھا میرا نام علی بن حسین ہے اور قسم کعبہ کی ہم لوگ رسول اللہ سے قریب تر ہیں واللہ سمیہ کے بیٹے کے حکم کو ہم نہ مانیں گے آپ کو مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی نے نیزہ مارا جس سے آپ شہید ہوئے کیونکہ علی اکبرا اپنے باپ کو بچانے لگے جبکہ یزیدی فوج نے آپ کے باپ، (امام حسین) کا قصد کیا جب مرہ بن منقذ عبدی نے آپکو نیزہ مارا تو یزیدی فوج نے آپ کو گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا امام حسین نے فرمایا اے میرے بیٹے جن لوگوں نے تجھے قتل کیا ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محارم کی بے حرمتی کرنے میں کس قدر دلیری کر رہے ہیں۔ بس

تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔

حمید بن مسلم راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی (پاک) دوڑ کر نکل آئیں پکار رہی تھیں اے میرے بھتیجے راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ بی بی پاک کون ہیں تو معلوم ہوا کہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں وہ آئیں اور علی اکبر کی لاش پر گر پڑیں یہ دیکھ کر امام حسین ان کا ہاتھ تھامے ہوئے خیمہ میں ان کو لے گئے اور لڑکوں کو ساتھ لے کر علی اکبر کی لاش پر آئے اور حکم دیا کہ بھائی کی لاش کو اٹھاؤ، لڑکے لاش کو مقتل سے اٹھا لے گئے جس خیمے کے سامنے میدان کارزار تھا وہیں لاش کو لٹا دیا۔

عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی شہادت

امام علی اکبر کے بعد عمرو بن صبیح صدائی یزیدی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر مارا۔ عبداللہ نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ لیا تاکہ سر کو نیزے سے بچائیں تیر ہاتھ کو چھیدتا ہوا ماتھے تک پہنچ گیا اب یہ ہاتھ کو ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے پھر اس نے دوسرا تیر مارا جو عبداللہ کے دل پر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

عون و محمد کی شہادت

اب چاروں طرف سے یزیدی دشمنوں کا ہجوم ہو گیا عبداللہ بن قطبہ طائی یزیدی نے عبداللہ بن جعفر پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ عامر بن نہشل یزیدی نے حضرت عون کے بھائی محمد پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن عقیل و جعفر بن عقیل کی شہادت

عبدالرحمٰن بن عقیل پر عثمان بن خالد جھنی یزیدی اور بشر بن سوط ہمدانی یزیدی نے حملہ کیا۔ ان دونوں شیطانوں نے مل کر ان کو شہید کیا، اور جعفر بن عقیل کو عبداللہ بن عزرہ خثعمی یزیدی نے تیر مار کر شہید کر دیا۔

امام قاسم بن حسن کی شہادت

قاسم بن حسن مجتبیٰ امام حسین علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے حضرت قاسم امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ حضور مجھے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دی جائے امام حسین نے حضرت قاسم کے بڑے اصرار کے بعد اجازت دی جب حضرت قاسم میدانِ جنگ میں پہنچے تو حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حمید بن مسلم نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام قاسم کو دیکھا ہے گویا کہ وہ چاند ہیں ہاتھ میں تلوار ہے مجھے خوب یاد ہے کہ ان کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا (البدایہ والنہایہ صہ۱۸٦ ج ۸)

امام قاسم نے ارزق کے چار بیٹوں کو قتل کر دیا اس کے بعد ارزق نے غصہ میں آکر امام قاسم کے گھوڑے کو نیزہ مار دیا

امام قاسم نے رجز کے چند اشعار پڑھنے کے بعد عمرو بن سعد کو کہا کہ کسی لڑنے والے کو بھیج دے عمرو بن سعد نے یہ سن کر ارزق کو بلا کر کہا کہ تم قاسم کے مقابلہ میں جاؤ۔ ارزق جنگجو اور پرانا تجربہ کار تھا۔ کہنے لگا کہ ایک لڑکے کے مقابلے میں میرا جانا میری توہین ہے۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ یہ ہاشمی جوان ہے امام حسین کا بھتیجا ہے اس کا مقابلہ کوئی معمولی آدمی نہ کر سکے گا ارزق نے کہا میں اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بھیجتا ہوں۔ ارزق کے چار بیٹے تھے ایک بیٹے کو کہا کہ جاؤ اس لڑکے کو جا کر گرفتار کر لاؤ۔ اس نے آتے ہی امام قاسم پر کمند پھینکی۔ حضرت قاسم نے تلوار سے کمند کو کاٹ دیا۔ اس نے تلوار سے وار کیا امام قاسم نے تلوار کو ڈھال پر روکا اور ساتھ ہی ارزق کے بیٹے پر تلوار سے حملہ کیا۔ امام قاسم کی تلوار نے اسکی گردن کاٹ دی۔ اب ارزق کا دوسرا بیٹا آیا اس نے امام قاسم پر نیزہ سے حملہ کیا۔ امام قاسم نے اس کے حملہ کو روک دیا اور آپ نے اس کے گھوڑے کو نیزہ مارا گھوڑا الف ہوا یہ گھوڑے سے گرا امام قاسم نے اس کو نیزہ مارا، نیزہ ناف سے گذرتا ہوا کمر تک چھید گیا اور یہ بھی

مردہ ہوکر زمین پر گر پڑا پھر اس کا تیسرا بیٹا مقابلہ میں آیا اسکی تلوار ٹوٹ گئی اور یہ بھاگ پڑا۔ امام قاسم نے اس کا تعاقب کیا اور اس کو تلوار ماری۔ ضرب کاری لگی زمین پر گرتے ہوئے مر گیا۔ اب ارزق کا چوتھا بیٹا مقابلہ میں آیا یہ بھی مارا گیا۔

امام قاسم علیہ السلام نے ارزق کو بھی قتل کر دیا

اس کے بعد ارزق پاگل ہوگیا اور غصہ میں آکر حضرت قاسم کے گھوڑے کو نیزہ مار کر مجروح کر دیا۔ امام قاسم نے ارزق کو کہا کہ ارزق تو بڑا پہلوان ہے اور تجربہ کار جنگجو ہے آج تیری عقل کو کیا ہوگیا ہے۔ تیرے گھوڑے کی خوگیر ڈھیلی ہے تو اسے کس لے۔ ارزق گھبرا کر خوگیر درست کرنے کے لیے جھکا تو امام قاسم نے موقعہ پاکر ایسی تلوار ماری کہ ارزق کا سر اڑ گیا۔ اس کے مارے جانے پر کوفیوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ تمام کوفی کہنے لگے کہ ارزق حضرت قاسم کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

ابن جریر لکھتے ہیں کہ عمرو بن سعید ازدی نے حضرت قاسم پر حملہ کیا اور ان کے سر پر تلوار لگی وہ گر پڑے اور حضرت قاسم نے بلند آواز سے کہا چچا، چچا یہ سن کر امام حسین اس طرح جھپٹ پڑے جیسے شاہین آتا ہے اور شیر غضب ناک کی طرح آپ نے حملہ کیا۔ عمرو بن سعید ازدی کو تلوار ماری اس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا ہاتھ اس کا کہنی کے پاس سے جدا ہوگیا اور چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا، اہل کوفہ کے سوار دوڑے کہ اس کو امام حسین کے ہاتھ سے بچائیں اور اس کو لے جائیں، گھوڑے اس کی طرف پلٹ پڑے۔ ان کے قدم اٹھ گئے سواروں کو لیے ہوئے عمرو بن سعید ازدی کو پامال کرتے گذر گئے آخر میں وہ مر گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب غبار فرو ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام حسین حضرت قاسم کے سر ہانے کھڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں جن لوگوں نے تجھے قتل کیا ہے ان سے قیامت کے دن تیرے جد بزرگوار تیرے خون کا دعویٰ کریں گے پھر امام حسین نے قاسم کو اٹھا لیا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام حسین حضرت قاسم کو سینہ سے لگائے ہوئے تھے دونوں پاؤں قاسم کے زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے۔ امام حسین حضرت قاسم کی لاش کو

علی اکبر کی لاش کے پہلو میں جا کر لٹا دیا۔

(تاریخ طبری صہ ۲۷۳ ج ۴)

علی اصغر کی شہادت

حضرت علی اصغر کا نام عبداللہ تھا چنانچہ ابن کثیر اور ابن جریر لکھتے ہیں کہ امام حسین اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس حضرت علی اصغر کو لایا گیا آپ نے اس کو گود میں بٹھا لیا اور اس سے پیار کیا پھر ایک یزیدی خبیث کتے نے تیر مارا جو علی اصغر کے حلقوم میں لگا جسکی تفصیل یہ ہے کہ حضرت علی اکبر، حضرت قاسم اور عباس کی شہادت کے بعد امام حسین تنہا رہ گئے تھے آپ کے صرف دو بچے ایک زین العابدین اور دوسرے علی اصغر باقی رہ گئے تھے ان میں سے زین العابدین بیمار تھے اور علی اصغر چھ مہینے کے شیر خوار بچے تھے۔ امام حسین کی بہن سیدہ زینب نے آپ کو بلایا۔ جب امام حسین خیمہ میں داخل ہوئے تو سیدہ زینب نے کہا بھائی حسین اب ہم سے علی اصغر کی پیاس دیکھی نہیں جاتی بھوکی پیاسی ماں (شہر بانو) کے سینے میں دودھ خشک ہو چکا ہے اور یہ شیر خوار بچہ پیاس سے تڑپ رہا ہے اور دم توڑ رہا ہے۔ بھائی جان میری رائے یہ ہے کہ آپ اس ننھی سی جان کو میدان میں لے جا کر ظالموں کو دکھایئے شاید ان سنگ دلوں کو اس بچے کی پیاس پر رحم آجائے اور وہ اس بچے کو چند گھونٹ پانی دے دیں۔ بہن کے اصرار سے مجبور ہو کر امام عالی مقام اپنے نور نظر علی اصغر کو اپنی گود میں اٹھا کر سیاہ دل دشمنوں کے سامنے تشریف لے گئے اور فرمایا میں اپنے تمام ساتھیوں اور تمام شہزادگان اہل بیت کو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کی نذر کر چکا ہوں اب میرا یہ چھوٹا بچہ پیاس کی شدت سے دم توڑ رہا ہے۔ بالخصوص امام حسین نے عمرو بن سعد کو کہا اے ظالم تو خوب جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور تو باطل کی پیروی کر رہا ہے تو نے میرے جگر گوشوں کو میرے سامنے شہید کرا دیا ہے میں نے اُف تک نہیں کی۔ بیعت سے تو مجھے انکار ہے۔ میرے بچے نے تیرا کیا قصور کیا ہے۔ یہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے تڑپ رہا ہے۔ ابھی امام حسین علیہ السلام عمرو بن سعد سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بدبخت یزیدی خبیث کتے

حرملہ بن کاہل نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ معصوم حضرت علی اصغر کے حلق میں اتر کر امام حسین کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ امام حسین نے تیر کھینچ کر نکالا تو خون کا فوارہ علی اصغر کے گلے سے اُبلنے لگا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام حسین نے علی اصغر کے زخم کے سامنے اپنے چلو کو رکھا اور چلو خون سے بھر گیا اور خون آسمان کی طرف اچھالا اور امام حسین نے فرمایا اے خدایا، اگر تو نے آسمان سے ہماری نصرت نہیں نازل کی جو اس سے بہتر ہے وہ ہمیں عطا کر اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ تو ہی لے۔ (البدایہ والنہایہ صـ۱۸۶ ج ۸)

امام حسین نے علی اصغر کو اپنی بہن کی گود میں رکھ دیا

تیر کھینچتے ہی علی اصغر نے دم توڑ دیا۔ امام حسین علی اصغر کو لے کر خیمہ کی طرف روانہ ہوئے خیمہ کے دروازے پر سیدہ زینب اور دوسری پردہ نشینان امام حسین کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ امام حسین جب خیمہ میں پہنچ کر خون میں نہائی ننھے شہید کی لاش کو چادر میں سے نکالا تو علی اصغر کو دیکھ کر مستورات حرم کی چیخیں نکل گئیں۔ امام حسین نے علی اصغر کی لاش کو بہن کی گود میں رکھ دیا اور فرمایا بہن صبر کرو اور شکر کرو کہ خدا نے ہماری یہ قربانی بھی قبول کر لی ہے۔ اس کے بعد سیدہ زینب نے علی اصغر کو شہر بانو کی گود میں ڈال دیا۔ شہر بانو زار و زار رونے لگیں اور کہنے لگیں بیٹا تم مجھے اس دشت و غربت میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ میری گود تم نے خالی کر دی ہے۔

(سوانح کربلا صـ۱۳۱، معرکہ کربلا صـ۴۷۸)

مالک بن نسیر کندی نے ٹوپی لے لی

ابن جریر لکھتے ہیں کہ اسی دوران یزیدی فوج سے جو شخص امام حسین کی طرف بڑھتا آپ کے قریب پہنچ کر واپس چلا جاتا آپ کے قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کو سر پر لینے سے باز رہتا۔ اسی اثنا میں مالک بن نسیر کندی نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ تلوار سر پر لگی۔ زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہوگئی۔ آپ نے فرمایا اس ضرب کی وجہ سے تجھے کھانا پینا نصیب نہ ہو۔ خدا تیرا

حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوپی کو اتار ڈالا ایک اور ٹوپی منگوا کر پہنی اور عمامہ باندھ لیا۔ کندی نے آکر ٹوپی اٹھالی۔ یہ ٹوپی خز کی تھی جب اس کے بعد یہ خبیث کندی اپنی زوجہ ام عبداللہ بنت حُر کے یہاں گیا ٹوپی کا خون دھونے بیٹھا عورت نے کہا ہائے بنت رسول اللہ کے فرزند کی ٹوپی لوٹ کر تو میرے گھر میں لایا ہے لے جا اسے یہاں سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ کندی سخت محتاجی میں مبتلا ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔

(تاریخ طبری صفحہ ۲۷۴ ج ۴)

عبداللہ بن علی، جعفر بن علی، عثمان بن علی کی شہادت

کہتے ہیں کہ عباس بن علی نے عبداللہ وجعفر وعثمان سے کہا کہ میرے ماں باپ بھائیو تم مجھ سے پہلے ہی میدان جنگ میں جاؤ کہ میں تمہارا وارث ہو جاؤں تمہاری تو کوئی اولاد نہیں ہے وہ اس حکم کو بجالائے ان سے پہلے ہی قتل ہو گئے، عبداللہ بن علی کو ہانی حضرمی نے قتل کیا پھر اس نے جعفر بن علی پر حملہ کیا انہیں قتل کیا، عثمان بن علی کو خولی بن یزید اصبحی نے تیر مارا اور بنو دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کیا پھر ایک شخص دارمی نے محمد بن علی کو تیر مارا اور انہیں قتل کیا۔

(تاریخ طبری صفحہ ۲۷۶، ج ۴)

حضرت عباس علمبردار کی شہادت

عبداللہ بن علی، جعفر بن علی، عثمان بن علی وغیرہ کی شہادت کے بعد حضرت عباس علمبردار نے متعدد مرتبہ امام حسین سے میدان جنگ میں جانے کے لیے اجازت مانگی لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔ حضرت عباس علمبردار پھر امام حسین کے پاس اجازت مانگنے کے لیے آئے تو اسی وقت حضرت سکینہ تشریف لائیں آپ کا چہرہ کملایا ہوا تھا پانی نہ ملنے کی وجہ سے بولا نہ جاتا تھا۔ حضرت عباس نے پوچھا بیٹی سکینہ کیا حال ہے حضرت سکینہ نے بڑی مشکل سے کہا چچا جان پانی، حضرت عباس نے سکینہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ میں اپنی

بیٹی کے لیے پانی لانے کی کوشش کروں گا جاؤ مشک اٹھالاؤ حضرت سکینہ آہستہ آہستہ گئیں اور مشک اٹھا لائیں۔ حضرت عباس نے ہتھیار لگائے مشک ہاتھ میں لی گھوڑے پر سوار ہوئے امام حسین سے اجازت لی کہ میں دریا سے بیٹی سکینہ کے لیے پانی لینے جارہا ہوں دریائے فرات کی حفاظت پر چار ہزار کوفی متعین تھے۔ دریائے فرات کے قریب جاکر حضرت عباس نے بآواز بلند کہا اے کوفیو، سنو! میں عباس بن علی المرتضیٰ شیر خدا ہوں۔ حضرت عباس یہ فرماکر دریائے فرات کی طرف بڑھے آپ کی یزیدی کتوں سے جنگ شروع ہوگئی۔ معتبر روایت کے مطابق آپ نے اسی کوفیوں کو قتل کیا اور آپ نے اپنے گھوڑے کو دریائے فرات میں داخل کردیا اور مشک بھر لی۔ پانی نہایت ٹھنڈا خوشگوار تھا۔ حضرت عباس کو خود بھی سخت پیاس لگی ہوئی تھی ارادہ کیا کہ خود پی لیں چلو میں پانی لیا اس وقت حضرت سکینہ کا مرجھایا ہوا چہرہ نظروں کے سامنے آگیا۔ آپ نے دل میں کہا افسوس ہے کہ تو عباس، بیٹی سکینہ سے پہلے پانی پی لے آپ نے پانی پھینک دیا اور گھوڑے کو باہر نکال لیا اور خیمہ کی طرف واپس چلے۔ جب کوفیوں نے حضرت عباس کو پانی لے کر جاتے دیکھا تو وہ یلغار کر کے آپ پر ٹوٹ پڑے آپ نے مشک کاندھے پر ڈالی اور تلوار نکال کر کوفیوں سے مقابلہ شروع کیا۔ حضرت عباس ایک طرف تو مشک کی حفاظت کر رہے تھے اور دوسری طرف دشمنوں سے لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں نوفل بن ارزق نے پیچھے کی طرف سے آکر اس زور سے حضرت عباس کے ہاتھ پر تلوار ماری کہ جس بازو پر مشکیزہ تھا کٹ گیا۔ قریب تھا کہ مشک آپ کے کندھے سے گر پڑے آپ نے جلدی سے مشک اتار کر دوسرے کاندھے پر ڈال لی پھر آپ نے لڑنا شروع کردیا پھر ایک یزیدی کتے نے آپ کے دوسرے ہاتھ پر تلوار ماری اور آپ کا وہ ہاتھ بھی کٹ گیا۔

حضرت عباس علمبردار کو زیادہ فکر حضرت سکینہ کی پیاس کا تھا

آپ کو زیادہ فکر حضرت سکینہ کا تھا آپ نے اپنے بازو کٹ جانے کا فکر نہیں کیا آپ نے مشکیزہ دانتوں میں دبایا اور گھوڑے کو چلنے کا اشارہ کیا گھوڑا چل پڑا لیکن کوفیوں نے

آپ کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ ایک تیر آ کر مشکیزہ پر لگا جس سے پانی بہہ گیا۔ ساتھ کئی تیر آپ کے جسم اطہر میں پیوست ہو گئے اور آپ نے فرمایا اخاہ ادرکنی۔ یعنی بھائی آؤ۔ امام حسین علیہ السلام آپ کی آواز سنتے ہی بے چین ہو کر دوڑ پڑے جب حضرت عباس کی حالت دیکھی تو امام حسین نے فرمایا کہ حقیقت میں اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اس وقت حضرت عباس میں کچھ تھوڑا سا دم تھا انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو امام حسین پر نظر پڑی اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امام حسین نے دونوں ہاتھوں میں خون لے کر آسمان کی طرف پھینکا

اس کے بعد امام حسین کی پیاس شدت اختیار کر گئی، آپ دریائے فرات کی طرف چلے تو حصین بن تمیم نے آپ کے تالو میں تیر مار کر اسے چھید دیا، امام حسین نے اپنے تالو سے اسے کھینچا تو خون بہہ نکلا تو آپ نے اس خون کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا پھر خون سے بھرے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور اسے آسمان کی طرف پھینک کر فرمایا اے اللہ ان کی تعداد کو شمار کر اور انہیں متفرق کر کے قتل کر اور زمین پر ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔ اور آپ نے ان کے خلاف زبردست بد دعا کی۔

راوی بیان کرتا ہے خدا کی قسم ابھی آپ کو تیر مارنے والا شخص تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شدت پیاس کو اس پر مسلط کر دیا اور وہ سیراب نہیں ہوتا تھا اسے پانی ٹھنڈا کر کے پلایا جاتا تھا پھر بھی اسکی پیاس ختم نہیں ہوتی تھی بلکہ کہتا تھا کہ مجھے پانی پلاؤ مجھے پیاس نے مار دیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح سوجھ گیا۔ پھر شمر بن ذی الجوشن کوفہ کے دس پیادوں کے ساتھ امام حسین کے اس خیمہ کی طرف آیا جس میں آپ کا سامان اور اہل وعیال تھے۔ پس یہ لوگ اس جانب چلے تو امام حسین نے انہیں کہا کہ تم ہلاک ہو جاؤ اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تم آخرت کے دن سے نہیں ڈرتے تو دنیا میں ہی

خاندانی شرافت والے بن جاؤ میری قیام گاہ کو اپنے سرکش اور جاہل لوگوں سے بچاؤ پھر شمر اور اس کے ساتھیوں نے امام حسین کا گھیراؤ کر لیا اور شمر انہیں آپ کے قتل پر برانگیختہ کرنے لگا اور شمر بن ذی الجوشن ابوالجنوب جعفی کی طرف آیا یہ سر سے پاؤں تک سلاح جنگی سجائے ہوئے تھا اس سے کہا حسین کی طرف بڑھ ابوالجنوب نے کہا تو خود کیوں نہیں بڑھتا۔ شمر نے کہا کہ تو اور میرے ساتھ ایسا کلام ابوالجنوب نے جواب دیا کہ تو اور میرے ساتھ ایسا کلام شمر نے اسے سخت و سست کہا۔ ابوالجنوب بہت دلیر تھا کہنے لگا واللہ تیری آنکھ کو برچھی کی نوک سے گھنگول ڈالوں گا۔ شمر یہ سن کر چلا گیا اور کہتا جاتا تھا اگر مجھے موقعہ ملا تو تجھ سے سمجھ لوں گا۔ پھر شمر نے ایک اور یزیدی جماعت کو لے کر امام حسین کے خیمہ کے پاس گھیراؤ کر لیا اور کوئی شخص ان لوگوں اور امام حسین کے درمیان حائل ہونے کے لیے باقی نہ رہا۔

حضرت عبداللہ کی شہادت

جب دشمن نے امام حسین کو سب طرف سے گھیر لیا تو یہ دیکھ کر امام حسین کے خیمہ سے دوڑتا ہوا ایک لڑکا آیا اس کا نام عبداللہ تھا اور اس کے دونوں کانوں میں دو موتی تھے اور سیدہ زینب بنت علی شیر خدا اسے واپس لانے کے لیے باہر نکلیں تو اس نے ان کی بات نہ سُنی اور وہ اپنے چچا (امام حسین) کا دفاع کرتے ہوئے آیا۔ بحر بن کعب نے امام حسین پر وار کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تو عبداللہ نے کہا او خبیث تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے اس نے تلوار ماری عبداللہ نے اپنے ہاتھ سے اس کا بچاؤ کیا وہ کٹ گیا تو یہ اماں اماں کہہ کر چلایا۔ امام حسین نے اس کو سینہ سے لپٹایا کہا اے میرے بھائی کے لختِ جگر اس مصیبت پر صبر کر اللہ تعالیٰ تجھے تیرے بزرگوں سے ملا دے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی بن ابی طالب، حضرت حمزہ، جعفر اور امام حسن بن علی کے پاس پہنچا دے گا۔

ابن جریر لکھتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اس دن میں نے امام حسین کو فرماتے ہوئے سنا خداوندا۔ ان لوگوں کو آسمان کی بارش اور زمین کی برکتوں سے محروم کر دے

اور اگر تو انہیں کچھ مہلت دے تو ان میں تفرقہ ڈال دے ان کو فرقہ فرقہ کر کے متفرق کر دے ان کے حکام کو ان سے کبھی راضی نہ ہونے دے انہوں نے بلایا تھا ہمیں نصرت کرنے کے لیے مگر ہم پر حملہ کرنے کو دوڑ پڑے اور انہوں نے ہمیں قتل کیا۔

(تاریخ طبری صہ ۲۷۶ ج ۴)

امام حسین کی شہادت

پھر شمر اور اس کے ساتھیوں نے امام حسین پر حملہ کر دیا۔ امام حسین تلوار سے دفاع کر رہے تھے اور وہ آپ سے یوں بھاگ رہے تھے جیسے بکری شیر سے بھاگتی ہے۔ شمر ملعون نے آواز دی کہ کس بات کا انتظار کر رہے ہو (امام) حسین کو قتل کر دو اس کے کہنے پر شمر کی یزیدی فوج نے ہر جانب سے امام حسین پر حملہ کر دیا اور زرعہ بن شریک تمیمی نے امام حسین کے بائیں کندھے پر تلوار ماری پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی ملعون نے آپ کے پاس آکر آپ کو نیزہ مارا اور آپ کو قتل کر دیا اور آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس نے خولی بن یزید خبیث کو دیا۔ بعض کا قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ملعون نے امام حسین کو شہید کیا ہے۔

عبداللہ بن عمار نے کہا ہے کہ میں نے امام حسین سے زیادہ بہادر کسی کو نہیں دیکھا

عبداللہ بن عمار نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام حسین کو اس وقت دیکھا ہے جب یزیدیوں نے آپ کے پاس اکٹھ کیا ہے۔ امام حسین جب ان پر حملہ کرتے تو وہ خوف زدہ ہو جاتے خدا کی قسم میں نے کبھی کسی شخص کو جس کے بچے اور اصحاب قتل ہو گئے ہوں آپ سے بڑھ کر مضبوط دل اور دلیر نہیں دیکھا خدا کی قسم میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ امام حسین نے ابن زیاد کی ان فوجوں کو کہا جو کہ آپ کو قتل

کرنا چاہتے تھے کہ کیا تم میرے قتل کو پسند کرتے ہو، قسم بخدا میرے قتل کے بعد تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قتل نہیں کرو گے کہ وہ میرے قتل سے بڑھ کر خدا تم پر ناراض ہو اور قسم بخدا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عزت دے گا اور میرا انتقام لے گا۔ قسم بخدا اگر تم نے مجھے قتل کیا تو اللہ تعالےٰ تمہارے درمیان جنگ اور خون ریزی ڈال دے گا اور تمہیں دوگنا عذاب دے گا، ابو احمد نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا فضیل بن زبیر نے عبدالرحیم بن میمون سے بحوالہ محمد بن عمرو بن حسن بیان کیا کہ ہم کربلا میں امام حسین کے ساتھ تھے کہ امام حسین نے شمر بن ذی الجوشن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔

امام حسین کے جسم پاک پر نیزوں کے ۳۳ اور تلواروں کے ۳۴ زخم تھے

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک سفید کتے کو اہل بیت کے خون میں منہ مارتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور شمر ملعون پھلبہری والا تھا اور سنان وغیرہ نے آپ کا سامان لے لیا اور دوسرے لوگوں نے آپ کے اموال اور بقیہ چیزیں اور جو کچھ آپ کے خیمے میں موجود تھا حتیٰ کہ عورتوں کے پاکیزہ کپڑے باہم تقسیم کر لیے اور ابو مخنف نے بحوالہ جعفر بن محمد بیان کیا ہے کہ امام حسین جب شہید ہوئے تو آپ کے جسم اطہر پر نیزوں کے ۳۳، اور تلواروں کے ۳۴، زخم تھے اور شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین کے بیٹے علی زین العابدین کو بھی قتل کرنے کا[1] ارادہ کیا جو کہ بیمار تھے اور شمر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص حمید بن مسلم نے اسے اس ارادہ سے روک دیا۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ پھر

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۸۔ طبقات ابن سعد ص۲۱۲ ج ۵
تاریخ طبری ص۲۷۹ ج ۴)

سنان بن انس ملعون عمرو بن سعد کے خیمے کے دروازے پر آیا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے لاد دو۔ میں نے پردہ میں رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے بہتر ین شخص تھا اور جب وہ نسب بیان کرتے تھے تو نسب کے لحاظ سے تمام سے بہتر تھا۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ سنان کو میرے پاس لاؤ جب وہ اندر آیا تو اس نے سنان کو کوڑا مارا اور کہا کہ تو پاگل اور بیوقوف ہے اگر ابن زیاد نے تجھے یہ کہتے ہوئے سن لیا تو وہ تجھے قتل کر دے گا یہاں سے دوڑ جا چنانچہ سنان بن انس ملعون بھاگ گیا۔

شہداء کربلا کی تعداد

کربلا میں امام حسین کے اصحاب میں سے بہتر ۷۲ آدمی شہید ہوئے اور قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھنے والے بعض لوگوں نے دوسرے دن شہداء کربلا کو دفن کیا۔ حافظ ابن کثیر نے قدرے تفصیل سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام حسین کے بچوں، بھائیوں اور اہلِ بیت میں سے ۲۳ آدمی شہید ہوئے اور حضرت علی کی اولاد میں سے امام حسین، جعفر، عباس، محمد، عثمان اور ابو بکر، شہید ہوئے اور امام حسین کی اولاد میں سے علی اکبر اور علی اصغر شہید ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون اور محمد شہید ہوئے اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے جعفر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن شہید ہوئے اور امام مسلم بن عقیل پہلے کوفہ میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ چار آپ کی صلب میں سے تھے اور دو اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل تھے اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے چھ ہوئے ان شہداء میں سے امام حسین علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو گھوڑوں کے پاؤں سے پائمال کیا گیا۔

چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ابن سعد نے اپنے ساتھ والوں میں یہ منادی کی کہ کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کریں گے۔ یہ سن کر دس شخص نکلے ان میں اسحاق بن حیات حضرمی بھی تھا جس نے آپ کا قمیص اتار لیا تھا اس کو برص کی بیماری لگ گئی تھی اور ان لوگوں میں احبش بن مرثد حضرمی بھی تھا یہ دسوں سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے حسین کو

پامال کیا اس طرح کہ ان کے سینہ و پشت کو چُور چُور کر دیا اس کے بعد ہی احبش بن مرثد ملعون کو ایک تیر کہیں سے آکے لگا وہ بھی میدان قتال میں موجود تھا۔ تیر اس کے قلب پر پڑا وہ مر گیا۔ (تاریخ طبری صفہ ۲۸ ج ۴) اور عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ امام حسین کا سر آج ہی خولی بن یزید اصبحی کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس لے جایا جائے۔

خولی ملعون کا حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس آنا

امام حسین کے شہید ہونے کے بعد اسی دن عمرو بن سعد نے کہا کہ امام حسین کا سر اقدس خولی بن یزید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا جائے اور حمید بن مسلم بھی خولی کے ساتھ جائے۔ خولی بن یزید سر اقدس کو لیے ہوئے ابن زیاد کی طرف آیا محل کا دروازہ بند ہو چکا تھا یہ اپنے گھر چلا آیا۔ سر اقدس ایک لگن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا۔ خولی کی دو عورتیں تھیں۔ ایک قبیلہ بنی اسد سے تھی اور دوسری حضرمی تھی جس کا نام نوار تھا۔ نوار نے خولی سے پوچھا کیا خبر تو لے کر آیا ہے اس نے کہا کہ تمام دنیا کی دولت تیرے پاس لے کر آیا ہوں تیرے گھر میں امام حسین کا سر لے کر آیا ہوں نوار نے کہا کہ لعنت ہے تجھ پر لوگ سونا چاندی لے کر آئے اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کا سر لایا ہے واللہ میں تو دونوں کبھی ایک گھر میں نہ رہیں گے۔ نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور وہاں گئی جہاں امام حسین کا سر اقدس رکھا ہوا تھا اور اس نے سر اقدس کو دیکھنا شروع کر دیا اور کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں اس لگن سے نور کو مسلسل آسمان کی طرف بلند ہوتے اور سفید پرندوں کو اس لگن کے گرد اگرد اڑتے دیکھا ہے جب صبح ہوئی تو خولی شیطان ابن زیاد کے پاس سر اقدس کو لے گیا اور ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا۔

اہلِ بیت کی کوفہ کی طرف روانگی

عمرو بن سعد نے اس دن وہیں قیام کیا دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی منادی کر دو۔ چنانچہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ امام زین العابدین

اور خواتین حضرات کو قیدی بنا لیا گیا۔ یہ بیبیاں پاک امام حسین اور آپ کے عزیزوں اور فرزندوں کی لاشوں کی طرف سے گذریں تو آہ وزاری کرنے لگیں اور منہ پیٹنے لگیں۔ قرہ بن قیس تمیمی کہتا ہے کہ میں نے اپنا گھوڑا بڑھا کر قریب کیا تو میں نے زینب بنت فاطمہ کو اپنے بھائی حسین کی لاش پر یہ کہتے ہوئے سنا وامحمداہ وامحمداہ ملائکہ آسمان کی صلوات آپ پر ہو حسین میدان میں پڑے ہوئے ہیں خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں یا محمدا آپ کی بیٹیاں قیدی بنائی گئیں ہیں۔ آپ کی ذریت قتل کی گئی ہے۔ ان لاشوں پر خاک پڑ رہی ہے۔ یہ سن کر واللہ دوست ودشمن سب روئے پھر باقی لاشوں کے سر جدا کیے گئے، شمر اور قیس بن اشعث وعمرو بن حجاج کے ساتھ بہتر سر روانہ کیے گئے۔ ان لوگوں نے ان سروں کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا اور ابن زیاد نے ان کو یزید بن معاویہ کے پاس شام بھیج دیا۔ امام احمد نے بحوالہ انس بیان کیا ہے کہ ابن زیاد کے پاس امام حسین کا سرِ اقدس لایا گیا تو وہ اسے طشت میں رکھ کر چھڑی مارنے لگا اور امام حسین کے حُسن کے بارے میں بھی اس نے کوئی بات کی۔ حضرت انس نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور وہ سرِ اقدس وسمہ سے رنگا ہوا تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام حسین کا سرِ اقدس ابن زیاد کے سامنے لایا گیا اور وہ کچھ دیر تک آپ کے دانتوں پر اپنی چھڑی مارتا رہا۔

زید بن ارقم کی ابن زیاد کے ساتھ گفتگو

ابن زیاد نے جب امام حسین کے سرِ اقدس پر چھڑی ماری تو زید بن ارقم نے اُسے کہا کہ اس چھڑی کو اٹھا لو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اپنے ہونٹ حسین کے دانتوں پر رکھ کر پیار کرتے تھے اور سرِ اقدس کو چومتے تھے اور ابن زیاد ان کو کہنے لگا اگر آپ بے عقل بوڑھے نہ ہوتے تو میں آپ کو قتل کر دیتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ زید بن ارقم اٹھ کر باہر چلے گئے اور جب وہ باہر چلے گئے تو

لوگوں نے کہا خدا کی قسم زید بن ارقم نے وہ بات کہی ہے اگر ابن زیاد سُن لیتا تو انہیں قتل کر دیتا۔ راوی بیان کرتا ہے میں نے پوچھا زید بن ارقم نے کیا کہا ہے لوگوں نے کہا کہ زید بن ارقم ہمارے پاس سے کہتے ہوئے گذرے کہ ایک غلام، غلاموں کا بادشاہ بن گیا اور اس نے ان لوگوں کو اپنا پرانا مقبوضہ مال بنا لیا ہے۔ اے گروہ عرب آج کے بعد تم غلام ہو گئے، تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا ہے وہ تمہارے نیکوکاروں کو قتل کرے گا اور تمہارے شریروں کو اپنا غلام بنائے گا۔ پھر ابن زیاد نے زحر بن قیس کے ساتھ چند آدمیوں کو لگایا جن میں ابوبردہ بن عوف ازدی، اور طارق ازدی شامل تھے تو ان کے ہاتھ امام حسین کا سر مبارک اور آپ کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام بھیج دیا اور امام حسین کے بقیہ اہل اور بیویوں کو عمرو بن سعد نے محافظوں کے سپرد کیا پھر انہوں نے ان کو اونٹوں پر سوار کیا وہ انہیں کربلا سے لے گئے حتیٰ کہ کوفہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت سیّدہ زینب بنت فاطمہ

امام حسین کے سر اقدس کے ساتھ ان کے اہل و عیال، ان کی بہنیں سب کے سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ سیّدہ زینب بنت حضرت فاطمہ الزہراء اپنے حقیر ترین کپڑوں میں تھیں اور آپ کی لونڈیوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا آپ جب ابن زیاد کے پاس آئیں تو اس نے پوچھا یہ کون ہے تو سیّدہ زینب نے اس سے کوئی بات نہ کی آپ کی ایک لونڈی نے کہا کہ یہ سیّدہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔

ابن زیاد کی کفریہ گفتگو

ابن زیاد ملعون کو جب بتایا گیا کہ یہ سیّدہ زینب بنت فاطمہ ہیں تو اس نے سیّدہ زینب کے ساتھ کافروں والی گفتگو کی کہنے لگا خدا نے تم کو رسوا کیا ہے اور قتل کیا ہے۔ ابن زیاد کا امام حسین کو قتل کرانا اور اس پر راضی ہونا، جنگ کربلا کی فتح پر خوشی منانا اور سیدہ زینب کو کہنا کہ تم رسوا ہوئے اور قتل ہوئے یہ عمل اور قول صریح کفر ہے۔ ابن زیاد، یزید خبیث، عمرو بن سعد اور

شمر بن ذی الجوشن اور جو لوگ امام حسین کے قتل کرنے میں شریک اور راضی ہوئے یہ تمام کافر ہیں ان پر اور ان کے تمام مددگاروں اور حمایتیوں پر اللہ کی ساری لعنتیں وارد ہوں۔ جب ابن زیاد نے سیدہ زینب کو کہا کہ تم رسوا ہوئے اور قتل ہوئے تو سیدہ زینب نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں معزز کیا ہے اور ہمیں اچھی طرح پاک کیا ہے نہ کہ جیسے تو نے کہا ہے اور صرف فاسق کی رسوائی ہے اور فاجر کی تکذیب کی جاتی ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ تو نے اہل بیت کے ساتھ اللہ کے سلوک کو کیسے پایا۔ سیدہ زینب نے فرمایا کہ ان کے مقدر میں قتل ہونا تھا اور وہ اپنے مقتل کی طرف چلے گئے۔ عنقریب اللہ تجھے بھی وہاں پہنچا دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھ سے جھگڑا کریں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد غصہ سے بھڑک اٹھا تو عمرو بن حریث نے اسے کہا کہ یہ ایک عورت ہے اور کیا عورت کی گفتار پر کچھ مواخذہ ہوتا ہے۔ اس کے قول پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے زین العابدین (علی بن حسین) کی طرف دیکھا تو اس نے ایک سپاہی سے کہا کہ دیکھو، کیا یہ بچہ بالغ ہو گیا ہے اور اگر یہ بالغ ہو گیا ہے تو اسے لے جا کر قتل کر دو۔ اس نے آپ کا تہبند اٹھا کر کہا ہاں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے لے جا کر قتل کر دو۔ زین العابدین نے کہا کہ ان عورتوں کو کس کے سپرد کیا جائے گا اور ان کی پھوپھی سیدہ زینب ان سے چمٹ گئیں اور کہنے لگیں، اے ابن زیاد جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے وہ تیرے لیے کافی ہے کیا تو ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سیدہ زینب نے حضرت علی کو گلے لگا لیا اور کہا اگر تو اس کا قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ساتھ قتل کر دے[1]۔ آخر کار ابن زیاد کہنے لگا اس بچے کو چھوڑ دو یہ اپنی عورتوں کے ساتھ چلا جائے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۸، طبقات ابن سعد صـ۲۱۲ ج ۵،
تہذیب التہذیب صـ۳۵۲ ج ۲، تاریخ طبری صـ۲۸۳ ج ۴)

عبداللہ بن عفیف ازدی کی شہادت

ابن زیاد نے جب امام زین العابدین کو کہا کہ تم اپنی اہل بیت کے ساتھ جاؤ تو اس کے بعد ابن زیاد کوفہ کی جامع مسجد میں اپنی فتح کے اعلان کے لیے گیا اور لوگوں کو کہا کہ یزید بن معاویہ اور اس کے گروہ کو فتح ہوئی ہے اور حسین بن علی شیر خدا اور ان کی جماعت کو قتل کر دیا گیا ہے۔ امام حسین اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تو اسی وقت عبداللہ بن عفیف ازدی ابن زیاد کو کہنے لگے او مرجانہ کے بیٹے کذاب بن کذاب تو اور تیرا باپ اور جس نے تجھے حاکم بنایا، تم نے رسول پاک کی اولاد اور فرزند کو قتل کیا ہے۔ ابن زیاد نے جب عبداللہ بن عفیف ازدی کی یہ بات سنی تو کہا اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ عفیف ازدی کی قوم ان کو ابن زیاد سے نہ بچا سکے۔ ابن زیاد عفیف ازدی کو قتل کر دیا اور حکم دیا کہ زمین شور پر ان کی لاش دار پر چڑھا دی جائے۔ چنانچہ ان کو دار پر چڑھا دیا گیا۔

اہل بیت کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے اپنی فتح کا اعلان کرنے کے بعد امام حسین کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر تمام شہر (کوفہ) میں پھرایا پھر ابن زیاد نے زحر بن قیس کے ساتھ امام حسین کے سر اقدس اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ زحر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابو ظبیان ازدی بھی تھے جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے ابن زیاد نے امام حسین کی اہل بیت کے لیے بھی شام کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ ابن زیاد نے علی بن حسین (امام زین العابدین) کے لیے حکم دیا کہ پاؤں سے لے کر گلے تک زنجیروں میں جکڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ زنجیریں، بیڑیاں اور طوق ڈال دیے گئے اور محضر بن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کو بھی ساتھ روانہ کیا۔ جب مستورات اور شہداء کے سر یزید کے پاس آئے تو اس نے شام کے اشراف کو بلا کر اپنے گرد بٹھایا پھر حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین)

اور امام حسین کی بیویوں اور بچوں کو بلایا انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لایا گیا تو لوگ دیکھ رہے تھے۔

یزید بن معاویہ نے علی بن حسین کو کہا

یزید نے علی بن حسین کو کہا کہ اے علی، تمہارے باپ نے میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا دیکھو خدا نے اس سے کیا سلوک کیا ہے۔ علی بن حسین نے جواب دیا مَآ اَصَابَ کُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا۔ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں۔

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ اسے جواب دو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ خالد کو کچھ سمجھ نہ آیا وہ اسے کیا جواب دے تو پھر یزید نے اسے کہا وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ اور نہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور معاف کرتا ہے زیادہ سے۔

ابو مخنف نے حارث بن کعب سے بحوالہ فاطمہ بنت علی روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں جب ہمیں یزید بن معاویہ کے سامنے بٹھایا گیا تو اہلِ شام میں ایک شخص نیلگون یزید کے پاس آیا اور کہنے لگا اے یزید یہ لڑکی (حضرت فاطمہ بنت علی) مجھے دے دو تو میں اسکی بات سے گھبرا کر کانپنے لگی پس میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑوں کو پکڑ لیا اور وہ مجھ سے بڑی اور زیادہ عقلمند تھیں وہ جانتی تھیں کہ یہ امر جائز نہیں ہے وہ اس شخص سے کہنے لگیں خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور کمینگی کی ہے۔ یہ بات تیرے لیے اور تیرے امیر (یزید) کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸)

ایک شامی خبیث کی حضرت سیدہ فاطمہ کے بارے میں بکواس

ابن جریر لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت علی بیان کرتی ہیں کہ جب ہم لوگ یزید کے سامنے لے جا

کے بٹھائے گئے تو اس وقت ایک سرخ رنگ آدمی اہلِ شام سے یزید کے سامنے اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا اے امیر یزید اس عورت کو (فاطمہ بنت علی) مجھے دے دو۔ فاطمہ بنت علی فرماتی ہیں میں ڈر گئی میں نے اپنی بڑی بہن زینب کا آنچل پکڑا وہ مجھ سے زیادہ عقل رکھتی تھیں جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا وہ بول اٹھیں اے شامی تو نے جھک ماری تو نے بیہودہ و بدکار بات کی۔ تیری مجال نہیں ہے اور نہ یزید کی۔

(تاریخ طبری صـ۲۸۷ ج ۴)

علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ جب امام زین العابدین اور مستورات کو قیدی بنا کر کربلا میں سے دمشق میں یزید خبیث کے پاس لایا گیا اور ان کو یزید کے سامنے بٹھایا گیا

قام رجل من اهل الشام فقال ان سباء هم لنا حلال فقال علی بن حسین کذبت و لومت ما ذالك لك الا ان تخرج من ملتنا و تاتی بغیر دیننا (طبقات ابن سعد صـ۲۱۲ ج ۵)

امام زین العابدین کا شامی خبیث کو جواب

اہل شام سے ایک آدمی کھڑا ہوا وہ کہنے لگا کہ یہ قیدی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں تو علی بن حسین (امام زین العابدین) نے اس شامی کو کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے اگر تو مر بھی جائے تو یہ تیرے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ تو ہمارے مذہب سے نکل جائے اور کسی غیر مذہب میں داخل ہو جائے یعنی امام زین العابدین نے اس شامی کو کہا کہ یہ قیدی خواتین جو اہلِ بیت رسول سے ہیں تمہارے لیے حلال نہیں ہیں اگرچہ تو مرتے تک بھی کوشش کرتا رہے یہ کسی مسلمان کے لیے جو ان کی کفوء میں سے نہیں ہرگز جائز اور حلال نہیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی غیر سید کے لیے سید زادی کے ساتھ نکاح کرنا حلال اور جائز نہیں ہے۔ غرضیکہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اس شامی اور یزید کو کہا کہ یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے اور امام زین العابدین نے بھی فرمایا کہ یہ خواتین اہل بیت تمہارے لیے جائز نہیں ہیں۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح منعقد نہیں ہوتا

امام عیسٰی بن امام زید شہید ابن امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا ہے کہ غیر سید مرد کے لیے سید زادی ہم کفوء نہیں ہے اور غیر سید کا نکاح سید زادی سے جائز نہیں ہے۔
(مقاتل الطالبین صہ ۳۴۷)

اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوٰی (در مختار بمعہ رد المحتار صہ ۵۶ ج ۳) وروی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ ای عدم جواز النکاح من غیر کفوء وعلیہ فتوٰی قاضی خان (شرح وقایہ صہ ۱۸ ج ۲) والمختار فی زماننا للفتوٰی روایۃ الحسن رحمہ اللہ تعالٰی
(فتاوٰی قاضی خان صہ ۳۳۵)

کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا اسی پر فتوٰی ہے اگر غیر سید نے سید زادی کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا خواہ اس کا ولی راضی ہو یا نہ ہو خواجہ خواجگان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں پس نکاح مذکورہ یعنی غیر سید کا سید زادی کے ساتھ جائز نہیں ہے اور تمام متون فقہ اس قسم کے نکاح کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفوء میں ہے جیسے کہ در مختار میں ہے۔ پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہو گی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سید زادی کو اس غیر سید سے جدا کر دیں۔
(فتاوٰی مہریہ صہ ۱۲۳)

اس سے ظاہر ہے کہ یہ نکاح جو غیر سید کا سید زادی کے ساتھ ہوا ہے بالکل منعقد نہیں ہوا۔ بایں وجہ فرمایا کہ یہ نکاح نہیں ہے بلکہ زنا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سید زادی کو اس غیر سید سے جدا کر دیں۔ قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ (کہ نکاح غیر کفوء میں ہے) (ملفوظات امیر ملت)

مفکر اسلام علامہ پیر سیّد عبدالقادر شاہ صاحب گیلانی کا فتویٰ

نابغہ روزگار مفکر اسلام علامہ پیر سیّد عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ سیّد زادی کا نکاح غیر سیّد کے ساتھ ہرگز ہرگز منعقد نہیں ہوتا کیونکہ یہ نکاح غیر کفوء میں ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ نکاح غیر کفوء میں نہیں ہوتا۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے وان لم یکن کفواء لا یجوز النکاح اصلا وھو المختار (فتاویٰ قاضی خان صہ ۳۳۵)

اور اگر کفوء نہ ہو تو نکاح بالکل منعقد نہیں ہوگا اور اصل سے جائز ہی نہیں ہوگا اور یہی مختار مذہب ہے۔ فخر سادات علامہ پیر سیّد زاہد حسین شاہ صاحب رضوی مدظلہ العالی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ سیّد زادی کا غیر سیّد کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا خواہ اس کا ولی راضی ہو یا نہ ہو۔ بہرصورت سیّد زادی کا نکاح غیر سیّد کے ساتھ ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے خواہ اس کا ولی وارث راضی ہو یا نہ ہو ہم نے اس مسئلہ کے تفصیلی مباحث اپنی کتاب "حسب و نسب" میں ذکر کیے ہیں۔ قارئین حضرات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

یزید بن معاویہ کی سیّدہ زینب کے ساتھ گستاخانہ گفتگو

جب شامی ملعون نے یزید خبیث کے ساتھ فاطمہ بنت علی کے بارے میں بدکلامی کی تو سیّدہ زینب نے کہا کہ یہ نہ تیرے لیے جائز ہے اور نہ ہی تیرے امیر یزید کے لیے جائز ہے تمہاری مجال ہی کیا ہے کہ اس بارے میں بات کرو۔ یزید غصے اور طیش میں آ گیا اور سیّدہ زینب کو کہنے لگا کہ تو غلط کہتی ہے اور جھوٹ بولتی ہے۔ سیّدہ زینب نے کہا کہ تو حاکم ہے ناحق سخت زبانی کرتا ہے تو مسلط ہے ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار سے غلبہ کرتا ہے اس کے بعد یزید خاموش ہو گیا۔ شامی نے پھر وہی کلمہ یزید کو کہا

کہ یہ کنیز مجھے دے ڈالیے۔ اب یزید نے اس شامی کو کہا کہ دُور ہو جا خدا تجھے موت دے کر فیصلہ کر دے پھر یزید نے مستورات کے لیے حکم دیا کہ ان کو علیحدہ مکان دیا جائے جہاں یہ وقت گذار سکیں اور علی بن حسین (امام زین العابدین) بھی ان کے ساتھ ہی رہیں۔ چنانچہ ان کو علیحدہ مکان دیا گیا۔

یزید بن معاویہ نے امام زین العابدین کو کہا کہ دیکھ تیرے باپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام زین العابدین اور خواتین اہلِ بیت کو جب قیدی بنا کر دمشق بھیجا گیا تو یزید بن معاویہ امام زین العابدین سے حسن سلوک سے پیش آیا اور امام حسین کی شہادت اور واقعہ کربلا پر اظہار افسوس کیا۔ ان مؤرخین کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یزید کو امام زین العابدین اور اہل بیت رسول سے کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ وہ ان کا دشمن تھا دشمن کے دل میں نہ ہمدردی ہوتی ہے اور نہ خیر خواہی ہوتی ہے۔ یزید نے اگر لوگوں کے سامنے اظہار افسوس کیا ہے تو وہ صرف دکھلاوا کیا ہے۔ اگر اس کے دل میں کوئی ہمدردی ہوتی تو یہ امام زین العابدین کو نہ کہتا کہ اے علی تمہارے باپ حسین نے میری حکومت مجھ سے چھیننا چاہی ہے، دیکھو ان سے کیا سلوک ہوا ہے نیز یزید بن معاویہ کو جب ایک شامی کتے نے فاطمہ بنت علی کے بارے میں کہا تھا کہ اے امیر یہ عورت بھی مجھے دے دیجیے تو اس کو منع کیوں نہیں کیا اس کو اپنے دربار سے نکال کیوں نہیں دیا۔ اس شامی کے بکواس پر سیدہ زینب نے فرمایا اے شامی تو نے جھک ماری ہے بیہودہ بکواس کیا ہے یہ تیری مجال نہیں ہے اور نہ تیرے امیر یزید کی مجال ہے تو یزید خبیث نے سیدہ زینب کو کہا کہ تو غلط کہتی ہے میری مجال ہے اور میرا اختیار ہے میں جس طرح چاہوں کر سکتا ہوں۔

(تاریخ طبری صے ۲۸۷ ج ۴)

یہ ساری بدمعاشی یزید خبیث کی تھی ورنہ شامی ملعون کی کیا مجال تھی کہ وہ فاطمہ بنت

علی کے بارے میں یہ بکواس کرنا اب یزید کا یہ خبیثانہ قول اس پر صراحتہً دلالت کرتا ہے کہ یزید کو نہ اہل بیت رسول سے کوئی ہمدردی تھی اور نہ ہی اس نے ان سے کوئی اچھا سلوک کیا تھا اگر اس نے کوئی بات ہمدردی والی کی ہے تو یہ اسکی صرف ظاہرداری تھی اور لوگوں کو بے وقوف بنانے والی بات تھی۔

چنانچہ یزید کے گھرانے کی عورتوں اور حضرت معاویہ کی بیٹیوں نے جب مستوراتِ اہلِ بیت کی خستہ حالی کو دیکھا تو انہوں نے یزید کو کہا کہ ان مستورات کا سامان اور کپڑے وغیرہ تمہاری فوج نے چھین لیے ہیں ان کو کچھ سامان اور استعمال کے لیے کپڑے وغیرہ تو دے دو تو یزید نے اپنی عورتوں کے کہنے پر ان کو کچھ کپڑے وغیرہ دیئے اور ظاہری طور پر کچھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ یزید کی ظاہری ہمدردی دیکھ کر حضرت سیدہ سکینہ نے فرمایا کہ یزید نے کافر ہو کر اچھا رویہ اختیار کیا تھا۔

چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد یزید نے کسی کو بھیج کر اپنی گھر والی عورتوں سے کہا کہ کیا کیا چیزیں مستورات اہل بیت سے لوٹ لی گئیں اور جس بی بی پاک نے جو کچھ بتایا اس کا دوگنا یزید نے دیا تو سیّدہ سکینہ کہا کرتی تھیں میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۹ ج ۴)

حضرت سکینہ نے فرمایا کہ یزید کافر تھا

حضرت سیّدہ سکینہ نے جو یہ کہا ہے کہ یزید کافروں میں سے اچھا کافر تھا یہ اس لیے کہا ہے کہ سیّدہ سکینہ نے چونکہ کربلا کا تمام واقعہ دیکھا تھا اور یزیدیوں کا وحشی پن اور ظلم وستم اور اپنے اباجان اور بھائیوں کے شہید ہونے کو بھی دیکھا تھا جب دمشق آئیں تو آپ یہی سمجھتی تھیں کہ یہاں یزید بھی پھر ہمارے ساتھ اسی طرح ظلم وستم کرے گا جیسے کہ اس نے کربلا میں کرایا ہے مگر کربلا میں ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ یہاں دمشق میں یزید نے کوئی ایسا کرتوت نہیں کیا جو کربلا میں ہوا اور نہ ہی سیدہ سکینہ نے دمشق میں یزید کا کوئی ظلم وستم دیکھا بلکہ یزید نے اپنی گھر والی عورتوں کے کہنے پر اہلِ بیت کے ساتھ ظاہری طور پر ہمدردی

کا اظہار کیا اس کو دیکھ کر سیدہ سکینہ نے کہا کہ میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا ورنہ اچھائی اس میں کیا تھی اس نے ہی امام حسین کو کربلا میں شہید کرایا۔ چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔
انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله بن زياد۔
(البدایہ والنہایہ صد ۲۲۲ ج ۸)

امام حسین کو یزید پلید نے قتل کرایا ہے

یزید نے حسین اور ان کے ساتھیوں کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یزید نے امام حسین کو شہید کرایا ہے۔ اگر ابن زیاد نے امام حسین کو شہید کیا ہے تو یہ تمام کام یزید کے حکم سے ہوا ہے اور یزید اس قتل پر راضی تھا۔ اسی وجہ سے علماء نے یزید کی تکفیر کی ہے کیونکہ اس سے وہ چیزیں صادر ہوئیں ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ من تحليل الخمر ومن تفوهه بعد قتل الحسين واصحابه انى جازيتهم بما فعلوا باشياخ وصناديدهم فى بدر وامثال ذالك ولعله وجه ما قال الامام احمد بتكفيره لما ثبت عنده نقل تقريره (شرح فقہ اکبر صد ۸۸)

کہ اس نے شراب کو حلال سمجھا اور حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے وقت اس نے منہ سے نکالا (بکواس کیا) کہ میں نے حسین وغیرہ سے بدلہ لیا ہے جو انہوں نے میرے بزرگوں اور رئیسوں کے ساتھ بدر میں کیا تھا ایسی اور باتیں ہیں یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل کی یزید کو کافر کہنے کی کہ ان کے نزدیک اسی تقریر کی نقل ثابت ہوئی ہے۔

شرح عقائد میں ہے وبعضهم اطلق اللعن عليه لما انه كفر حين امر بقتل الحسين (شرح عقائد نسفیہ مجمع نبراس صد ۵۵۳)

اور بعض علماء نے یزید پر مطلقاً لعنت کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس نے حسین کے قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا ہے، محقق ابو زہرہ لکھتے ہیں کہ یزید محرمات کے ارتکاب

سے بھی پرہیز نہیں کرتا تھا۔ یزید شرابی تھا، نشہ میں دُھت رہتا تھا۔ ریشمی لباس پہنتا تھا طنبورہ بجاتا تھا۔ نیز یزید نے ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا تھا جو ان دو بھائیوں میں سے ایک تھے جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔ (امام جعفر صادق صہ۱۸۵)

یزید فطرتی طور پر خبیث تھا

غرضیکہ یزید فطرتی طور پر خبیث تھا اس میں کوئی انسانیت والی رمق نہ تھی۔ اہل بیت رسول کا دشمن تھا اس نے کوئی اہل بیت خواتین کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ اس نے امام زین العابدین اور خواتین اہل بیت کے ساتھ وہی سلوک کیا جو کہ قیدیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خلافت و ملوکیت میں ہے کہ امام زین العابدین کی موجودگی میں امام حسین کا سراقدس اور دیگر شہدائے کربلا کے سر جب دمشق میں یزید کے پاس پہنچے تو اس نے بھرے دربار میں ان کی نمائش کی (خلافت و ملوکیت صہ۱۸۰)

اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا بھرے دربار میں شہداء کے سروں کی نمائش کرنا حسن سلوک ہے یا وحشیانہ سلوک۔ چنانچہ خلافت و ملوکیت میں ہی ہے کہ سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بے حرمتی کرنے کا وحشیانہ طریقہ بھی جو جاہلیت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے مٹا ڈالا تھا یہ بھی اموی اور یزیدی دور میں شروع ہوا تھا۔ (خلافت و ملوکیت صہ۱۷۷)

تمام شہداء کربلا کے سر کاٹ کر کوفے لے جائے گئے اور ابن زیاد نے بر سر عام ان کی نمائش کی پھر جب یزید کے پاس دمشق پہنچے تو اس نے ان کی نمائش کی۔ یہ سارا وحشیانہ طریقہ تھا اس میں ذرہ بھر بھی ہمدردی اور حسن سلوک نہیں تھا۔ یہ کہنا کہ یزید نے امام زین العابدین اور خواتین اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے یہ غلط ہے۔ اگر ظاہری طور پر اس نے کچھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے تو وہ اپنی گھروالی عورتوں کے کہنے پر کیا ہے۔

اہلِ بیت کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی

جب امام زین العابدین بمعہ اہل بیت مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو یزید نے نعمان بن بشیر سے کہا کہ ان لوگوں کی روانگی کا سامان جیسے مناسب ہو وہ کر دو اور ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجو جو امانت دار اور نیک کردار ہو۔ چنانچہ اس نے ایک شخص کو ان کے ساتھ روانہ کیا اور یہ شخص قافلہ اہل بیت کے ساتھ اس طرح چلتا تھا کہ سارا قافلہ اس کی نظر کے سامنے رہے جب یہ لوگ کسی جگہ اترتے تو یہ خود اور اس کے ساتھی علیحدہ ایک کنارے ہو جاتے جب یہ قافلہ اہلِ بیت مدینہ منورہ پہنچا تو فاطمہ بنت علی نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی بہن سیّدہ زینب سے کہا کہ یہ آدمی جو ہمارے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کو کچھ معاوضہ دینا چاہیے۔ سیّدہ زینب نے کہا کہ ہمارے پاس صرف زیورات ہیں۔ فاطمہ بنت علی نے کہا کہ یہ زیورات ہی دے دیں گے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا کنگن اور باذو بند لیا اور میری بہن سیّدہ زینب نے اپنا کنگن اور بازو بند لیا اور یہ اس آدمی کے پاس بھیج دیے اور ساتھ ہی معذرت بھی کی اور کہا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو آپ ہمارے ساتھ آئے ہیں مگر اس نے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا اور زیورات واپس کر دیے۔

شہادت حسین کی مدینہ منورہ میں اطلاع

ابن جریر لکھتے ہیں کہ ابن زیاد علیہ اللعنۃ نے جب امام حسین کو قتل کیا اور ان کا سر اقدس اس کے پاس آگیا تو عبدالملک سلمی کو بلا کر حکم دیا کہ خود مدینہ منورہ جاؤ اور عمرو بن سعید حاکم مدینہ منورہ کو قتل حسین کی خوشخبری سناؤ۔ عبدالملک نے اس حکم کو ٹالنا چاہا۔ ابن زیاد تو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتا تھا اسے جھڑک دیا اور کہا ابھی مدینہ منورہ خود جا کوئی تجھ سے پہلے یہ خبر نہ پہنچا دے۔ کچھ دینار بھی اسے دیے اور تاکید کی کہ سستی نہ کرنا تیری ناقہ اگر راستہ میں رہ جائے تو دوسری ناقہ خرید لینا۔ عبدالملک سلمی مدینہ منورہ پہنچا تو قریش میں سے ایک شخص اس کو ملا اس نے پوچھا کیا خبر ہے عبدالملک نے جواب دیا کہ خبر امیر سے کہنے کی

ہے۔ یہ سن کر قریشی نے کہا قتل الحسین انا للہ وانا الیہ راجعون عبدالملک اب عمرو بن سعید کے پاس آیا دیکھتے ہی اس نے پوچھا وہاں کی کیا خبر لایا ہے اس نے کہا کہ آپ کے خوش ہونے کی خبر ہے قتل الحسین بن علی، کہا اس خبر کی منادی کر دے، عبدالملک کہتا ہے میں نے قتل حسین کی ندا کر دی اس کو سن کر بنو ہاشم کی عورتوں نے امام حسین کے قتل پر اپنے گھروں میں نوحہ و ماتم کیا پھر عمرو بن سعید منبر پر گیا اور لوگوں سے قتل حسین کی خبر بیان کی۔

جب اہل بیت کا قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا

ابن زیاد نے عبدالملک سلمی کے ذریعہ مدینہ منورہ کے حاکم عمرو بن سعید کے پاس امام حسین کے شہید ہونے کی خبر پہنچادی تھی پھر امام زین العابدین بمعہ اہل بیت بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب یہ قافلہ اہل بیت مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو بنو عبدالمطلب کی ایک عورت نے اپنے بال کھولے اور اپنی آستین اپنے سر پر رکھے باہر ان سے ملی اور وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں کہ میری امت ہوتے ہوئے میرے بعد میری اہل بیت اور میری اولاد سے کیا سلوک کیا ہے تو تم کیا جواب دو گے ان میں کچھ تو قیدی ہیں اور کچھ خاک و خون سے ملے ہوئے پڑے ہیں۔

عمرو بن عکرمہ کا بیان ہے کہ جس روز امام حسین شہید ہوئے ہماری ایک لونڈی نے بیان کیا ہے کہ میں نے گذشتہ رات سے پہلی رات کو ایک پکارنے والے کو پکارتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اے امام حسین کو از راہ ظلم قتل کرنے والو! تمہیں عذاب و سزا کی بشارت ہو تمام اہل آسمان انبیاء، ملائکہ اور لوگ تمہارے خلاف بددعا کر رہے ہیں تم پر حضرت داؤد، حضرت موسیٰ اور حامل انجیل علیہم السلام کی طرف سے لعنت کی گئی ہے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ عمرو بن عکرمہ کہتا ہے میں نے یہ آواز سنی ہے۔ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن حیزوم کلبی نے اپنی ماں کے حوالہ سے مجھ سے بیان کیا کہ وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے اس آواز کو سنا ہے اور ابن جریر نے لکھا ہے کہ عمرو بن حیزوم کہتا ہے کہ میرے باپ

نے بھی یہ آواز سنی ہے۔ اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری وغیرہ نے امام حسین کے قتل کے بارے میں بعض متقدمین کے جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔

"اے پسر بنت رسول وہ تیرے سر کو نیزی چادر میں لپیٹ کر لائے ہیں۔
اے پسر بنت رسول انہوں نے تجھے واضح طور پر عمداً قتل کیا ہے۔
انہوں نے تجھے پیاسا رکھ کر قتل کیا ہے اور انہوں نے تیرے قتل کے بارے میں قرآن پر تدبر نہیں کیا اور تیرے قتل پر تکبیر کہتے ہیں حالانکہ انہوں نے تیرے قتل کرنے سے تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸)

ابن زیاد نے ابنِ حُر کو کہا کہ تو نے ہمارے دشمن کا ساتھ دیا ہے

حافظ ابن کثیر نے ابو مخنف سے بحوالہ عبدالرحمٰن بن جندب روایت کی ہے کہ امام حسین کے شہید ہونے کے بعد ابن زیاد نے کوفیوں کے اشراف کو تلاش کیا تو اس نے عبیداللہ بن حُر بن یزید کو نہ پایا اس نے بار بار اس کا مطالبہ کیا حتیٰ کہ کچھ دنوں کے بعد ابن زیاد کے پاس وہ خود ہی آگیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے ابن حُر تم کہاں تھے اس نے کہا کہ میں بیمار تھا۔ ابن زیاد نے کہا دل کے مریض تھے یا بدن کے۔ ابن حُر نے کہا کہ میرا دل مریض نہیں ہوا اور اللہ نے میرے بدن کو بھی صحیح و سالم رکھا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے پھر جھوٹ بولا ہے بلکہ تو ہمارے دشمن کے ساتھ تھا۔ ابن حُر نے کہا اگر میں تمہارے دشمن کے ساتھ تھا تو میرے جیسے شخص کا مقام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور لوگ اسے ضرور دیکھ لیتے ہیں۔

ابنِ حُر نے امام حسین و امام حسن و علی المرتضیٰ کی تعریف کی

راوی بیان کرتا ہے کہ اسے ابن زیاد کے بارے میں سمجھ آگئی اور ابن حُر باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا پھر کہنے لگا کہ اسے بتا دو قسم بخدا میں اس کے پاس خوشی سے نہیں آؤں گا۔ ابن زیاد نے پوچھا ابن حُر کہاں ہے لوگوں نے بتایا وہ باہر چلا گیا ہے۔ اس نے کہا اس کو میرے پاس لاؤ پولیس اس کی تلاش میں روانہ ہو گئی اور ابن حُر نے پولیس کو ناپسندیدہ

اور نہایت سخت باتیں سنائیں اور اس نے امام حسین اور آپ کے بھائی امام حسن اور ان کے باپ علی المرتضیٰ شیر خدا کی تعریف کی پھر ابن حُر نے ابن زیاد علیہ اللعنۃ کے بارے میں سخت ناپسندیدہ باتیں کیں پولیس کو کہا کہ ابن زیاد کو جا کر کہہ دو کہ میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ ابن حُر یہاں سے روانہ ہو کر احمد بن زیاد طائی کے گھر میں گیا یہاں اس کے سب ساتھی اس کے پاس آکر جمع ہو گئے پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو کر کربلا میں آیا۔

ابنِ حُر نے امام حسین اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اشعار کہے

حُر اور اس کے ساتھیوں نے شہداء کی زیارت کی اس کے بعد مدائن کی طرف چلا گیا اور ابن حُر نے اسی دوران امام حسین اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ درج ذیل ہے ؎

یہ امیر (ابن زیاد) جو غدار بیٹا غدار کا ہے مجھے کہتا ہے کہ تو نے حسین بن فاطمہ سے جنگ کیوں نہیں کی، ہائے مجھے تو یہ افسوس ہے کہ میں نے ان کی نصرت ومدد کیوں نہیں کی، سچ ہے کہ جس نفس کی اصلاح نہ کی جائے اسے پشیمان ہونا پڑتا ہے۔ اس سبب سے کہ میں ان کے مددگاروں میں نہ تھا مجھے حسرت رہے گی حسرت بھی جو کبھی دل سے نہ نکلے گی ہمیشہ رہے گی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو بارانِ رحمت سے سیراب کرے جو کہ ان کی مدد پر کمر باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے مزاروں پر ان کی قتل گاہوں پر میں جا کر کھڑا ہوا تو کلیجہ پھٹنے لگا، اور آنسو آنکھ سے اُمنڈ آئے، میری زندگی کی قسم وہ میدان کارزار میں ثابت قدم تھے (امام حسین کی) مدد کرنے کو دوڑ پڑے تھے دریائے ذخار تھے رسول کے نواسے کی انہوں نے غم خواری کی اپنی تلواروں سے ان کی مدد کی یہ

شیر بشیر تھے ضرغام تھے، وہ قتل تو ہو گئے لیکن روئے زمین پر کوئی نیک نفس ایسا نہ ہو گا جو اس واقعہ (کربلا) سے غم و غصہ میں مبتلا نہ ہوا ہو کسی نے ایسے لوگ نہ دیکھے ہوں گے کہ مرنے کے وقت نورانی چہرے والے اور سادات و بزرگان دین سے ہوں تو انہیں ظلم و زیادتی سے قتل کرے پھر ہم سے دوستی کی امید رکھے اس خیال کو چھوڑ ہماری خصلت ایسی نہیں ہے میں زندگی کی قسم کھا کر کہوں گا تم نے ان لوگوں کو قتل کر کے ہم کو ذلیل اور غمناک کر دیا ہے اور ہمارے کتنے ہی آدمیوں میں تمہارا کینہ پیدا ہو گیا ہے میں نے کئی بار ارادہ کیا ہے کہ میں ایک جرار لشکر لے کر اس گروہ پر حملہ کروں جس کا ظالم امیر حق سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔ اے ابن زیاد ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مدد مانگ لے اور تنگ موقف (میدان) کمر توڑ کر رکھ دے گا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸، تاریخ طبری صہ ۲۹۵ ج ۴)

سلیمان بن قتیبہ نے امام حسین کا مرثیہ کہا

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن قتیبہ نے امام حسین کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا ہے ؎

آلِ ہاشم کے طف (کربلا) کے مقتول نے قریش کی گردنیں جھکا دی ہیں اور قریش ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور اگر تم نے اسے بیت اللہ کی پناہ لینے کی حالت میں تلاش کیا تو تم قوم عاد کی طرح ہو جاؤ گے جو ہدایت سے اندھی ہو کر گمراہ ہو گئی تھی اور میں آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھروں کے پاس سے گذرا تو وہ ویسے ہی تھے جب وہ ان میں اترے تھے اور وہ ہمارے لیے غنیمت تھے پس وہ مصیبت بن گئے ہیں اور یہ مصیبتیں بہت بڑی ہیں اللہ تعالیٰ ان گھروں اور ان کے اہل کو ہلاک نہ کرے اگرچہ وہ میرے خیال میں ان سے خالی ہو گئے ہیں اور جب قیس کو ضرورت پڑی تو ہم نے ان کے فقیر کی خبر لی اور

جب جوتا پھسل جاتا ہے تو قیس ہمیں شکست دیتا ہے اور یزید (بن معاویہ) کے پاس ہمارا خون ہے اور عنقریب جہاں بھی وہ اتریں گے ہم انہیں کسی روز اس کا بدلہ دیں گے تو نے دیکھا نہیں ہے کہ امام حسین کے خون سے زمین فتنہ و فساد سے بھر گئی ہے اور شہر قحط زدہ ہو گئے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸)

دیوانِ حماسہ میں بھی امام حسین کا مرثیہ ذکر کیا گیا ہے

امام حسین کا مرثیہ جو سلیمان بن قتیبہ عدوی نے کہا ہے اس کو ابو تمام حبیب بن اوس طائی المتوفی ۲۳۱ھ نے بھی اپنے "دیوان حماسہ" میں مختصر ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ کریں ؎

مررت علی ابیات آل محمد
فلم ارها امثالها یوم حلت

ترجمہ: میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں پر گذرا تو میں نے ان کو ایسا نہ پایا جیسے وہ گھر اس روز تھے جب ان میں ان رہنے والے فروکش ہوئے تھے یعنی میں نے ان کو خالی اور وحشت ناک مقام پایا۔

فلا یبعد اللہ الدیار و اهلها
وان اصبحت منهم برغمی تخلت

ترجمہ: خدا ان گھروں کو اور ان کے مالکوں کو ہلاک نہ کرے اگرچہ وہ گھر اب تو میرے خلاف مرضی ان لوگوں سے خالی ہو گئے ہیں۔

الا ان قتلی الطف من آل هاشم
اذلت رقاب المسلمین فذلت

ترجمہ: سن لے کہ مقتولان بنی ہاشم نے جو بمقام طف (کربلا) شہید ہوئے مسلمانوں کی گردنوں کو ذلیل کر دیا ہے سو ذلیل ہو گئے یعنی وہ لوگ سردار تھے ان کی ذلت تمام مسلمانوں

کی ذلت ہے۔

وکانوا غیاثا ثموا ضحوا رزیۃ
الاعظمت تلك الرزایا وجلت

ترجمہ: مقتول مظلوموں کے فریاد رس تھے وہ خود ایک مصیبت ہو گئے۔ سُن لے کہ یہ مصائب بہت بڑی ہیں۔ (شرح دیوان حماسہ ص۲۷۹)

امام حسین کے مرثیہ لکھنے والے شعرائے عرب کے اسماءِ گرامی

امام حسین علیہ السلام کے بے شمار شعرائے عرب نے مرثیے پڑھے اور لکھے ہیں۔ لفظ مرثیہ باب ضرب یضرب سے رثٰی یرثی رثیًا ورثاء ورثایۃً ومرثاۃ ومرثیۃً ہے اس کا معنے میت پر رونا اور اس کے محاسن شمار کرنا ہے اور مرثیہ کے اشعار کہنا ہے المرثاۃ والمرثیۃ وہ اشعار وغیرہ جس میں میت کے محاسن وغیرہ بیان کیے جائیں چونکہ امام حسین تمام صفات کمالیہ واوصاف جمیلہ کے جامع تھے اور آپ کی شہادت کی مثال دنیائے اسلام میں کوئی نہیں تھی لہٰذا جتنے آپ کے مرثیے لکھے اور پڑھے گئے اتنے کسی اور کے نہیں لکھے، پڑھے گئے۔

شعرائے عرب میں سے جنہوں نے آپ کے مرثیے کہے ہیں۔ ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

- عود بن غالب
- سیدہ زینب سلام اللہ علیہا
- امام زین العابدین علیہ السلام
- دعبل خزاعی
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
- علامہ ابو الفرج جوزی
- ابنِ حماد

- ابوالعلا
- صاحب ابن عباد
- عقبہ ابن عمر تمیمی
- الرفاء
- عوفی شاعر
- ناشی شاعر
- محمود طریحی
- جوہری شاعر
- ابوالحسن علی بن احمد جرجانی
- علی بن الحسین ازدی
- خالد بن معدان
- سیّد رضی
- سیّد مہدی طبا طبائی
- علامہ سوسنی
- کشاجم شاعر

ان کے علاوہ عرب و عجم کے اور بے شمار علماء اور شاعر ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے مرثیے لکھے اور پڑھے ہیں۔

امام حسین کا سرِ مقدس اور قبر مبارک

سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بیحرمتی کرنے کا وحشیانہ طریقہ بھی جو جاہلیت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے مٹا دیا تھا اسی دور اموی میں مسلمانوں کے اندر شروع ہوا سب سے پہلا سر جو زمانہ اسلام میں کاٹ کر لے جایا گیا وہ حضرت عمار بن یاسر کا سر تھا، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں صحیح سند

کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے اور ابن سعد نے بھی طبقات میں اسے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر کا سر کاٹ کر حضرت معاویہ کے پاس لایا گیا اور دو آدمی اس پر جھگڑ رہے تھے ہر ایک کہتا تھا کہ عمار کو میں نے قتل کیا ہے۔

(خلافت و ملوکیت صہ ۱۷۷ بحوالہ مسند احمد بن حنبل)

(طبقات ابن سعد صہ ۲۵۳ ج ۳)

نعمان بن بشیر کا قتل

حضرت نعمان بن بشیر جو یزید کے زمانے تک بنو امیہ کے حامی رہے تھے مروان کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا ساتھ دینے کی وجہ سے قتل کیے گئے اور ان کا سر لے جا کر ان کی بیوی کی گود میں ڈالا گیا۔ (خلافت و ملوکیت صہ ۱۷۸، بحوالہ طبقات ابن سعد صہ ۵۳ ج ۶، البدایہ والنہایہ صہ ۲۴۵، ج ۸) پھر یہ ایک مستقل طریقہ بن گیا کہ جن لوگوں کو سیاسی انتقام کی بنا پر قتل کیا جائے ان کے مرنے کے بعد ان کی لاشوں کو بھی معاف نہ کیا جائے حضرت امام حسین کا سر کاٹ کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق لے جایا گیا اور ان کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر اسے روندا گیا (خلافت و ملوکیت صہ ۱۷۸، بحوالہ الطبری صہ ۳۴۹ ج ۴۔ ابن الاثیر صہ ۲۹۶ ج ۳۔ البدایہ والنہایہ صہ ۱۸۹ ج ۸)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سامنے حضرت حسین بن علی کا سر ایک ڈھال میں پڑا ہوا ہے پھر میں ایک وقت مختار بن عبید ثقفی کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار ثقفی کے سامنے ایک ڈھال میں پڑا ہوا ہے۔

ابن زیاد کے ناک میں سانپ کا داخل ہونا

ترمذی نے حدیث حسن صحیح بیان کی ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر لائے گئے اور انہیں کوفہ کی مسجد میں نصب کیا گیا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو وہ

کہہ رہے تھے وہ آگیا ہے وہ آگیا ہے کیا دیکھتا ہوں ایک سانپ سروں کے درمیان سے ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوگیا ہے اور کچھ دیر ٹھہر کر پھر باہر نکل گیا اور غائب ہوگیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آگیا ہے وہ آگیا ہے۔ اس سانپ نے دو تین بار اس طرح کیا، حافظ ابن کثیر نے امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس اور قبر کے بارے میں مختلف روایات ذکر کی ہیں ان میں سے جو مشہور ہیں وہ یہ ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو عمرو بن سعد نے آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس دمشق بھیج دیا۔

امام حسین کا جسم اطہر کربلا میں دفن ہوا

علامہ محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے امام حسین کا سر اقدس مدینہ منورہ کے گورنر عمرو بن سعید کے پاس بھیج دیا اور عمرو بن سعید نے آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے پاس بقیع میں دفن کر دیا اور امام حسین کا جسم اطہر مقامِ کربلا میں ہی دفن کیا گیا۔ چنانچہ متاخرین کے نزدیک یہی بات مشہور ہے کہ کربلا میں ہی آپ کو دفن کیا گیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸)

ابن جریر لکھتے ہیں کہ روایت میں ہے کہ اہل کوفہ جب امام حسین کا سر اقدس لے کر مسجد دمشق میں داخل ہوئے تو مروان بن حکم نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا تو انہوں نے کہا کہ جب یہ لوگ (امام حسین اور آپ کے اصحاب) ہم میں وارد ہوئے تھے ہم نے سب کو قتل کیا۔ ان کے یہ سر ہیں اور یہ ان کی اسیر عورتیں ہیں۔ یہ سنتے ہی مروان بن حکم دوڑ کر وہاں سے چلا گیا پھر یہ سر لے کر یزید کے پاس گئے اور اس کے سامنے امام حسین کا سر رکھ دیا اور قصہ بیان کرنے لگے، ہند زوجہ یزید نے جو یہ قصہ سنا تو باہر نکل پڑی پوچھا اے امیر کیا یہ حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر ہے، یزید نے کہا ہاں یہ انہیں کا سر ہے۔ اس کے بعد یزید نے لوگوں کو دربار میں آنے کا اذن دیا لوگ داخل ہوئے کیا دیکھا کہ امام حسین کا سر اقدس یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے، یزید کے

ہاتھ میں چھڑی ہے وہ آپ کے دانت کو چھڑی سے چھیڑ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ہماری تلواریں سر اڑا دیتی ہیں وہ ہماری اطاعت کرنے والے نہ تھے۔ صحابہ کرام میں سے ابو برزہ اسلمی نے یہ دیکھ کر کہا اے یزید تیری چھڑی اور حسین کے دانت، تیری چھڑی کس مقام پر ہے میں نے اسی جگہ کو دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوم رہے تھے۔ سُن رکھ قیامت کے دن تیرا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ ابو برزہ اسلمی یہ کہہ کر چلے گئے۔

(تاریخ طبری صا۲۹ ج ۴)

شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا سر مقدس کربلا میں دفن کیا گیا ہے

حضرات شیعہ امامیہ اس طرف گئے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا سر مقدس کربلا کی طرف لوٹا گیا اور یہ واقعہ چالیس دن کے بعد ہوا کہ سر کو جسم مبارک کے ساتھ کربلا میں دفن کیا گیا (نور الابصار صہ۲۳۴) ابن بکار اور ابن کثیر وغیرہ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا جسم مبارک کربلا میں مدفون ہے اور آپ کا سر اقدس مدینہ منورہ میں بقیع میں دفن ہے۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب اسیران اہل بیت کا قافلہ مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہوئے دمشق پہنچا تو ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ امام حسین کے سر مبارک کو نیزے پر لیے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا۔ ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَالرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف موجود ہیں۔ آیت میں ان اصحاب کی نسبت ہی فرمایا ہے۔

اصحاب کہف کے واقعہ سے امام حسین کا قتل زیادہ عجیب ہے

اس وقت اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو قوت نطق دی بزبان فصیح فرمایا اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ کہ اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو نیزے پر اٹھائے پھرنا زیادہ عجیب ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا ان کو نہ بھوکا پیاسا رکھا اور نہ ہی ان کو قتل کیا نہ ان کے اہل وعیال کو کچھ کہا اور امام حسین کو کوفیوں نے بلایا پھر بے وفائی کی آپ کا پانی بند کیا اور آپ کے بچوں اور ساتھیوں کو امام حسین کے سامنے شہید کیا پھر امام حسین کو شہید کیا۔ اور باقی اہلِ بیت کو قیدی بنایا اور امام حسین کے سر اقدس کو نیزے پر اٹھا کر شہر شہر پھرایا اور اصحاب کہف سالہا سال طویل نیند کے بعد بولے یہ ضرور عجیب ہے مگر امام حسین کے سر مبارک کا جسم اطہر سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے بہت زیادہ عجیب ہے۔ (جواہر العلوم صد ۲۸۱، نور الابصار صد ۲۳۷)

شہداء بنو ہاشم

ابن جریر لکھتے ہیں کہ (امام) حسین بن علی (علیہ السلام) جب شہید ہوئے تو ان کے اور ان کے عزیزوں کے اور انصار کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ بنو کندہ تیرہ [۱۳] سرے کر آئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ بنو ہوازن بیس [۲۰] سر لائے ان کا سردار شمر بن ذی الجوشن تھا۔ بنو تمیم سترہ [۱۷] سر لائے۔ بنو اسد چھ [۶] سر لائے۔ بنو مذحج سات [۷] سر لائے اور باقی لشکر والے بھی سات سر لائے۔ یہ سب ستر سر ہوئے۔ شہداء میں سید الشہداء حسین بن علی ہیں آپ کی والدہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سنان بن انس ملعون نے آپ کو قتل کیا اور خولی بن یزید ملعون آپ کا سر لے کر

آیا اور عباس بن علی بن ابی طالب ان کی ماں اُم البنین ہیں، آپ کو زید بن رقاد جہنی اور حکیم بن طفیل نے قتل کیا اور جعفر بن علی ان کی ماں بھی البنین ہیں اور عبداللہ بن علی ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔ اور عثمان بن علی ان کی ماں بھی اُم البنین ہیں، خولی بن یزید نے تیر مارا ان کو قتل کیا اور محمد بن علی بن ابی طالب ان کی ماں کنیز تھیں ان کو قبیلہ بنوابان کے ایک شخص نے قتل کیا اور ابوبکر بن علی بن ابی طالب ان کی ماں لیلےٰ بنت مسعود ہیں اور علی بن حسین بن علی ان کی ماں لیلیٰ بنت ابومرہ ہیں یہ میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب کی بیٹی ہیں ان کو مرہ بن منقذ نے قتل کیا اور عبداللہ بن حسین ان کی ماں رباب بنت امرءالقیس ہیں اور ابوبکر بن حسین بن علی بن ابی طالب ان کی ماں ایک کنیز تھیں ان کو عبداللہ بن عقبہ غنوی نے قتل کیا اور عبداللہ بن امام حسن ان کی ماں بھی کنیز تھیں اور قاسم بن امام حسن ان کی ماں بھی کنیز تھیں ان کو سعد بن عمرو ازدی نے قتل کیا اور عون بن عبداللہ بن جعفر ان کو عبداللہ بن قطبہ نبہانی نے قتل کیا اور محمد بن عبداللہ بن جعفر ان کو عامر بن نہشل تمیمی نے قتل کیا اور عبدالرحمٰن بن عقیل ان کی ماں کنیز تھی ان کو عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا، اور عبداللہ بن عقیل ان کی ماں بھی کنیز تھیں ان کو عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مارا اور قتل کیا اور امام مسلم بن عقیل ان کی ماں بھی کنیز تھیں ان کو کوفہ میں ابن زیاد نے قتل کرایا اور عبداللہ بن مسلم ان کی ماں رقیہ بنت علی بن ابی طالب تھیں ان کو عمرو بن صبیح صدائی نے قتل کیا اور محمد بن ابی سعید بن عقیل ان کی ماں بھی کنیز تھیں ان کو لقیط بن یاسر جہنی نے قتل کیا۔

حسن بن حسن اور عمرو بن حسن کم عمر ہونے کی وجہ سے قتل ہونے سے بچ گئے

ابن جریر نے لکھا ہے کہ حسن بن حسن اور عمرو بن حسن یہ دونوں صاحبزادے کم عمر ہونے کی وجہ سے قتل ہونے سے بچ گئے اور آپ کے رضاعی برادر عبداللہ کوفہ میں قتل ہوئے۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۹۴ ج ۴)

امام حسین علیہ السلام کی اولاد اطہار

امام حسین علیہ السلام کی اولاد پاک کے بارے میں علامہ ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ صفوۃ الصفوہ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے تین صاحزادے تھے۔

۱۔ امام علی اکبر۔ یہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔
۲۔ علی الاوسط امام زین العابدین
۳۔ علی اصغر۔ یہ بھی کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔

اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

۱۔ حضرت سیّدہ فاطمہ
۲۔ حضرت سیّدہ سکینہ

امام حسین علیہ السلام کی آگے نسل صرف امام زین العابدین سے چلی ہے، حدیث صحیح میں وارد ہے حسین سبط من الاسباط کہ حسین سبط من الاسباط ہیں۔

(البدایہ والنہایہ صہ۲۰۶ ج ۸)

لغات الحدیث میں ہے کہ سبط کہتے ہیں اولاد کی اولاد کو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کی (نافرمان) اُمت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جیسا سلوک کرے گی اس لیے تاکیداً یہ ارشاد فرمایا کہ وہ میری اولاد کی اولاد ہے اس کا خیال رکھنا مگر تقدیر الٰہی رُک نہیں سکتی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے ارشادات کے بعد بھی (نافرمان) اُمت نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ بے آب و دانہ بال بچوں سمیت شہید کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ مصیبت ایسی ہے کہ اس کے یاد کرنے سے جگر شق ہو جاتا ہے۔

یزید خبیث اور ابن زیاد وغیرہ کی نسل دنیا سے مٹ گئی

الحسن والحسین سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ حسن اور حسین دونوں آپ کی اولاد کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں برکت کر دے گا۔ اور ایک بڑی اُمت ہو جائے گی۔ ایسا ہی ہوا ہزار ہا سادات صحیح النسب ان دونوں شہزادوں کی اولاد میں موجود ہیں اور یزید پلید اور ابن زیاد خبیث کی اولاد دنیا سے ایسی مٹ گئی کہ ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

(لغات الحدیث صہ۲۳ ج ۲)

حضور پاک نے حضرت علی اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء کے لیے دُعا برکت فرمائی

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتون جنت سیّدہ فاطمۃ الزہراء اور آپ کی اولاد کے لیے دُعا فرمائی

اللھم انی اعیذھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم

"اے اللہ میں اپنی بیٹی فاطمہ اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔"

یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ سے کیا تو حضور پاک نے پانی منگوایا اور اس سے وضوء کیا پھر یہ پانی حضرت علی مرتضیٰ پر ڈال دیا اور فرمایا۔

اللھم بارك فیھما و بارك علیھما و بارك لھما فی نسلھما

"اے اللہ ان دونوں کے حق میں برکت فرما اور ان دونوں پر برکت فرما ان دونوں کے لیے ان کی نسل میں برکت فرما۔

(مسند احمد بن حنبل فضائل صحابہ)
(تذکرۃ الخواص، سبط ابن جوزی)

توّابین کی اہلِ شام سے جنگ

امام حسین علیہ السلام جب شہید ہو گئے اور ابن زیاد اپنے لشکر گاہ سے جو نخیلہ میں تھا واپس آ کر کوفہ میں داخل ہوا تو کوفہ کے چند سردار سلیمان بن صرد کے ہاں جمع ہوئے اور امام حسین کے قتل کا بدلہ لینے کے بارے میں گفتگو کی اور ان سرداروں نے جو پیغام امام حسین کو بھیجے تھے انہیں ان پر ندامت ہوئی اور جب امام حسین ان کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور امام حسین سے الگ ہو گئے تھے اور آپ کی مدد نہ کی تھی اور یہ سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے سلیمان بن صرد جلیل القدر صحابی تھے اس بارے میں کوشش کرنے والے پانچ سردار تھے۔

۱۔ سلیمان بن صرد
۲۔ المسیب بن نجبا
۳۔ عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی
۴۔ عبداللہ بن وال تمیمی
۵۔ رفاعہ بن شداد بجلی

یہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے ساتھ شرفاء و روسائے شیعہ میں سے بہت سے لوگ تھے سب نے اتفاق سے سلیمان بن صرد کو امیر بنایا اور یہ بھی طے پایا کہ جو شخص اس بات کو قبول کرے وہ نخیلہ کے مقام پر آ جائے پھر انہوں نے بہت سے اموال اور ہتھیار اکٹھے کیے اور المسیب فزاری نے ان میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد خداوندی کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائش کی ہے اور اس نے ہمیں پسر بنت رسول کی مدد کرنے میں جھوٹا پایا ہے حالانکہ اس سے قبل ہم نے ان سے مراسلت (خط و کتابت) کی تھی۔

ہم ان کو قتل کریں گے یا خود قتل ہو جائیں گے

پس وہ اس بات پر ہمارے پاس آئے کہ ہم ان کی مدد کریں گے مگر ہم نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ان سے وعدہ خلافی کی اور ہم انہیں ان کے پاس لے آئے جنہوں نے آپ کو اور آپ کی اولاد کو اور آپ کے قرابت داروں کو قتل کر دیا ہم نے نہ اپنے ہاتھوں سے ان کی مدد کی اور نہ زبان سے اور نہ مال سے مدد کی ہم سب کے لیے دائمی ہلاکت ہے جب تک ہم آپ کے قاتلین اور آپ کے خلاف مدد دینے والوں کو قتل نہ کریں یا خود قتل ہو جائیں ورنہ ہمارے اموال تباہ ہو جائیں اور ہمارے گھر برباد ہو جائیں۔ اے لوگو! تم کھڑے ہو جاؤ اور اپنے پیدا کرنے والے کے حضور توبہ کرو اور اپنے آپ کو مار دو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے پھر انہوں نے اپنے سب ساتھیوں کو لکھا کہ وہ آئندہ سال نخیلہ میں اکٹھے ہو جائیں اور ۶۵ھ میں تقریباً سترہ ہزار آدمی سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہو گئے جو سب کے سب امام حسین کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب یہ لوگ نخیلہ کی طرف گئے تو وہ تھوڑے تھے اور سلیمان بن صرد ان کی قلت کی وجہ سے حیران ہوا تو اس نے حکیم بن منقذ کو بھیجا تو اس نے کوفہ میں بلند آواز سے اعلان کیا ہائے امام حسین کا بدلہ وہ مسلسل منادی کرتا ہوا بڑی مسجد تک پہنچ گیا اور لوگوں نے اعلان سنا اور نخیلہ کی طرف چلے گئے اور کوفہ کے اشراف بھی نکلے جو سلیمان بن صرد کے رجسٹر کے مطابق تقریباً بیس ہزار تھے اور جب اس نے ان کے ساتھ چلنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے چار ہزار کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا تو المسیب فزاری نے سلیمان بن صرد کو کہا کہ تجھے ناپسند کرنے والا فائدہ نہ دے گا اور تیرے ساتھ مل کر وہی جنگ کرے گا جو اپنے آپ کو اللہ کے لیے فروخت کرے گا اور آپ کو کسی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے اور اپنے دشمن کے ساتھ جہاد کے لیے جانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔

سلیمان بن صرد کا توابین سے خطاب

سلیمان بن صرد نے المسیب بن نجبا فزاری سے کہا کیا اچھی بات تم نے کہی اور سلیمان اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اس طرح خطاب کیا اے لوگو! جو لوگ خدا کی رضا اور آخرت کی جزا کے لیے شریک ہوئے ہیں وہ ہمارے ہیں اور ہم ان کے ہیں ان پر خدا کی رحمت نازل ہو زندگی میں بھی اور موت میں بھی اور جو لوگ دنیا اور دنیا کی دولت کی ہوس رکھتے ہیں وہ سن لیں کہ خوشنودی پروردگار عالم کے سوا نہ ہمیں مالِ غنیمت ملنے والا ہے اور نہ ہمارے ہاں زر و سیم ہے پس ہمارے کاندھوں پر تلواریں ہیں، ہمارے پاس اتنا زادِ راہ ہے جس سے ہم دشمن تک پہنچ سکتے ہیں اور جس کا مقصود اس کے علاوہ ہو اسے ہمارے ساتھ نہ آنا چاہیے۔ یہ سن کر ضحیر مزنی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ خدا نے آپ کو ہدایت کی اور فیصلہ کی بات آپ کو بتا دی، قسم ہے خدائے وحدہ لا شریک کی جو دنیا کی ہوس اور طمع میں ہمارے شریک ہوئے ہیں ان سے خیر کی امید نہیں ہے۔ اے لوگو! ہم اپنے گناہ سے توبہ کرنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کا انتقام لینے کے لیے نکلے ہیں نہ ہمارے پاس دنیا رہیں نہ درہم ہیں۔ ہم تو تلواروں کی دھار اور برچھیوں کی نوکوں کے سامنے جا رہے ہیں۔ ہر طرف لوگ پکارنے لگے ہم دنیا کے طالب نہیں ہیں نہ دنیا کے لیے ہم نکلے ہیں، نیز سلیمان بن صرد نے کہا کہ پہلے ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے جانا ہے کیونکہ ابن زیاد نے ہی امام حسین کو قتل کیا ہے اس نے ہی ان پر لشکر کشی کی ہے اس نے کہا تھا کہ امام میرے پاس گردن جھکا کر آئیں جس طرح میرا دل چاہے اس طرح میں ان سے پیش آؤں گا۔ اگر خدا نے اس پر ہمیں غلبہ دیا تو اس کے بعد عمر و بن سعد وغیرہ سے قتال کریں گے۔ اگر اس معرکہ میں ہم شہید ہو گئے تو ان ظالموں سے قتال کر کے شہید ہوں گے لہٰذا لوگ روانہ ہونے پر آمادہ ہو گئے۔

توابین کی نخیلہ سے روانگی

سلیمان بن صرد اور آپ کے ساتھی ۵ ربیع الآخر ۶۵ھ کو بروز جمعہ نخیلہ سے نکلے روانہ ہونے کے بعد سلیمان بن صرد نے ابن منقذ کو حکم دیا کہ سب لوگ راستہ میں دیر اعور پر جا کر رکیں۔ یہاں سے ایک ہزار آدمی الگ ہو گیا اور یہ واپس چلے گئے۔ سلیمان بن صرد نے کہا کہ جو لوگ ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ہیں ان کا تمہارے ساتھ رہنا مجھے گوارا ہی نہیں تھا اگر وہ ساتھ ہوتے تو اور تباہی میں تمہیں مبتلا کرتے، حق تعالٰے کو ان کا ساتھ آنا پسند نہیں ہوا انہیں باز رکھا۔ یہ فضیلت اس نے تمہارے ہی لیے خاص کر دی ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔

توابین کا امام حسین کی قبر پر حاضر ہونا

توابین رات کو چلتے رہے صبح کے وقت امام حسین کی قبر پر پہنچے۔ ایک رات اور دن وہیں قیام کیا۔ آپ پر صلوات پڑھتے رہے۔ یہ لوگ جب قبر کے سامنے پہنچے تو ایک شور نالہ و زاری کا بلند ہوا۔ ایسا گریہ و پکاء کا دن کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ ہر شخص اس بات کی حسرت کرتا تھا کہ امام حسین کے ساتھ ہی شہید ہو گیا ہوتا۔

سلیمان بن صرد نے دعا کی اے خداوندا حسین شہید بن شہید مہدی، صدیق بن صدیق پر رحمت نازل فرما۔ خداوندا تو گواہ رہنا کہ ہم سب انہیں کے دین پر ہیں انہیں کے راہ کے سالک ہیں۔ ان کے قاتلوں کے دشمن اور ان کے دوستوں کے خیر خواہ ہیں اور سب لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے خداوندا ہم اپنے رسول کے فرزند کو چھوڑ کر بیٹھ رہے جو کچھ ہم نے کیا اسے معاف کر دے۔ ہماری توبہ قبول کر لے۔ تو رحیم و تواّب ہے، حسین و اصحاب حسین شہدائے صدیقین پر اپنی رحمت نازل فرما۔ پروردگار تو گواہ رہ کہ جس راہ وہ قتل ہوئے ہیں ہم بھی اسی راہ پر ہیں۔ اگر تو ہمارے گناہ نہ بخشے گا اور اگر تو ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم سب خائب و خاسر و تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔

سلیمان بن صرد قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے تھے

اس کے بعد سلیمان بن صرد نے کوچ کا حکم دیا۔ اب ہر شخص قبر امام حسین کو الوداع کرنے لگا۔ ہر ایک آپ کی قبر کے پاس آتا، نزول رحمت کی دعا کرتا تھا۔ حجر اسود پر بھی لوگوں کا ایسا اجتماع نہیں ہوتا جیسے آپ کی قبر پر تھا اور سلیمان بن صرد قبر کے پاس کھڑے ہوئے تھے جو لوگ دعا و استغفار سے فارغ ہو جاتے تھے سلیمان ان لوگوں کو کہتے تھے اللہ تم پر رحم کرے۔ اب جاؤ اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ۔ اسی طرح وہ کہتے رہے یہاں تک کہ ان کے اصحاب میں کوئی تین آدمی رہ گئے۔ اب سلیمان نے ان لوگوں کے ساتھ قبر کو گھیر لیا اور کہا شکر ہے اس پروردگار کا جسے منظور ہوتا تو حسین کے ساتھ شہید ہو جانے کی فضیلت ہم کو عطا کرتا خداوندا! جب ان کے ساتھ شہید ہونے سے ہم کو محروم رکھا ہے تو ان کے بعد ان کی راہ میں شہید ہونے سے ہم کو محروم نہ رکھ۔ عبداللہ بن وال نے کہا واللہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ حسین اور ان کے باپ اور بھائی امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیامت کے دن بہت بڑے وسیلہ عنداللہ ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہ امت ان حضرات کے بارے میں کیسی مبتلائے بلا ہوئی کہ دو کو قتل کیا تیسرے سے قصاص لے کر دل ٹھنڈا کیا، مسیب بن نجبا نے کہا میں ان ظالموں اور قاتلوں سے لڑوں گا۔

(تاریخ طبری صـ۴۷ ج ۴)

سلیمان بن صرد نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا ہے

سلیمان بن صرد اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام جانے کے ارادے سے یہاں سے چل پڑے۔ جب یہ قرقیسا کے پاس سے گذرے تو یہاں کے حاکم زفر بن حارث کلابی نے سلیمان بن صرد کو اطلاع دی کہ اہل شام نے حصین بن نمیر اور شرجیل بن ذی الکلاع اور ابن محرز الباہلی اور ربیعہ بن مخارق الغنوی اور جبلہ بن عبداللہ خثعمی کے ساتھ بڑی تعداد میں فوج تیار کی ہے سلیمان بن صرد نے کہا کہ ہم نے اللہ پر توکل کیا ہے

زفر بن حارث نے ان کو کہا کہ تم جلدی سے انہیں عین الوردہ پر جا لو پس شہر کو اپنے پس پشت رکھو۔ وہاں کے گاؤں اور پانی اور سب سامان گھوڑے اور بازار تمہارے قبضہ میں ہوں گے نیز زفر بن حارث نے کہا کہ شامیوں سے کھلے میدان میں جنگ نہ کرنا وہ تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں وہ تمہارا گھیراؤ کر لیں گے زفر بن حارث نے ان کو الوداع کیا اور سلیمان بن صرد اور آپ کے ساتھی جلدی سے چل کر عین الوردہ پہنچ کر اس کے مغرب میں اتر گئے اور وہ اپنے دشمنوں کے پہنچنے سے قبل وہاں پہنچ گئے۔ جب اہلِ شام ان کے نزدیک آ گئے تو سلیمان بن صرد نے اپنی فوج سے خطاب کیا۔

عین الوردہ کا معرکہ اور سلیمان بن صرد کا خطبہ جہاد

سلیمان بن صرد نے جو خطبہ جہاد پڑھا اس میں حمد باری کو بہت طول دیا پھر آسمان وزمین، پہاڑ اور دریا میں جو خدا کی نشانیاں پائی جاتی ہیں ان کو بیان کیا اس کے بعد حق تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا دنیا سے نفرت اور آخرت سے رغبت ظاہر کی اور بیان میں اتنا طول دیا کہ راوی کو یاد رکھنا دشوار ہو گیا پھر کہا خدا تمہارے اس دشمن کو تمہارے پاس لے آیا جس کے لیے تم رات دن منتظر تھے بلکہ تم خود ہی ان کے پاس ان کے گھر میں ان کی سرحد پر چڑھ آئے۔ اب ان سے مقابلہ کے وقت اپنی ساکھ اور ثابت قدمی دکھا دو دیکھو دشمن کے سامنے سے کوئی منہ نہ پھیرے ہاں حملہ کرنے کے ارادہ سے یا اپنی جماعت میں واپس آنے کے لیے منہ پھیرے تو پھیرے، کسی بھاگنے والے کو یا کسی زخمی کو قتل نہ کرو جو قیدی تمہارے عقیدہ پر ہو اسے بھی قتل نہ کرو ہاں اگر قیدی ہو کر تم سے قتال کرے یا وہ شخص کربلا میں جو مؤمنین قتل ہوئے ان کے قاتلوں میں سے ہو تو اسے قتل کر دو۔ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی یہ ہی سیرت تھی۔

سلیمان بن صرد نے کہا اگر میں قتل ہو جاؤں تو میرے بعد مسیب بن نجباء تمہارا امیر ہوگا

سلیمان بن صرد نے اس خطبہ کے بعد کہا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو المسیب بن نجبا تمہارا امیر ہوگا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل امیر ہوگا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو عبداللہ بن وال امیر ہوگا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو رفاعہ بن شداد امیر ہوگا پھر سلیمان بن صرد نے پانچ سو سواروں کے ساتھ المسیب بن نجبا کو دشمن کے مقابل بھیجا اور انہوں نے ابن ذی الکلاع کی فوج پر حملہ کر دیا اور وہ بھاگ پڑے انہوں نے ایک جماعت کو قتل کر دیا اور دوسری کو زخمی کر دیا اور اونٹوں کو ہانک لائے اور ابن زیاد کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے آگے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ بھیجا دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں شامیوں نے سلیمان بن صرد کی فوج کو کہا کہ تم مروان بن حکم کی اطاعت اختیار کرو، اور سلیمان بن صرد کی فوج نے شامیوں کو دعوت دی کہ وہ عبداللہ بن زیاد کو ان کے سپرد کریں تاکہ امام حسین کے بدلے اس کو قتل کریں مگر ہر فریق نے دوسرے فریق کو جواب دینے سے انکار کر دیا۔ پورا دن شدت سے جنگ ہوئی اس میں سلیمان بن صرد کو شامیوں پر غلبہ حاصل رہا۔

سلیمان بن صرد نے دورانِ جنگ خطبہ دیا اور جہاد کی ترغیب دی

دوسرے دن صبح صبح ابن ذی الکلاع اٹھارہ ہزار فوج لے کر شامیوں کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دوسرے دن بھی سخت جنگ ہوئی جب تیسرے دن کی صبح ہوئی تو ابن محرز دس ہزار فوج کے ساتھ شامیوں کی مدد کے لیے پہنچ گیا یہ جمعہ کا دن تھا۔

دھوپ چڑھنے تک سخت جنگ ہوئی پھر شامیوں نے سلیمان بن صرد کی فوج کا گھیراؤ کر لیا سلیمان بن صرد نے اپنی فوج سے خطاب کیا اور جہاد کی ترغیب دی دونوں فریقوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور سلیمان بن صرد پیادہ ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار کا میان توڑ ڈالا اور آواز دی اے بندگان خدا جو شخص جنت کی طرف جانا چاہتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہتا ہے اور اپنے عہد کو پورا کرنا چاہتا ہے وہ میرے پاس آجائے تو بہت سے لوگ اس کے ساتھ پیادہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی تلواروں کے میان توڑ ڈالے اور حملہ کر دیا حتیٰ کہ دشمن کے وسط میں پہنچ گئے اور انہوں نے اہل شام میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا حتیٰ کہ وہ خون میں گھس گئے اور سلیمان بن صرد قتل (شہید) ہو گئے۔

سلیمان بن صرد کا شہید ہو جانا

سلیمان بن صرد کو یزید بن حصین نامی ایک شخص نے تیر مارا وہ گر پڑے پھر اُٹھے حملہ کیا پھر گر پڑے پھر اٹھے حملہ کیا پھر گر پڑے اور سلیمان بن صرد یہ کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

مسیّب بن نجبا کا شہید ہو جانا

اس کے بعد المسیب بن نجبا نے جھنڈا پکڑا اس نے شدید جنگ کی اور یہ بھی قتل ہو گیا۔ المسیب بن نجبا بہت بہادر تھے۔ چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ فردہ بن لقیط نے مسیب کے غلام آزاد کو شبیب بن یزید خارجی کے ساتھ مدائن میں دیکھا باتوں باتوں میں عین الوردہ کے لوگوں کا ذکر آیا تو اس نے کہا واللہ مسیب اور ان کے ساتھ والوں سے بڑھ کر میں نے کسی کو شجاع نہیں دیکھا۔ عین الوردہ کی جنگ میں مسیب کو دیکھا اس شدت سے وہ جنگ کر رہے تھے کہ میرے گمان میں یہ بات بھی نہیں آئی کہ ایک شخص اس طرح سے جنگ کرے اور اس طرح دشمنوں کو تباہ کر سکے بہت لوگوں کو انہوں نے قتل کر ڈالا پھر عبداللہ بن

سعد بن نفیل نے جھنڈا پکڑا اور شدید جنگ کی اور ربیعہ بن مخارق شامی نے عبداللہ بن سعد بن نفیل سے مبارزت کی اور دونوں آپس میں لپٹ گئے اور ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ بن سعد بن نفیل پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا پھر عبداللہ بن وال نے جھنڈا پکڑا اس نے شدید جنگ کی اور قتل ہو گیا اور پھر رفاعہ بن شداد نے جھنڈا پکڑا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ پسپا ہو گیا اور شامی اپنے گھروں کو واپس ہو گئے اور رفاعہ بن شداد اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کے ساتھ واپس کوفہ آ گئے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جب ابن زیاد کی فوج اور سلیمان بن صرد کی فوج ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں تو شامیوں نے سلیمان بن صرد کی فوج کو کہا کہ تم مروان بن حکم کی اطاعت کرو اور ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے کہ شامیوں نے سلیمان بن صرد کی فوج کو کہا کہ تم عبدالملک بن مروان کی اطاعت اختیار کرو گویا کہ ان دونوں کے درمیان ظاہری تضاد ہے تو ان کے درمیان توفیق اس طرح ہے کہ عبدالملک اس وقت ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔

سلیمان بن صرد ایک جلیل القدر صحابی تھے

ابن جریر نے عبدالملک بن مروان کا ذکر کر دیا ہے اور بادشاہ مروان بن حکم تھا اور سلیمان بن صرد کی فوج کا نام توابین کی فوج تھا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور سلیمان بن صرد خزرجی ایک جلیل، نبیل اور عابد و زاہد صحابی تھے اس سے صحیحین وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مروی ہیں اور وہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے ساتھ معرکہ صفین میں شامل ہوا اور وہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جس کے گھر میں امام حسین کی بیعت کے لیے لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سلیمان بن صرد کے گھر حضرت علی شیر خدا کے حامی جمع تھے تو سلیمان بن صرد نے کہا کہ خبر آئی ہے کہ (حضرت) معاویہ فوت ہو گئے ہیں اور امام حسین نے بیعت سے انکار کیا ہے وہ مکہ مکرمہ چلے آئے ہیں تم لوگ ان کے اور ان کے والد علی المرتضیٰ کے شیعوں میں سے ہو اگر تم ان کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنا چاہتے ہو تو ان کو خط لکھو

اور اگر تم کو اندیشہ ہو ڈر جانے کا یا بزدلی کرنے کا تو ان کو دھوکا نہ دو سب نے کہا کہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے۔ سلیمان بن صرد نے کہا اچھا ان کو لکھ بھیجو۔

سلیمان بن صرد امیر التوابین تھے

چنانچہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن بخبا، اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظہر اور کوفہ کے شیعہ مؤمنین مسلمین کی طرف سے خط لکھا اور جب امام حسین عراق میں آئے تو انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد آپ کربلا میں شہید ہو گئے اور ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ آپ کی آمد کا سبب بنے ہیں اور انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اور آپ کی اہل بیت قتل ہو گئے ہیں اور یہ لوگ اس فعل پر جو انہوں نے کیا ہے پشیمان ہوئے پھر وہ اس فوج میں اکٹھے ہونے لگے اور انہوں نے اپنی فوج کا نام توابین رکھا اور اپنے امیر سلیمان بن صرد کا نام امیر التوابین رکھا پس سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ عین الوردہ کے معرکہ میں ۶۵ھ میں شہید ہو گئے۔ شہید ہونے کے وقت سلیمان بن صرد کی عمر ۹۳ سال تھی سلیمان بن صرد اور المسیب بن بخبا دونوں کے سر کاٹ کر مروان بن حکم کے پاس دمشق لائے گئے اور مروان بن حکم نے حکم دیا کہ ان دونوں سروں کو دمشق کے بازار میں لٹکا دیا جائے

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، تاریخ طبری ص ۴۱۷، ج ۴)

(طبقات ابن سعد ص ۲۹۲ ج ۴)

مختار بن ابی عبید ثقفی کی کوفہ میں آمد

جب کوفہ کے سردار اور دیگر لوگ سلیمان بن صرد کے گھر میں اس لیے جمع ہوئے کہ ابن زیاد اور عمرو بن سعد وغیرہ سے امام حسین کے قتل کا بدلہ لیا جائے جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے تو اس وقت مختار بن ابی عبید ثقفی کوفہ میں تھا تو اس نے دیکھا کہ کوفہ کے کچھ لوگ سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور وہ جنگ کے لیے تیار ہیں تو مختار ثقفی نے

محمد بن علی بن ابی طالب یعنی محمد بن حنفیہ کے امام مہدی ہونے کی طرف ان لوگوں کو دعوت دی بہت سے لوگوں نے اس کی پیروی کی۔

ابنِ زیاد نے مختار ثقفی کی آنکھ پر چھڑی ماری

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب مسلم بن عقیل کا واقعہ ہوا اور ابن زیاد نے ان کو قتل کر دیا اس وقت بھی مختار ثقفی کوفہ میں تھا اور ابن زیاد کو اطلاع ملی کہ مختار بن ابی عبید ثقفی کہتا ہے کہ میں امام مسلم بن عقیل کی نصرت اور مدد کے لیے ضرور کھڑا ہوں گا اور ان کا بدلہ لوں گا تو ابن زیاد نے اسے اپنے سامنے بلایا اور اس کی آنکھ پر چھڑی ماری جو اس کے ہاتھ میں تھی اور اسے زخمی کر دیا اور اسے قید کر دیا جب اس کی بہن کو مختار کی قید کی اطلاع ملی تو وہ رو پڑی اور اس نے گھبراہٹ کا اظہار کیا وہ عبداللہ بن عمر بن خطاب کی بیوی تھیں اور حضرت عبداللہ بن عمر نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا کہ وہ مختار کو قید خانے سے نکالنے کے لیے ابن زیاد کے پاس سفارش کرے۔ یزید نے ابنِ زیاد کو پیغام بھیجا کہ اس خط سے مطلع ہوتے ہی مختار بن ابی عبید کو قید خانے سے نکال دو۔

مختار نے محمد بن حنفیہ کے امام مہدی ہونے کی طرف لوگوں کو دعوت دینا شروع کی

چنانچہ ابن زیاد نے مختار ثقفی کو کہا کہ اگر میں نے تین دن کے بعد تجھے کوفہ میں دیکھا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ پس مختار یہ کہتا ہوا حجاز کی طرف چلا گیا کہ خدا کی قسم میں عبداللہ بن زیاد کی انگلیاں کاٹ دوں گا اور بالضرور امام حسین بن علی کے بدلے میں اتنی تعداد میں لوگوں کو قتل کر دوں گا جتنے لوگ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے خون کے بدلہ میں قتل ہوئے تھے جب یزید بن معاویہ کی موت ہو گئی تو مختار کوفہ میں چلا آیا اور جمعہ کے روز کوفہ میں داخل ہوا اور لوگ نماز کی تیاری کر رہے تھے

اور جن آدمیوں کے پاس سے گذرتا ان کو سلام کرتا اور کہتا کہ فتح کی بشارت ہو اس نے مسجد میں داخل ہو کر ایک ستون کے ساتھ نماز پڑھی ــــــــــــــ پھر اس نے نماز کے بعد نماز پڑھی حتیٰ کہ عصر کی نماز پڑھی پھر وہ واپس لوٹا لوگوں نے اس کو سلام کیا اور اس کے پاس آئے اور اسکی تعظیم کی اور وہ حضرت محمد بن حنفیہ کے امام مہدی ہونے کی طرف دعوت دینے لگا اور اہل بیت کا بدلہ لینے کا اظہار کرنے لگا اور یہ کہ وہ صرف ان کے شعائر قائم کرنے کے لیے آیا ہے اور وہ ان کے نشان ظاہر کرے گا اور ان کا مکمل بدلہ لے گا اور میں ولی الامر معدن الفضل وصی الرضی اور امام مہدی کی جانب سے تمہارے پاس ایسی بات لے کر آیا ہوں جس میں شفاء پردے کا اٹھانا دشمنوں کا قتل کرنا اور نعمتوں کا مکمل ہونا ہے اور میں دلیل پر عمل کرتا ہوں جو میرے تصور میں آتی ہے اور ایک بات مجھ پر واضح ہوئی ہے جس میں تمہارے دوست کی عزت اور تمہارے دشمن کا قتل اور تمہارے سینوں کی ٹھنڈک ہے۔ پس میری بات سنو! اور میرے حکم کی اطاعت کرو پھر خوش ہو جاؤ اور ایک دوسرے کو خوشخبری دو اور جو کچھ تم امیدیں رکھتے ہو اور چاہتے ہو میں ان سب کا کفیل ہوں اور بہت سے شیعہ اس کے پاس جمع ہو گئے لیکن عوام سلیمان بن صرد کے ساتھ تھے اور وہ سلیمان بن صرد کے ساتھ نخیلہ چلے گئے۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار کو جیل میں ڈال دو

عمرو بن سعد بن ابی وقاص اور شبث بن ربعی وغیرہ نے ابن زیاد کو کہا کہ مختار بن ابی عبید ثقفی، سلیمان بن صرد کے مقابلہ میں تم پر زیادہ سخت ہے اور ابن زیاد نے پولیس کو بھیجا انہوں نے مختار کو پکڑ کر اور بیڑیاں ڈال کر قید خانہ میں لے گئے۔ مختار قید خانہ میں جا کر بیمار ہو گیا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ میں اور حمید بن مسلم ازدی اسکی عبادت کے لیے اس کے پاس گئے تو میں نے اسے کہتے ہوئے سنا اے سمندروں، درختوں، کھجوروں، بیابانوں چٹیل میدانوں، فرشتوں، نیک نمازیوں کے رب میں ضرور تمام سرکشوں کو لچک دار نیزے

اور شمشیر براں سے اخیار اور انصار کی فوجوں کے ساتھ قتل کردوں گا حتیٰ کہ جب میں دین کے ستون کو کھڑا کردوں اور مسلمانوں کے شگاف کو درست کردوں اور مومنین کے سینوں کی پیاس کو ٹھنڈا کردوں اور نبیوں کی اولاد کا بدلہ لے لوں تو میں دنیا کے زوال پر نہیں روؤں گا اور جب موت قریب آجائے گی تو اسکی پرواہ نہیں کروں گا۔

مختار نے جیل میں ہی رفاعہ بن شداد کو خط لکھا

راوی بیان کرتا ہے کہ جب بھی ہم قید خانہ میں اس کے پاس گئے وہ بار بار یہی بات ہمیں دھرا کر کہتا اور جب باقی ماندہ توابین اہل شام سے جنگ کر کے واپس کوفہ میں آئے تو مختار بن ابی عبید قید خانہ میں ہی تھا اس نے رفاعہ بن شداد کو ان میں سے قتل ہو جانے والوں کے متعلق تعزیتی خط لکھا اور ان کے لیے رحم کی دعا کی اور کہنے لگا کہ ان لوگوں کو خوش آمدید ہو جن کے اجر کو اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا ہے اور ان سے راضی ہوا ہے اور قسم بخدا ان میں سے جس شخص نے ایک قدم بھی اٹھایا ہے اسے اللہ کی طرف سے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ثواب ملے گا، سلیمان نے صرد نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور اللہ نے اسے موت دے دی ہے اور اس کی روح کو نبیوں، شہیدوں اور صالحین کی ارواح کے ساتھ رکھا ہے اس کے بعد میں مامون امیر ہوں اور سرکشوں اور مفسدوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ ان شاء اللہ تیاری کرو اور تیار ہو جاؤ اور خوش ہو جاؤ میں تم کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ ج۸۔ تاریخ طبری صہ ۴۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر نے مختار کے بارے سفارشی خط لکھا

چونکہ مختار بن ابی عبید ابھی قید خانہ میں تھا اس نے اپنی بہن صفیہ کے خاوند کو خط لکھا صفیہ ایک نیک عورت تھی اور اس کے خاوند حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب تھے اس نے ابن عمر کو لکھا کہ آپ کوفہ کے نائبین عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس

اس کی رہائی کے متعلق سفارش کریں اور عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کے امیر تھے۔ حضرت ابن عمر نے مختار کے بارے میں سفارشی خط لکھا کہ میرے اور مختار کے درمیان رشتہ وقرابت کے جو تعلقات پائے جاتے ہیں انہیں تم جانتے ہو اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ اس کو آزاد کر دو۔ چنانچہ مختار ثقفی قید خانہ سے باہر آگیا اور شیعہ نے اس پر اتفاق کر لیا اور اس کے اصحاب کی تعداد بڑھ گئی اور انہوں نے پوشیدہ طور پر اس کی بیعت کر لی اور پانچ اشخاص اس کی بیعت لیتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے جو یہ تھے۔

۱۔ سائب بن مالک اشعری
۲۔ یزید بن انس
۳۔ احمد بن شمیط
۴۔ رفاعہ بن شداد
۵۔ عبداللہ بن شداد جبشی

اور مختار کا معاملہ آئے دن مضبوط ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مطیع مخزومی کو کوفہ کا امیر مقرر کیا، جب عبداللہ بن مطیع کوفہ میں آیا تو اس کو پولیس سپرنٹنڈنٹ ایاس بن مضارب البجلی نے کہا کہ میرے جاسوسوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ مختار ثقفی کا معاملہ مشتبہ ہے۔ عبداللہ بن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور ایک دوسرے امیر کو مختار کے پاس بھیجا کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کریں۔ انہوں نے واپس آکر کہا کہ مختار بیمار ہے اس کی طرف سے معذرت ہے۔

مختار ثقفی نے امام حسین کے قتل کا بدلہ لینے کا پختہ ارادہ کر لیا

اور ۶۶ھ کے محرم کے مہینے میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے امام حسین کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے خروج کا عزم کیا اور جب اس نے اس بات کا اظہار کیا تو شیعہ نے اس پر

اتفاق کیا۔ ابومخنف نے روایت بیان کی ہے کہ امراءِ شیعہ نے مختار سے کہا کہ ہم امراء کوفہ عبداللہ بن مطیع کے ساتھ ہیں اور وہ ہمارا دشمن ہے اگر ابراہیم بن اشتر نخعی آپ کی بیعت کر لے تو وہ دوسرے امراء سے بے نیاز کر دے گا۔ مختار نے ایک جماعت ابراہیم بن اشتر نخعی کے پاس بھیجی کہ وہ اسے دعوت دیں کہ وہ امام حسین کا بدلہ لینے کے لیے ان کے ساتھ شامل ہو جائے نیز انہوں نے حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اس کے باپ کی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔ ابراہیم نے کہا کہ میں تمہارا معاملہ اس شرط پر مانتا ہوں کہ میں تمہارا اولی الامر ہوں گا انہوں نے کہا کہ یہ امر ممکن نہیں ہے اس لیے کہ مہدی (محمد بن حنفیہ) نے مختار ثقفی کو ہمارے لیے اپنا وزیر اور داعی بنا کر بھیجا ہے۔ ابن اشتر نخعی نے ان سے اعراض کیا اور انہوں نے واپس آ کر مختار کو اس کی اطلاع دے دی۔ تین دن کے بعد اپنے سرکردہ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ خود مختار ثقفی ابراہیم بن اشتر کے پاس آیا اس نے مختار کا احترام کیا اور اس کے پاس بیٹھا تو مختار نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی اور امام محمد بن حنفیہ کا خط نکالا کہ وہ اسے اور اس کے شیعہ اصحاب کے ساتھ نصرت اہل بیت نبی کے لیے شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

ابراہیم بن اشتر نے مختار کی بیعت کی

ابراہیم بن اشتر نخعی اپنی نشست سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے وہاں مختار کو بٹھایا اور اس کی بیعت کی اور ان کے لیے شہد اور پھل کے مشروب منگائے پھر ابراہیم بن اشتر نخعی اور اس کی قوم کے جن لوگوں نے اس کی اطاعت کی تھی مختار کے پاس آنے جانے لگے پھر تمام کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ اس سال یعنی ۶۶ھ کو چودہ راتیں گذرنے پر جمعرات کی رات کو ان کا خروج ہوگا۔ عبداللہ بن مطیع کو بھی ان لوگوں کے معاملے اور مشورے کی اطلاع ہو گئی تو اس نے کوفہ کی ہر جانب پولیس بھیج دی اور اس نے ہر امیر پر لازم قرار دیا کہ وہ اپنی جانب سے کسی کو باہر نہ نکلنے دے، اور جب منگل کی رات آئی تو ابراہیم بن اشتر ایک سو جوان کے ساتھ مختار کے گھر جانے کے ارادے سے نکلا اور ایاس بن مضارب اسے ملا اور

اس نے اسے کہا کہ اے ابن اشتر اس وقت تم کہاں جانا چاہتے ہو اور تمہارا معاملہ مشتبہ ہے خدا کی قسم میں تجھے امیر (ابن مطیع) کے پاس حاضر کر کے چھوڑوں گا اور ابن اشتر نے ایک نوجوان کے ہاتھ سے نیزہ پکڑ کر اس کے سینے میں دے مارا اور وہ گر پڑا اور ابن اشتر کے حکم سے ایک نوجوان نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے لے جا کر مختار ثقفی کے آگے پھینک دیا۔ مختار نے اسے کہا کہ یہ نیک شگون ہے۔

ابراہیم بن اشتر نے مختار سے خروج کا مطالبہ کر دیا

پھر مختار سے ابراہیم بن اشتر نے اسی رات کو خروج کرنے کا مطالبہ کیا تو مختار نے آگ بلند کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اس کے اصحاب کے شعائر یاثارات الحسین کا اعلان کر دیا جائے پھر مختار اُٹھ کر اپنی زرہ اور ہتھیار پہننے لگا اور اس کے آگے ابراہیم بن اشتر ان امراء کا قصد کرنے لگا جن کو ابن مطیع نے شہر کے نواح اور اطراف پر مقرر کیا تھا اور مختار ثقفی نے ابوعثمان النہدی کو بھیجا اور اس نے مختار کے شعائر یاثارات الحسین کا اعلان کیا تو لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور شبث بن ربعی ابن مطیع کے پاس آیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ امراء کو اپنے پاس اکٹھا کرے کیونکہ مختار کا معاملہ مضبوط ہو گیا ہے اور شیعہ اس کے پاس آرہے ہیں اور رات کے دوران تقریباً چار ہزار آدمی اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور ابن مطیع نے اپنی فوج تین ہزار تیار کی اور اس کا سالار شبث بن ربعی تھا اور چار ہزار اور فوج تھی جو راشد بن ایاس بن مضارب کے ساتھ تھی۔

ابراہیم بن اشتر نے راشد بن ایاس کو شکست دی اور اسے قتل کر دیا

مختار نے ابن اشتر کو چھ سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ راشد بن ایاس بن مضارب کے مقابلہ میں بھیجا اور نعیم بن هبیرہ کو تین سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ

شبث بن ربعی کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن اشتر نے اپنے مدمقابل راشد بن ایاس کو شکست دی اور اسے قتل کردیا اور نعیم بن ھبیرہ نے شبث بن ربعی سے مقابلہ کیا۔ شبث بن ربعی نے نعیم کو شکست دی اور اسے قتل کردیا۔ اور اس نے مختار کا محاصرہ کرلیا اور بن اشتر اس کی طرف آیا تو ابن مطیع کی جانب سے حسان بن فائد بن عبسی نے اسے دو ہزار سواروں کے ساتھ روکا اور انہوں نے کچھ وقت جنگ کی تو ابراہیم بن اشتر نے اسے شکست دی پھر ابن اشتر مختار کی طرف آیا تو اس نے دیکھا شبث بن ربعی نے مختار اور اس کی فوج کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ پس ابن اشتر مسلسل جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بھاگ پڑے اور ابراہیم بن اشتر مختار کے پاس گیا اور مختار نے اپنی فوج کو منظم کیا اور قصر امارت کی طرف روانہ ہوئے اور ابن مطیع نے عمرو بن الحجاج کو دو ہزار فوج کے ساتھ بھیجا اور مختار نے اس کے مقابلہ میں یزید بن انس کو بھیجا اور وہ ابن اشتر اس کے آگے آگے چلے حتیٰ کہ وہ باب الکناسہ سے کوفہ میں داخل ہو گئے اور ابن مطیع نے شمر بن ذی الجوشن کو جو امام حسین کے قاتلوں میں سے تھا مزید دو ہزار فوج کے ساتھ بھیجا اور مختار نے اس کے مقابلہ میں سعد بن منقذ ہمدانی کو بھیجا اور مختار شبث بن ربعی تک پہنچ گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ پانچ ہزار فوج کے ساتھ موجود ہے اور ابن مطیع محل سے لوگوں کے ساتھ نکلا اور ابن اشتر اس کی فوج کی طرف بڑھا جو ابن مساحق کے ساتھ تھی ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں رفاعہ بن شداد جو توابین کی فوج کا امیر تھا قتل ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی لوگ قتل ہو گئے اور ابن اشتر نے ان پر فتح پاکر انہیں شکست دی اور مختار اپنی فوج کے ساتھ کناسہ کی طرف بڑھا اور ابن مطیع کے محل کا محاصرہ کیا۔

ابن مطیع پوشیدہ طور پر محل سے نکل کر ابو موسیٰ اشعری کے گھر میں چلا گیا

چنانچہ ابن مطیع اور اس کے ساتھیوں کی جب حالت تنگ ہوگئی تو رات کے وقت ابن مطیع خفیہ طور پر محل سے باہر نکلا اور ابو موسیٰ اشعری کے گھر میں داخل ہوگیا جب صبح ہوئی تو جو

لوگ محل میں تھے ان کے لیے ابراہیم بن اشتر نخعی سے امان طلب کی گئی۔ اس نے امان دے دی اور وہ لوگ محل سے نکل کر مختار کے پاس آئے اور مختار محل میں داخل ہو گیا اور رات محل میں ہی بسر کی۔ صبح کے وقت تمام عمائدین شہر مسجد اعظم اور قصر امارت کے دروازے پر جمع ہوئے۔ مختار نے محل سے نکل کر بر سر منبر تقریر کی۔ حمد و ثنا کے بعد کہا اس خدا کی تعریف ہے جس نے اپنے دوست سے ہمیشہ کے لیے نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے دشمن سے ذلت و ناکامی کا اس کا یہ وعدہ ایسا یقینی ہے گویا واقع ہو چکا جس نے اس میں شک کیا وہ محروم رہا اور تمہارے لیے ایک علم بلند کیا گیا اور مقصد پیش نظر رکھا گیا۔ علم کے متعلق کہا گیا ہے کہ اسے بلند رکھو نیچے نہ گرنے دو اور غرض و غایت کے لیے کہا گیا ہے کہ اس کے حصول کے لیے پوری کوشش کرو ہم نے ایک داعی کی دعوت کو سنا اور اسے قبول کیا اور وہ ہلاک ہو جس نے سرکشی کی۔ روگردانی اور نافرمانی کی ہمیں جھٹلایا اور ہماری دعوت سے منہ پھیر لیا، اے لوگو! ؤ ہدایت کے لیے بیعت کرو۔ اس خدا کی قسم جس نے آسمان و زمین بنائے، علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل کی بیعت کے علاوہ کوئی بیعت بہتر نہیں ہے۔

مختار نے لوگوں کو کہا کہ میری بیعت کرو لوگوں نے بیعت کی

اتنی تقریر کے بعد مختار منبر سے اُتر آیا اور اس نے بیعت کے لیے اپنا ہاتھ پھیلایا لوگ بڑھ کر بیعت کرنے لگے۔ مختار کہتا جاتا تھا بیعت کرو میری کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے ظالموں سے لڑنے اور کمزوروں کی حفاظت کے لیے نیز اس بات کے لیے جس سے ہم لڑیں گے تم بھی لڑو گے اور جس سے ہم صلح کریں گے تم بھی صلح کرو گے اور ہماری بیعت کو پورا کرو گے۔

(تاریخ طبری صہ ۴۷۵ ج ۴)

عبداللہ بن مطیع کے ساتھ مختار کا حسن سلوک

ایک شخص نے آکر مختار کو بتایا کہ ابن مطیع ابوموسیٰ اشعری کے گھر میں موجود ہے اور جب رات ہوئی تو مختار نے ابن مطیع کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے اور اسے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمہارے مقام پر قبضہ کر لیا ہے اور مختار نے بیت المال میں نو کروڑ درہم پائے اور اس نے اس فوج کو جو جنگ میں اس کے ساتھ تھی بہت سے اخراجات دیے اور عبداللہ بن یشکری کو اپنا پولیس افسر مقرر کیا اور سرکردہ لوگوں کو اپنا مقرب بنایا پھر مختار نے امراء کو عراق اور خراسان کے اطراف اور شہروں کی جانب روانہ کیا اور جھنڈے باندھے اور امارتیں اور ریاستیں قائم کیں اور صبح و شام بیٹھ کر لوگوں کے فیصلے کرنے شروع کیے اور جب یہ کام بڑھ گیا تو مختار نے (قاضی) شریح کو قاضی بنا دیا اور لوگوں نے قاضی شریح پر اعتراضات کیے نیز کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اس کو معزول کر دیا تھا تو مختار نے بھی اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی مقرر کیا پھر اس کو بھی معزول کر کے عبداللہ بن مالک الطائی کو قاضی مقرر کر دیا۔

امام حسین کے قاتلوں کی تلاش

اس کے بعد مختار نے امام حسین کے قاتلوں کی تلاش شروع کر دی تاکہ ان کو قتل کیا جائے، پہلے گذر چکا ہے کہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ امام حسین کے قتل میں جو لوگ شریک تھے وہ ذلت کی موت مرے۔ ان میں سے بعض بڑی بڑی موذی بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور بعض پاگل اور مجنون ہو گئے۔ بڑے بڑے ملعونوں اور خبیثوں کو مختار ثقفی نے قتل کیا۔

جب امام حسین شہید ہوئے تو جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون نکلتا تھا

حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ایک آدمی نے لوگوں کو بشارت دیتے ہوئے کہا کہ امام حسین قتل ہو گئے ہیں تو وہ اندھا ہو گیا۔ ابن شہاب زہری نے کہا ہے کہ امام حسین جب شہید ہوئے تو جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون نکلتا تھا اور آسمان کے کنارے سرخ ہو گئے تھے اور جو گوشت تھا اس میں آگ تھی۔ حماد بن زید نے جمیل بن مرہ سے روایت کی ہے کہ ان کو ایک اونٹ امام حسین کے لشکر میں سے ملا اس کو انہوں نے ذبح کیا اور اس کا گوشت پکایا وہ گوشت کڑوا (زہر یلا) ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸۔ تہذیب التہذیب ص۳۵۴ ج ۲)

امام حسین کے قتل میں جو لوگ شریک تھے وہ تمام بری حالت میں مرے

علامہ شبلنجی المتوفی ۱۲۹۰ھ بحوالہ سبط ابن جوزی المتوفی ۶۵۵ھ لکھتے ہیں کہ سدی سے روایت ہے کہ میں کربلا میں ایک شخص سے ملا اور اس بات کا ذکر ہوا کہ امام حسین کے قاتلوں میں سے ایک شخص بھی نہیں بچا جو بری حالت میں نہ مرا ہو وہ شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ بات غلط ہے میں بھی قتل حسین کے وقت موجود تھا مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ شخص رات کو اپنا چراغ (دیا) درست کرنے لگا اچانک چراغ سے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور اس کا تمام جسم جل گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا وہ آگ میں جھلس کر خاک ہو گیا اور سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسین کا سر اقدس اپنے گھوڑے کی رسی سے باندھ دیا اسی وقت اس نے دیکھا کہ اس کا منہ سیاہ اور کالا ہو گیا ہے۔

اس سے پوچھا گیا کہ تیرا منہ اور چہرہ تو خوبصورت تھا۔ یہ سیاہ کیوں ہو گیا اس نے کہا کہ میں نے جب امام حسین کا سر اٹھا کر رسی سے باندھا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو آدمی میری گردن پکڑ کر آگ میں دھکیلتے ہیں میں پیچھے ہٹتا ہوں مگر انہوں نے میرا منہ آگ میں جھلسا دیا۔ بایں وجہ میرا منہ کالا ہو گیا ہے پھر وہ بری موت مر گیا۔ نیز علامہ شبلنجی بحوالہ سبط ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ایک شخص جو امام حسین کے قاتلوں میں شامل تھا یہ اندھا ہو گیا۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ تو اندھا کیسے ہو گیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک رات رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے جس کے ساتھ امام حسین کے قاتلوں میں سے دس آدمیوں کو قتل کیا ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی اور فرمایا کہ تیرا منہ سیاہ ہو جائے پھر آپ نے امام حسین کے خون سے لے کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا صبح کو جب اٹھا تو اندھا تھا۔ (نور الابصار صہ ۲۲۳)

جب امام حسین شہید ہوئے تو تین دن تک اندھیرا چھایا رہا

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں ویقال ان الدنیا اظلمت یوم قتل حسین ثلاثا کہ جس دن امام حسین قتل (شہید) ہوئے تو تین دن میں تاریکی رہی اور اندھیرا چھایا رہا اور جب امام حسین شہید ہوئے بکت السماء وبکاھا حمرتہا تو آسمان رویا اور اسکا رونا اور اس کا سرخ ہونا ہے اور امام حسین کی شہادت کے دن آسمان سے خون برسا اور ہر چیز میں وہ خون پایا گیا۔ (نور الابصار صہ ۲۲۳)

شمر بن ذی الجوشن کا قتل ہونا اور اس کا انجام

مختار ثقفی نے جب امام حسین کے قاتلوں کی تلاش شروع کر دی اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا تو کوفہ سے بڑے بڑے لعنتی اور خبیث لوگ مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ بھاگ گئے۔ ان بھگوڑوں میں بڑا خبیث شمر بن ذی الجوشن بھی تھا۔ مختار نے اس کے پیچھے اپنے غلام زرنب کو بھیجا زرنب نے شمر کا پیچھا کیا اور شمر بھاگ رہا تھا۔ شمر

نے پلٹ کر زرنب پر حملہ کیا اور درنب کو قتل کر دیا اور شمر بن ذی الجوشن نے مصعب بن زبیر کی طرف خط لکھا اور اپنے آنے کے بارے میں اس کو اطلاع دی اور یہ خط ایک کافر کو دیا کہ وہ اس کو مصعب بن زبیر کے پاس پہنچا دے وہ خط لے کر جارہا تھا کہ اسے ایک اور کافر ملا اس نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو اس نے کہا کہ میں مصعب بن زبیر کے پاس جارہا ہوں اس نے کہا کہ کس طرف سے اس نے کہا کہ شمر بن ذی الجوشن کی طرف سے۔ اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ میرے آقا کے پاس چلو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا آقا ابو عمرہ ہے جو مختار کے باڈی گارڈوں کا امیر ہے اور شمر کی تلاش میں ہے۔ اس کافر نے شمر کی جگہ بتائی اور ابو عمرہ شمر کی طرف چل پڑا اور جب رات ہوئی تو ابن عمرہ نے سواروں کے ساتھ شمر پر حملہ کر دیا اور شمر ان سے لڑنے لگا اور لڑتے لڑتے قتل ہو گیا اور مختار کے ساتھیوں نے بلند آواز سے کہا اللّٰہ اکبر قتل الخبیث۔ (اللہ اکبر خبیث قتل ہو گیا ہے تو شمر کے ساتھیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ شمر قتل ہو گیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸۔ تاریخ طبری ص۵۹۴ ج ۴)

عبداللہ بن اسید، اور حمل بن مالک المحاربی اور مالک البدی کا انجام

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مالک بن اعین الجہنی راوی ہے کہ عبداللہ بن دباس نے مختار کو قاتلان حسین میں سے ان تینوں آدمیوں کے نام بتائے، مختار نے ابونمر مالک بن عمرو النہدی کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ قادسیہ میں تھے اس نے انہیں جا کر پکڑ لیا اور عشا کے وقت مختار کے پاس لے آیا۔ مختار نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ رسول حسین بن علی کے دشمن کہاں ہیں انہیں میرے پاس لاؤ اور انہیں کہا کہ تم نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس پر نماز میں درود بھیجنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم مجبوراً نکلے آپ ہم پر احسان کریں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا کہ تم

نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے پر احسان نہیں کیا اس پر تم کو رحم نہ آیا اور اس کو پانی پینے کے لیے نہ دیا۔ مختار نے مالک بدی کو کہا کہ تو نے امام حسین کی ٹوپی اتاری تھی مختار نے کہا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو چنانچہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور وہ تڑپتے ہوئے مرگیا اور مختار کے حکم سے ان میں سے عبداللہ بن اسید جہنی کو عبداللہ بن کامل نے قتل کیا اور حمل بن مالک محاربی کو سعد بن ابی سعد الحنفی نے قتل کر دیا۔

زیاد بن مالک اور عمران بن خالد اور عبدالرحمان بجلی اور عبداللہ بن قیس خولانی کا انجام

ابوسعید الصیقل راوی ہے کہ کئی قاتلان حسین کا پتہ مختار کو سعد حنفی نے دیا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا عبداللہ بن کامل ان کو گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا مختار نے ان کو کہا کہ تم نے جنت کے نوجوانوں کے سردار امام حسین کو قتل کیا ہے آج تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ مختار نے کہا کہ ان کو سر بازار قتل کر دو۔ چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا۔

عبداللہ اور عبدالرحمان کا قتل اور انجام

حمید بن مسلم بیان کرتا ہے کہ مختار کے حکم کے مطابق سائب بن مالک الاشعری ہم پر آگیا سائب نے عبداللہ اور عبدالرحمٰن کو گرفتار کر لیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے میں بھاگ پڑا اور بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ سائب ان دونوں کو گرفتار کر کے مختار کے پاس لے آیا اور مختار نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ انہیں سر بازار قتل کیا گیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ سائب نے عبداللہ بن وہب بن عمر واعشی ہمدانی کو بھی گرفتار کر لیا اس کو بھی مختار کے حکم کے تحت قتل کر دیا گیا اور حمید بن مسلم نے بھاگ کر اپنی جان بچالی۔

عثمان بن خالد اور ابو اسماء بشر کا قتل اور انجام

مختار نے عبداللہ بن کامل کو عثمان بن خالد بن اسید اور ابو اسماء بشر بن سوط القابضی کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں امام حسین کے قتل میں موجود تھے اور یہ عبدالرحمان بن عقیل بن ابی طالب کے قتل کرنے میں شریک تھے اور ان کے اسلحہ اور لباس پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا تھا، عبداللہ بن کامل نے عصر کے وقت بنو دھمان کی مسجد کو گھیر لیا اور کہا کہ اگر عثمان بن خالد دھمانی کو میرے پاس نہ لایا گیا تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ بنو دھم نے کہا کہ آپ ہمیں مہلت دیجیے ہم اسے تلاش کرتے ہیں۔ یہ سب عبداللہ بن کامل کے ساتھ اسکی تلاش میں نکلے۔ ان دونوں کو ایک احاطے میں بیٹھا ہوا پایا۔ یہ جزیرہ بھاگ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ دونوں عبداللہ بن کامل کے پاس لائے گئے۔ یہ ان کو جبد کے کنوئیں کے مقام پر لے آیا اور ان دونوں کی گردن مار دی اور مختار کے پاس آ کر ان کے قتل کا واقعہ بیان کیا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو کہا کہ واپس جاؤ اور ان کی لاشوں کو آگ میں جلا دو۔ چنانچہ ان دونوں کو جلایا گیا۔

امام حسین کا سر کاٹنے والے خولی بن یزید کا انجام

مختار نے اپنے باڈی گارڈوں کے امیر ابو عمرہ کو خولی بن یزید کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ یہ خولی خبیث وہ شخص ہے جو امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس کاٹ کر ابن زیاد لعنتی کے پاس لے گیا۔ ابو عمرہ نے خولی بن یزید کے گھر کا جا کر گھیراؤ کر لیا تو اس کی بیوی باہر آئی ابو عمرہ نے اس سے پوچھا خولی کہاں ہے وہ کہنے لگی مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے مگر اپنے ہاتھ سے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ چھپا ہوا تھا اور خولی کی بیوی اس وقت سے نفرت کرتی تھی جس وقت وہ امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس اس کے پاس لایا تھا اور وہ اس کو اس بات پر ملامت کرتی تھی۔ ابو عمرہ وغیرہ اس مکان میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس نے اپنے سر پر ٹوکرا رکھا ہوا ہے۔ ابو عمرہ اس کو پکڑ کر مختار کے پاس لے گئے تو اس

نے خولی بن یزید علیہ اللعنۃ کو اس کے گھر کے قریب قتل کرنے اور اس کے بعد اسے جلا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا گیا۔

حکیم بن فضل عنبسی کا قتل

مختار نے حکیم بن فضل عنبسی کی طرف کچھ آدمیوں کو بھیجا تاکہ اس کو پکڑ کر لائیں اس نے حضرت عباس بن علی علمبردار کے کپڑے اُتارے تھے جب اس کو پکڑا گیا تو اس کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس گئے تاکہ وہ مختار کے پاس اس کی سفارش کریں اور جن لوگوں نے اس کو پکڑا تھا وہ ڈر رہے کہ عدی بن حاتم ان سے پہلے مختار کے پاس سفارش کرنے کے لیے پہنچ جائیں گے تو انہوں نے حکیم کو مختار کے پاس پہنچنے سے قبل ہی قتل کر دیا تھا۔

یزید بن مختار کا قتل

مختار ثقفی نے یزید بن مختار کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس کے چند افراد کو روانہ کیا کیونکہ اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا تھا۔ پولیس نے جا کر اس کے مکان کا گھیراؤ کیا تو اس نے باہر نکل کر ان سے لڑائی شروع کر دی۔ انہوں نے اسے تیر اور پتھر مارے حتیٰ کہ وہ مر گیا اور پھر اسے جلا دیا۔

سنان بن انس کا مکان گرا دیا گیا

سنان بن انس مدعی تھا کہ میں نے امام حسین کو قتل کیا ہے۔ مختار نے اس کو پکڑنے کے لیے اپنے آدمی بھیجے تو معلوم ہوا کہ وہ جزیرہ کی طرف بھاگ گیا ہے تو انہوں نے اس کے گھر کو تباہ کر دیا تھا۔

محمد بن اشعث بن قیس کا مکان بھی تباہ کر دیا گیا

محمد بن اشعث ان لوگوں میں سے تھا جو مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گئے تھے بایں وجہ مختار نے اس کے گھر کو گرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کا گھر گرا دیا گیا نیز مختار نے حکم دیا کہ یہاں حجر بن عدی کا مکان تعمیر کیا جائے جس کو ابن زیاد نے گرایا تھا۔

عمرو بن سعد کا قتل اور اس کا بُرا انجام

عمرو بن سعد بن ابی وقاص بہت بڑا ازلی بدبخت اور نہایت حریص اور لالچی تھا دنیا کے لالچ کی وجہ سے اس نے ابن زیاد کے کہنے کے مطابق امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور آپ کے جسمِ اطہر کو گھوڑوں سے پامال کیا اس نے کربلا کے جنگ کا آغاز کرتے ہوئے تمام سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر چلایا تھا اور کہا تھا کہ اے لوگو! گواہ ہو جاؤ کہ میں تمام سے پہلے امام حسین کی طرف تیر چلانے والا ہوں۔ تقدیر خداوندی سے اسکی موت کا وقت بھی آگیا۔ چنانچہ مختار بن ابی عبید ثقفی نے اس کے قتل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور ایک رات کہا کہ میں کل بڑے بڑے قدموں والے، دھنسی ہوئی آنکھوں والے اور ابھرے ہوئے ابروؤں والے شخص کو ضرور قتل کردوں گا جس کے قتل سے مؤمنین اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے اور ھیثم بن الاسود نخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ مختار کا اس سے مقصد عمرو بن سعد کو قتل کرنا ہے اس نے اپنے بیٹے العریان کو اس کے پاس بھیجا کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کر لو۔ مختار تم کو قتل کرنا چاہتا ہے نیز مختار نے کہا کہ عمرو بن سعد کے گلے میں ایسی زنجیر پڑی ہے اگر وہ بھاگنا بھی چاہے تو بھاگ نہیں سکتا اور اگر وہ اڑ بھی جائے تب بھی میں اس سے خون حسین کا بدلہ لے لوں گا اور اس کا پاؤں پکڑ لوں گا پھر مختار نے ابو عمرہ کو اس کی طرف بھیجا تو عمرو بن سعد نے فرار ہونا چاہا مگر وہ اپنی تیزی میں گر پڑا تو ابو عمرہ نے تلوار مار کر اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لے آیا۔

حفص بن عمر و بن سعد کا قتل

جب عمر و بن سعد کا سر کاٹ کر مختار کے سامنے لایا گیا اس وقت مختار کے پاس عمر و بن سعد کا بیٹا حفص موجود تھا تو مختار نے اس کے بیٹے حفص کو کہا کہ تو اس سر کو پہچانتا ہے تو اس نے کہا ہاں مگر حفص نے یہ بھی کہا کہ اس کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ مختار نے کہا اے حفص تو نے درست کہا ہے پھر مختار نے حکم دیا کہ حفص بھی قتل کر دیا جائے چنانچہ حفص کو بھی قتل کر دیا گیا اور اس کے سر کو اس کے باپ کے سر کے ساتھ رکھا گیا۔ پھر مختار نے کہا کہ عمر و بن سعد امام حسین کے بدلے میں اور حفص امام علی اکبر کے بدلے میں قتل کیے گئے ہیں مگر یہ برابری کا قتل نہیں ہے اور قسم بخدا اگر میں امام حسین کے بدلے میں تین یا چوتھائی قریش کو قتل کر دوں تو وہ آپ کی ایک انگلی کے حق کو بھی پورا نہ کریں پھر مختار نے ان دونوں کے سر محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیے اور اس نے اس بارے میں محمد بن حنفیہ کی خدمت میں ایک خط بھی لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختار بن ابی عبید کی جانب سے محمد بن علی (محمد بن حنفیہ) کی طرف اے مہدی آپ پر سلام ہو میں آپ کے ساتھ مل کر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے دشمنوں پر عذاب بنا کر بھیجا ہے ان میں سے کوئی قتل کیا گیا ہے کوئی اسیر ہے کوئی جلا وطن ہے کوئی بھگوڑا ہے اس خدا کا شکر ہے جس نے امام حسین کے قاتل کو قتل کیا ہے اور آپ کے مددگار کی مدد کی ہے میں نے عمر و بن سعد اور اس کے بیٹے حفص دونوں کا سر کاٹ کر آپ کی طرف بھیجا ہے اور ہم نے امام حسین اور آپ کے اہل بیت کے خون میں شریک ہونے والے ہر اس شخص کو قتل کر دیا ہے جس پر ہم نے قابو پا لیا ہے اور باقی ماندہ لوگ اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر پائیں گے اور میں بھی ان سے رکنے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ مجھے اطلاع مل جائے کہ ان میں سے

ایک بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہا اے مہدی مجھے اپنی رائے لکھیے کہ میں اسکی پیروی کروں اور اس پر قائم ہو جاؤں۔ اے مہدی آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو اور اسکی رحمت و برکت ہو۔
(البدایہ والنہایہ، ج ۸۔ تاریخ طبری صہ ۵۰۵ ج ۴)

مرہ بن منقذ کا فرار

مختار نے ابن کامل کو علی بن حسین کے قاتل مرہ بن منقذ بن نعمان کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ابن کامل نے اس کے مکان کو گھیر لیا۔ مرہ بن منقذ نیزہ لے کر تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ کے لیے نکلا اور اس نے عبداللہ بن ناجیہ کو نیزہ مارا وہ گر پڑا مگر اسے کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ ابن کامل نے تلوار سے اس پر وار کیے مگر وہ اپنے بائیں ہاتھ سے روکتا رہا۔ اس طرح تلوار ہاتھ میں اتر گئی مگر گھوڑا اس تیزی سے اسے لے بھاگا کہ ابن کامل وغیرہ اسے نہ پا سکے اور وہ مصعب بن زبیر سے جا ملا۔

زید بن رقاد کا انجام

مختار نے عبداللہ الشاکری کو زید بن رقاد کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے امام حسین کے بیٹوں میں سے ایک نوجوان کو تیر مارا جس نے اپنی پیشانی کو بچانے کے لیے پیشانی پر ہاتھ رکھا مگر میرے تیر نے اس کے ہاتھ کو پیشانی سے ایسا پیوست کر دیا کہ وہ اسے اپنی پیشانی سے نہ ہٹا سکا اور اس جوان نے یہ دعا مانگی۔

"اے اللہ جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو ان کو قتل کر۔"

زید بن رقاد نے ایک اور تیر اس جوان کو مارا جو کہ اس کے شکم میں لگا جس سے ان کی روح پرواز ہو گئی، زید کہتا تھا کہ جو اس جوان کے شکم میں تیر لگا تھا وہ میں نے نکال لیا مگر جو اس کی پیشانی میں تیر لگا وہ میں نہ نکال سکا جب عبداللہ شاکری اور ابن کامل وغیرہ زید بن رقاد کے مکان پر پہنچے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے مگر وہ تلوار لے کر مقابلہ کرنے لگا۔ ابن کامل نے لوگوں کو کہا کہ اس کو تلوار اور نیزے سے نہ مارو بلکہ تیر اور پتھر سے اس کا خاتمہ کرو۔

لوگوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارے کہ وہ گر پڑا۔ ابن کامل نے لوگوں کو کہا کہ دیکھو اس میں کچھ جان باقی ہے تو اس کو باہر لے آؤ چونکہ وہ ابھی زندہ تھا لہٰذا اس کو باہر لا کر آگ میں جلا دیا گیا۔

عمر بن صبیح کا قتل اور اس کا انجام

مختار نے عمر بن صبیح صدائی کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میں نے امام حسین کے ساتھیوں کو تیروں سے زخمی کیا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا جب لوگ سو گئے تو پولیس اسکی گرفتاری کے لیے اس کے مکان پر آئی پر اس وقت مکان کی چھت پر بے خبر سو رہا تھا اس نے تلوار اپنے سرہانے رکھی ہوئی تھی۔ پولیس نے اسے پکڑ لیا اور اس کی تلوار بھی قبضہ میں کر لی۔ یہ کہنے لگا کہ اللہ اس تلوار کا بُرا کرے کہ یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور کس قدر دُور ہوگئی جب اس کو مختار کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت اس کو قیدی بنایا گیا۔ پھر صبح کے وقت دربار عام کیا جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو عمر بن صبیح کو قید کی حالت میں سامنے لایا گیا تو کہنے لگا کہ اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل نہیں ہوں کاش اس وقت تلوار میرے ہاتھ ہوتی میں تھوڑی دیر تمہارا مقابلہ کرتا۔ ابن کامل نے عمر بن صبیح کو پکڑ کر کہا یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آلِ محمد کو زخمی کیا ہے اور ان پر نیزہ بازی کی ہے اے امیر آپ اس کے بارے میں حکم دیجیے۔ مختار نے کہا کہ نیزے لاؤ چنانچہ نیزے لائے گئے۔ مختار نے کہا کہ نیزوں کے ساتھ اس کو قتل کیا جائے چنانچہ نیزوں کے ساتھ عمر بن صبیح کو قتل کیا گیا۔

(تاریخ طبری صہ ۵۰۸ ج ۴)

عبیداللہ بن زیاد کا قتل اور اس کا انجام

عبیداللہ بن زیاد ان لوگوں سے ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو مقام کربلا میں شہید کیا ہے۔ عبیداللہ کے باپ کا نام زیاد ہے۔ زیاد کا نسب الحاقی ہے۔ چنانچہ

خلافت و ملوکیت میں ہے کہ زیاد طائف کی ایک لونڈی سُمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب ابوسفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی تھی حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبر، منتظم، فوجی، لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا حضرت علی (شیر خدا) کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔

بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو

کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صاف حکم موجود ہے کہ بچہ اس کا ہے کہ جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور زانی کے لیے کنکر پتھر ہیں۔ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے پردہ[1] فرمایا۔

زیاد بن سُمیہ کا نسب الحاقی ہے

اس سے ظاہر ہے کہ زیاد بن سُمیہ نسب کے اعتبار سے ولد الحرام اور الحاقی ہے

---

[1] الاستیعاب ص۱۹۶، ج ۱۔ ابن الاثیر ص۲۲۲ ج ۳۔ البدایہ والنہایہ ص۲۸۷ ج ۸۔ ابن خلدون ص۷ ج ۳۔ خلافت و ملوکیت ص۱۷۵)

اور مشہور مؤرخ علامہ محمد بن علی طبا طبا اپنی تاریخ الفخری میں زیاد بن سُمیہ کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے کہ زیاد حرام زادہ تھا اور اس کا نسب الحاقی ہے۔
(تاریخ الفخری صد ۱۷۶)

زیاد کے بارے ابن جریر لکھتے ہیں کہ ۴۴ھ میں حضرت معاویہ نے زیاد بن سُمیہ کو اپنے باپ ابوسفیان کے نسب میں شریک کیا۔ نیز ابن جریر لکھتے ہیں کہ روایت ہے کہ جب زیاد کوفہ میں آیا تو اہل کوفہ کو کہنے لگا کہ میں جس واسطے تمہارے پاس آیا ہوں اور جس بات کا تم سے مطالبہ کرتا ہوں اس میں تمہاری بہتری ہے۔ کوفیوں نے کہا کہ ہم سے جو کچھ تم چاہتے ہو کہو۔ زیاد نے کہا کہ میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تم مجھے معاویہ بن ابوسفیان کے نسب میں شریک کر دو اور اس پر گواہ بن جاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جھوٹی گواہی ہے اور جھوٹی گواہی تو ہم نہیں دے سکتے۔ قارئین حضرات زیاد کے تفصیلی حالات تاریخ طبری وغیرہ میں ملاحظہ کریں (تاریخ طبری صد ۲۷، ج ۴)

غرضیکہ تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ زیاد ولدالحرام تھا حضرت معاویہ کے ساتھ اس کا نسب الحاقی ہے۔ حضرت معاویہ نے بعض مفادات کے پیش نظر اس کو اپنا بھائی بنا لیا اور اپنے نسب میں اس کو شامل کر لیا۔ اس زیاد کے بیٹے عبیداللہ نے یزید بن معاویہ کے حکم کے مطابق کربلا میں رسول پاک کے بیٹے امام حسین اور آپ کے اصحاب کو شہید کیا، عبیداللہ اپنے باپ زیاد کی طرح بڑا خبیث تھا۔ اس نے اہل بیت رسول پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ آخر کار ظالم اپنے ظلم و ستم کی سزا بھی پاتا ہے۔

مختار ثقفی نے عبیداللہ بن زیاد کے قتل کے لیے ابراہیم بن اشتر نخعی کو مقرر کیا

چنانچہ مختار بن ابی عبید ثقفی جب برسر اقتدار آیا تو اس نے امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے بدلہ اور انتقام لیتے ہوئے ان کو قتل کیا۔ چنانچہ بعض کا پہلے ذکر ہو چکا

ہے ان قاتلوں میں سے عبیداللہ بن زیاد سے بدلہ لینے اور اس کو قتل کرنے کے لیے مختار ثقفی نے ابراہیم بن اشتر نخعی کو مقرر کیا۔ چنانچہ ابراہیم بن اشتر ۲۳ ذوالحجہ ۶۶ھ کو ابن زیاد کو قتل کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب ابراہیم بن اشتر خازر کے مقام پر پہنچا تو وہاں ابن زیاد شامی فوجوں کے ساتھ موجود تھا۔ خازر اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ تھا اور ابن اشتر نے یہ رات بے خوابی میں گذاری اور جب صبح کا وقت نزدیک ہوا تو اس نے اپنی فوج کو صبح کی نماز اول وقت میں پڑھائی پھر ایک ٹیلے پر چڑھ کر ابن زیاد کی فوج کو دیکھا پھر ابن اشتر اپنی فوج کو کہنے لگا کہ عبداللہ بن زیاد پسر بنت رسول کا قاتل ہے۔ اللہ نے تمہیں اس پر قابو دے دیا ہے اس کا قتل کرنا تم پر فرض ہے۔ اس نے امام حسین کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ بھی نہیں کیا تھا یہ امام حسین کا قاتل ابن زیاد ہے جو آپ کے اور فرات کے پانی کے درمیان رکاوٹ بن گیا تھا۔ امام حسین اور آپ کی اولاد اور آپ کی بیویاں اس سے پانی نہ پی سکیں حتیٰ کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ اب تم ابن زیاد کو قتل کر کے اپنے سینوں کو ٹھنڈا کر دو اور اس کے خون سے اپنی تلواروں اور نیزوں کو سیراب کر دو اور ابن اشتر نے اس روز ابن زیاد کی فوج کے ساتھ زبردست جنگ کی اور وہ جسے بھی تلوار مارتا اسے بچھاڑ کر رکھ دیتا بہت سے شامی قتل ہو گئے۔

ابنِ زیاد کا سر کاٹ کر مختار ثقفی کے پاس بھیجا گیا

ابن اشتر نے شامی فوج پر پیچھے سے حملہ کیا اور شامی فوج کو شکست دی اور ابن اشتر شامی فوج کو بکری کے بچوں کی طرح قتل کرنے لگا۔ ابن اشتر اور اس کے ساتھیوں نے شامی فوج کا تعاقب کیا۔ عبداللہ بن زیاد اپنی جگہ پر ڈٹا رہا حتیٰ کہ ابن اشتر نے اس پر حملہ کیا اور اس کو بھی قتل کر دیا، ابن اشتر نے پھر تلوار مار کر اس کے جسم کے دو حصے کر دیے اور اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ نیز ابن اشتر[1] نے اہلِ شام

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸۔ تاریخ طبری صـ۴۳ ج ۵۔ طبقات ابن سعد صـ۱۰۱ ج ۵۔

پر فتح کی خوشخبری مختار کے پاس بھیج دی اور سراقہ بن مرداس البارقی نے ابن زیاد کے قتل کرنے پر ابن اشتر کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے ؎

مذحج کے سرداروں میں سے ایک سردار تمہارے پاس آیا جو دشمن پر جری اور پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔ اے ابن زیاد تو بڑے آدمی کے قتل کے بدلے میں ہلاک ہوا ہے اور تیز صیقل شدہ دو دھاری تلوار کی دھار کا مزا چکھا ہم نے تجھے تیز دھار تلوار سے مارا ہے جب تو مقتول کے بدلے میں ہمارے پاس قتل ہو کر آیا تو اللہ تعالیٰ سپاہیوں کو جزا خیر دے جنہوں نے کل مجھے عبید اللہ بن زیاد کے قتل کی پیاس سے شفا دی۔

ابن زیاد کی ماں نے اس کو کہا کہ تو نے رسول پاک کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کیا ہے تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھے گا

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد، ابن زیاد بن ابی سفیان کے نام سے مشہور ہے اسے ابن زیاد بن ابیہ اور ابن سمیہ بھی کہا جاتا ہے اور ابن معین نے کہا کہ اسے عبید اللہ بن مرجانہ بھی کہا جاتا ہے۔ مرجانہ اس کی ماں تھی اور شریک نے بحوالہ مغیرہ بیان کیا ہے کہ مرجانہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ سے کہا اے خبیث تو نے پسر بنت رسول کو قتل کیا ہے تو کبھی جنت نہیں دیکھے گا۔[1]

ابو احمد حاکم نے بیان کیا ہے کہ جس دن ابن اشتر نے ابن زیاد کو قتل کیا تھا وہ دس محرم کا دن تھا یہ وہی دن تھا جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ جب ابن مرجانہ (ابن زیاد) اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو مختار ثقفی کے سامنے لاکر رکھا گیا۔ ایک سانپ آیا وہ سروں میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ ابن مرجانہ

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸، تہذیب التہذیب صد ۳۵۷ ج ۲)

کے منہ میں داخل ہوگیا اور پھر اس کے نتھنے سے باہر نکلا اور پھر اس کے نتھنے میں داخل ہوکر اس کے منہ سے باہر نکلا اور سروں کے درمیان میں سے اسی کے سر میں داخل و خارج ہونے لگا۔ اور ترمذی نے اسے ایک اور طریق سے دوسرے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کوفہ کی مسجد میں نصب کیا گیا تو راوی نے کہا کہ میں وہاں گیا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ آیا وہ آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ آکر سروں میں داخل ہوگیا حتیٰ کہ وہ ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوگیا۔ پس وہ تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر نکلا اور چلا گیا اور غائب ہوگیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا وہ آیا سانپ نے دو تین بار اس طرح کیا۔ امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی کی اس روایت کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔

محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ابن زیاد علیہ اللعنۃ کے چہرے پر آگ بھڑک اٹھی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں ابن زیاد کے محل میں گیا جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ابن زیاد کے چہرے پر آگ بھڑک اٹھی اور ابن زیاد نے کہا کہ کسی کو یہ بات ہرگز نہ بتائیں۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸)

یزید بن معاویہ کی موت اور اس کا انجام

دنیا نے کسی کا ہمیشگی ساتھ نہیں دیا بڑے بڑے سرکش، فرعون، نمرود، شداد، ہامان وغیرہ اس دنیا میں آئے اور خدا ہونے کے مدعی ہوئے اور دنیا میں ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ دنیاوی دولت اور تکبر کے نشے میں مست ہوکر کہتے تھے کہ ہمارے اقتدار کو کوئی طاقت بھی ختم نہیں کر سکتی۔ آخر کار اللہ تعالےٰ کی ذات پاک جو تمام پر غالب ہے اس نے ان کا اور ان کے اقتدار اور حکومت کا نام ونشان مٹا دیا۔ یزید بن معاویہ نے بھی اپنے اقتدار اور حکومت کی بقا کے لیے ظلم وتشدد کی انتہا کر دی مگر تقدیر خداوندی نے جلد ہی اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ یزید بن معاویہ

۲۷ھ میں پیدا ہوا اور اس کے باپ حضرت معاویہ کی زندگی میں ہی اس کی بیعت حکومت
کرائی گئی۔ حضرت معاویہ کی وفات کے بعد ۱۵ رجب ۶۰ھ کو یہ حکمران بنا اور ۱۴ ربیع الاول
۶۴ھ میں مر گیا اور اس کی حکومت جس کے لیے اس نے تمام افعال قبیحہ کیے وہ ختم ہو گئی
چنانچہ اس نے کربلا میں امام حسین اور آپ کی اہل بیت اور آپ کے اصحاب کو بھوکا پیاسا
شہید کروا دیا۔ ابن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو کہہ کر امام حسین علیہ السلام کے
جسم اطہر پر گھوڑے دوڑا کر اس کو پامال کیا آپ اور آپ کی اہل بیت کے خیموں کو آگ
لگائی پھر آپ کی اہل بیت کو قیدی بنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق لے جایا گیا۔ یہ سارے
واقعات یزید پلید کے کہنے پر ہوئے اور یزید کے حکم سے ہی امام حسین اور آپ کی اولاد
اطہار اور آپ کے اصحاب کو شہید کیا گیا۔

امام زین العابدین زنجیروں میں مقید تھے

چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب شہداء کربلا کے سر اور امام زین العابدین زنجیروں
میں مقید اور مستورات اطہار یزید کے پاس لائے گئے تو اس نے شام کے بڑے بڑے
لوگوں کو اپنے اردگرد بٹھایا پھر اس نے علی بن حسین (امام زین العابدین) کو کہا اے علی تمہارے
باپ نے میرے اقتدار میں مجھ سے کشاکش کی ہے دیکھو اس سے جو سلوک ہوا ہے
تم دیکھ ہی چکے ہو۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸)

یزید بن معاویہ کا امام زین العابدین کو یہ کہنا کہ علی تمہارے باپ نے میرے اقتدار
کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے تو نے دیکھ لیا ہے جو اس سے سلوک ہوا ہے یزید کا یہ بیان
صراحتًا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یزید کے حکم سے امام حسین کو شہید کیا گیا تھا کربلا کے تمام
واقعہ کی ذمہ داری یزید بن معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ یزید قتل حسین کی ذمہ داری سے کبھی بھی
بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ جب امام حسین کا سر اقدس یزید کے سامنے رکھا گیا تو وہ کہنے لگا
وہ تلواریں ان مردوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیتی ہیں جو ہم پر گراں ہوتے ہیں۔
(البدایہ والنہایہ، ج ۸)

یزید کا یہ بیان بھی اس پر واضح دلیل ہے کہ امام حسین علیہ السلام کربلا میں یزید کے حکم سے قتل کیے گئے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ یزید نے امام حسین اور آپ کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸)
جب تصریح موجود ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ امام حسین کو قتل کر دو اس ملعون نے یزید خبیث کے کہنے پر امام حسین اور آپ کے اصحاب کو قتل کر دیا تو اصل میں قاتل یزید ہوا۔

واقعہ حرّہ

یزید بن معاویہ کے افعال قبیحہ سے حرّہ کا معرکہ بھی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ۶۳ھ میں حرّہ کا معرکہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کا انکار کر دیا اور اس کو معزول کیا اور قریش پر حضرت عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو امیر مقرر کر دیا تو اس سال کے آغاز میں انہوں نے اس بات کا اظہار کیا اور منبر کے پاس جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ میں نے یزید کو یوں اتار دیا ہے جیسے کہ میں نے یہ پگڑی اتار دی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے سر سے اپنی دستار اتار کر پھینک دی اور دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں نے یزید کو یوں اتار دیا ہے جیسے کہ میں نے یہ جوتی اتار دی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی جوتی اتار کر رکھ دی یہاں تک کہ وہاں بہت سی پگڑیاں اور جوتیاں اکٹھی ہو گئیں پھر اہل مدینہ نے اپنے درمیان سے یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکال لینے اور بنو امیہ کو مدینہ سے جلا وطن کر دینے پر اتفاق کیا اور بنو امیہ مروان بن حکم کے گھر میں اکٹھے ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کرتے ہوئے ان کا گھیراؤ کر لیا اور بنو امیہ نے اپنے محاصرہ کے بارے میں یزید کو خط لکھا نیز بنو امیہ نے لکھا کہ اگر تم نے ہماری نجات کے لیے کسی شخص کو نہ بھیجا تو ہمیں مار دیا جائے گا۔ انہوں نے یہ خط ایک قاصد کے ہاتھ بھیجا جب قاصد یزید بن معاویہ کے پاس پہنچا۔ اس نے خط پڑھا تو یہ بے قرار ہو گیا۔ یزید نے قاصد کو مسلم بن عقبہ مزنی

کے پاس بھیج دیا جو بوڑھا اور ضعیف تھا۔ اس نے یزید کو کہا کہ میں جاتا ہوں تو یزید نے اس کے ساتھ بارہ ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادوں کو بھیجا۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو دینار دیے۔ المدائنی نے لکھا ہے کہ یزید نے اہلِ دمشق پر عبداللہ بن مسعدہ الفزاری اور اہل حمص پر حصین بن نمیر السکونی اور اہل اردن پر جیش بن ولجہ القینی اور اہلِ فلسطین پر روح بن زنباع الجذامی اور اہل قنسرین پر طریف بن الحساس کو امیر مقرر کیا اور ان سب پر مسلم بن عقبہ المزنی غطفانی کو امیر مقرر کیا اور سلف صالحین اسے مسرف بن عقبہ کہتے تھے۔ یزید نے مسرف بن عقبہ کو کہا کہ اہل مدینہ کو تین بار میری بیعت کے لیے دعوت دینا اگر وہ قبول کرلیں تو ان کی بات تسلیم کرلینا اور اگر وہ قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرنا اور جب تو ان پر غالب آجائے تو تین روز تک مدینہ کو اپنی فوج کے لیے مباح کردینا۔

مسلم بن عقبہ کا یزیدی فوج کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہونا

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسرف بن عقبہ اپنی فوجوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب یہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو مروان بن حکم نے اپنے بیٹے عبدالملک کو اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر فتح کا خواہشمند ہے تو مدینہ کے مشرق میں حرہ کے مقام پر اُتر جا۔ مسرف بن عقبہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور عبدالملک بن مروان کے مشورے پر عمل کیا اور مدینہ کے مشرق میں حرہ کے مقام پر اُتر گیا اور اہلِ مدینہ کو دعوت دی کہ وہ یزید کی بیعت اور اطاعت کریں مگر اہلِ مدینہ نے انکار کردیا اور اہل مدینہ نے اپنے اور مسرف بن عقبہ کے درمیان خندق بنائی اور اہل مدینہ نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ پر امیر مقرر کیا اور چوتھے حصے پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ الغسیل امیر تھے پھر دونوں فریقوں میں سخت جنگ ہوئی اور اہل مدینہ کو

شکست ہوئی۔

جنگ حرّہ میں عبداللہ بن مطیع اوران کے سات بیٹے قتل ہوئے

حضرت عبداللہ بن مطیع اور ان کے سات بیٹے اس جنگ میں قتل ہو گئے۔ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے ماں جائے بھائی محمد بن ثابت بن شماس اور محمد بن عمرو بن حزم قتل ہو گئے پھر مسرف بن عقبہ نے یزید کے حکم کے مطابق مدینہ منورہ کو تین دن کے لیے مباح کر دیا اور اس نے بہت قراء کو قتل کیا اور مدینہ کے بہت سے اموال لوٹ لیے اور مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اس خبیث نے بہت شر و فساد برپا کیا اور لوگوں کو باندھ کر قتل کیا اور جن کو باندھ کر قتل کیا ان میں حضرت معقل بن سنان بھی تھے اور المدائنی نے بیان کیا ہے کہ مسرف بن عقبہ نے مدینہ منورہ کو تین دن تک مباح کر دیا اور مسرف بن عقبہ کے فوجی جس شخص کو پاتے قتل کر دیتے، اور اموال لوٹ لیتے۔ ایک عورت نے مسرف بن عقبہ کو کہا کہ میں تیری لونڈی ہوں اور میرا بیٹا تیرے قیدیوں میں ہے اس کو رہا کر دو مسرف بن عقبہ نے کہا کہ اس کے بیٹے کو جلدی پکڑ کر لاؤ جب وہ لایا گیا تو اس کو قتل کر دیا گیا۔ مسرف بن عقبہ نے کہا کہ اس کا سر کاٹ کر اس عورت کو دے دو۔ چنانچہ اس کا سر کاٹ کر اس عورت کو دے دیا گیا۔

یزیدی فوج نے مدینہ منورہ کی عورتوں کی بے عزّتی کی

یزیدی فوجوں نے مدینہ منورہ کی عورتوں سے زنا کاری کی۔ کہتے ہیں کہ ان ایام میں خاوندوں کے بغیر ایک ہزار عورتوں کو حمل ہو گیا۔

ابو سعید خدری کا ایک غار میں داخل ہو جانا

المدائنی نے بحوالہ ابی قرہ بیان کیا ہے کہ ہشام بن حسان نے بیان کیا ہے کہ معرکہ حرّہ کے بعد اہلِ مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے خاوندوں کے بغیر بچوں کو جنم دیا۔ اور سادات صحابہ کی ایک جماعت روپوش ہوگئی جن میں حضرت جابر بن عبداللہ بھی شامل تھے اور حضرت ابوسعید خدری نے باہر نکل کر پہاڑ میں ایک غار کی پناہ لے لی تو ایک شامی فوجی آپ کے پاس آگیا آپ بیان کرتے ہیں جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اپنی تلوار سونت لی اور اس نے میرا قصد کیا اور جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پس میں نے اپنی تلوار کو سونگھا پھر میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے اور تو دوزخیوں میں ہو جائے۔ اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ جب اس نے یہ بات دیکھی تو کہنے لگا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں ابوسعید خدری ہوں اس نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں تو وہ مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔

اور المدائنی نے بحوالہ عبداللہ القرشی اور ابواسحاق تمیمی بیان کیا ہے کہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جب معرکہ حرّہ میں اہل مدینہ نے شکست کھائی تو عورتیں اور بچے چلانے لگے اور المدائنی نے اہلِ مدینہ کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ یوم حرّہ کو کتنے شخص قتل ہوئے اس نے کہا کہ انصار و مہاجرین میں سے سرکردہ لوگ سات سو اور موالی کے سرکردہ لوگ اور آزاد و غلام وغیرہم جن کو میں نہیں جانتا وہ دس ہزار تھے۔

یزیدی فوجوں نے مدینہ منورہ کو تین دن تک لوٹا تھا

راوی بیان کرتا ہے کہ معرکہ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو ہوا تھا اور یزیدی فوجوں نے تین دن تک مدینہ منورہ کو لوٹا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید بن معاویہ نے

مسرف بن عقبہ کو یہ کہنے ہیں کہ وہ مدینہ کو مباح کر دے فحش غلطی کی ہے اور یہ ایک بہت بڑی قبیح غلطی ہے اور اس کے ساتھ بہت سے صحابہ اور ان کے بیٹوں کا قتل بھی ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا اور معرکہ حرّہ میں ان تین ایام میں مدینہ منورہ میں بے حد و حساب عظیم مفاسد رونما ہوئے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یزید نے مسرف بن عقبہ کو بھیج کر اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط کرنا اور کسی جھگڑا کرنے والے کے بغیر اپنے ایام کو دوام بخشنا چاہا مگر اللہ تعالےٰ نے اس کے ارادے کے خلاف اسے سزا دی اور اس کے ارادے کے درمیان حائل ہو گیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسے ہلاک کر دیا اور غالب مقتدر نے اس پر سخت گرفت کی اور اسی طرح تیرے رب نے ظالم بستیوں پر گرفت کی بلاشبہ اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔

جو کوئی اہل مدینہ سے جنگ کرے گا وہ نمک کی طرح پگھل جائے گا

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اہلِ مدینہ سے جنگ کرے گا وہ پگھل جائے گا جیسے کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ (اور اہل مدینہ) کے متعلق برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالےٰ اسے آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا اور صحیح مسلم میں ایک اور روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے یوں پگھلا دے گا جیسے کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

جو شخص اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ سائب بن خلاد سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے از راہ ظلم اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اللہ اسے خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی قیامت کے دن اللہ تعالے اس سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کرے گا اور امام نسائی نے اسے متعدد طرق سے روایت کیا ہے، دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث اور اس قسم کی احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یزید پر لعنت کرتے ہیں اور علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے ایک تصنیف میں اس سے مدد لی ہے اور یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ غرضیکہ معرکہ حرّہ اور امام حسین کے قتل کے بعد یزید کو تھوڑی ہی مہلت ملی حتیٰ کہ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا جس نے اس سے پہلے اور بعد سرکشوں کو ہلاک کیا ہے اور وہ علیم، قدیر ہے (البدایہ والنہایہ ص۱۱۴۹، ج ۸)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی سنہ ھ نے واقعہ حرّہ کا ذکر جذب القلوب میں کرتے ہوئے متعدد علماء اور مؤرخین کے اقوال بیان کیے ہیں کچھ قدرے ہم جذب القلوب میں سے بھی ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ تمام برائیوں میں سے سب سے بڑی وہ ہے جو یزید پلید کے زمانہ میں قتل امام حسین بن علی سلام اللہ علیہما کے بعد واقع ہوئی ہے۔ یہ واقعہ حرّہ کا ہے اور حرّہ مدینہ پاک کے اطراف میں ایک میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جو کچھ کہ قتل و خون ریزی، بے حرمتی اور فساد اس شہر پاک کے مقام حرہ میں واقع ہوا اس کا ذکر پاکیزہ قلوب کی کدورت اور رنجش کا باعث ہے۔

یزید ممنوعات کا ارتکاب کرتا تھا

ابن جوزی کہتے ہیں کہ جب ۶۲ھ شروع ہوا تو یزید پلید نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو جو اس کا چچازاد بھائی تھا مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ باشندگان مدینہ منورہ کو یزید کی بیعت پر دعوت دے، عثمان بن محمد نے اہلِ مدینہ سے ایک جماعت کو یزید کی جانب روانہ کیا اور جب یہ لوگ دمشق سے واپس ہوئے تو انہوں نے یزید پلید پر دشنام طرازی شروع کر دی اور اسکی بے دینی، شراب نوشی، ممنوعات کے ارتکاب اور کتوں سے کھیلنے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس کی دوسری بری باتیں بھی لوگوں سے بیان کیں اور اس کی بیعت سے علیحدگی بھی اختیار کر لی اور بقیہ اہل مدینہ کو بھی اس کے قصد بیعت واطاعت سے روکا، اور منذر ایک شخص تھے جن کا تعلق اسی جماعت سے تھا انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ مجھ کو یزید نے ایک لاکھ درہم دیے ہیں اور میرے ساتھ احسان بھی کیے ہیں لیکن میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ یزید بن معاویہ شراب نوش اور تارک صوم وصلوٰۃ ہے۔ یزید کی بیعت توڑنے کے بعد اہل مدینہ نے قرار بیعت عبداللہ بن حنظلہ غسیل پر دیا اور عثمان بن محمد کو جو یزید شقی کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا نکال کر اس شہر پاک کے میدان کو غبار کی نجاست سے پاک کیا، عبداللہ بن حنظلہ کہتے تھے کہ یزید کی وجہ سے ہم کو آسمان سے پتھر برسنے کا خوف ہوا۔ بایں وجہ اس کی بیعت سے انکار کیا۔

عبداللہ مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت سے اس طرح علیحدہ ہو گیا ہوں جیسے کہ میں نے اپنے عمامہ کو علیحدہ کر دیا ہے

ابن جوزی ابوالحسن بداہنی سے جو ثقہ راوی ہیں، نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ یزید کی

علامات فسق و فساد کے ظاہر ہو جانے کے بعد منبر پر چڑھ کر اسکی بیعت سے منکر ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کہا کہ اگرچہ یزید نے مجھ کو صلہ اور انعام دیا ہے نیز میری جائیداد میں اضافہ کر دیا ہے لیکن جو خدا کا دشمن اور دائم الخمر ہے میں نے اس کی بیعت کو اس طرح اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے جس طرح اپنے عمامہ کو اپنے سر سے علیحدہ کر دیا ہے۔ دوسرا آدمی اٹھا پاؤں سے اپنی جوتیاں اتار کر کہا کہ اسی طرح میں نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں سے مجلس بھر گئی اس کے بعد عبداللہ بن مطیع کو قریش پر اور عبداللہ بن حنظلہ کو انصار پر امیر بنایا گیا ———

——— اور جس قدر بنو امیہ تھے سب کو مروان بن حکم کے مکان میں محصور کر دیا گیا مروان اور جو جماعت اس کے ہمراہ تھی فریاد رسی اور مدد کے لیے یزید پلید سے لشکر طلب کیا یزید پلید نے مسلم (مسرف) بن عقبہ کو اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ مسرف بن عقبہ ایک بوڑھا اور معمر شخص تھا ضعف حال کے باوجود اس نے جرأت سے اہل مدینہ کے باشندوں پر ہمت باندھی اور ان کے قتل کا بیڑہ اٹھایا۔

ایک اعلان کرنے والے نے یزید کے حکم سے بآواز بلند اعلان کیا کہ جو شخص حجاز کی لڑائی میں قدم رکھنا چاہے وہ سرکار کے دفتر خاص سے اسباب سفر اور اسلحہ جنگ حاصل کرے اس کو سو دینار انعام کے طور پر دیے جائیں گے، جس وقت لوگوں نے یہ اعلان سنا تو بارہ ہزار آدمی آمادہ ہو گئے اور یہ قتل و فساد کے لیے روانہ کر دیے گئے (یہ بارہ ہزار سوار تھے پیادہ فوج اس کے علاوہ تھی۔

یزید نے مسرف بن عقبہ کو کہا کہ تین دن تک حرم مدینہ کو حلال بنا دینا

یزید بن معاویہ نے مسرف بن عقبہ کو حکم بھیجا کہ تم وصیت کر دو کہ اگر تجھے کوئی حادثہ

پیش آجائے تو حصین بن نمیر تیری جگہ امیر ہوگا اور مزید حکم دیا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو تین مرتبہ ان کو مقصد کی طرف بلانا (یعنی یزید کی بیعت و اطاعت کی طرف بلانا) اگر وہ قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دینا ورنہ ان سے جنگ کرنا اس کے بعد جب تم ان پر غالب آ جاؤ تو تین دن تک حرم مدینہ کو حلال بنا دینا اور یہاں سے جتنا مال اور اسلحہ حاصل ہو فوج میں تقسیم کر دینا یہ خبر جب اہل مدینہ تک پہنچی تو باشندگان اہل مدینہ بھی اہل فساد کی مدافعت کے لیے تیار ہو گئے اور بنو امیہ کی جو جماعت محصور تھی ان سے اہل مدینہ نے کہا کہ ہم سے عہد کرد کہ تم مکر و فساد نہیں کرو گے اگر تم نے عہد نہ کیا تو اسی وقت تم سب کو تلوار سیاست سے ہلاک کر دیا جائے گا، بنو امیہ نے وقتی طور پر اقرار کر لیا اور اہل مدینہ کے ہمراہ ظاہری طور پر مسرف بن عقبہ کے مقابلے میں آ گئے۔

مروان بن حکم نے اپنے بیٹے عبدالملک کو خفیہ طور پر مسرف بن عقبہ کے پاس بھیجا

مروان بن حکم نے اپنے لڑکے عبدالملک کو خفیہ طور پر مسرف بن عقبہ کے پاس بھیجا اور کہہ دیا کہ حرم کے اطراف سے آکر سر دست تین دن تک جنگ کو موقوف رکھنا اور ان دنوں میں مشورہ کے لیے اہل مدینہ سے متوجہ ہوا اور مروان نے اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ کیا تدبیر کی جائے۔ اہل مدینہ نے کہا کہ بجز لڑائی کے کوئی صورت نہیں ہے۔ مروان بن حکم نے کہا کہ لڑائی اچھی نہیں ہے۔ یزید بن معاویہ کی اطاعت و فرماں برداری کے لیے گردنیں جھکا دو اور بیعت کر لو اسی میں بہتری ہے۔ اہل مدینہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور وہ لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ سوار ہوئے اور میدان جنگ میں شجاعت و مردانگی دی۔ مسرف بن عقبہ کو اس مرض کی وجہ سے جو اس کو تھا ایک تخت پر بٹھا کر دونوں صفوں کے درمیان لائے اور وہ اپنے لشکر کو ترغیب جنگ دے رہا تھا اور عبداللہ بن مطیع نے اپنے سات لڑکوں کے ساتھ شامیوں سے جنگ کی اور درجہ شہادت کو پہنچے مسرف بن عقبہ نے عبداللہ

بن مطیع کے سر کو یزید پلید کے پاس بھیج دیا آخر کار یزیدیوں کو غلبہ ہوا

یزیدی فوج مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑاتے رہے

یزید کے حکم کے مطابق تین دن تک حرم مدینہ مباح رہا، لوٹ مار، قتل و غارت گری اور عورتوں کے ساتھ بدکاری یزیدی فوج کرتی رہی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں گھوڑوں کو دوڑاتے تھے اور غضب کی بات یہ ہے کہ روضہ شریف و منبر شریف میں گھوڑوں کو دوڑاتے تھے جس کی بابت صحیح حدیث میں آتا ہے کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یہاں پر ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے اور مسرف بن عقبہ تمام لوگوں کو یزید کی بیعت کرنے پر اور اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا اگر یزید چاہے تو بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے۔ علامہ ابن جوزی نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حرہ کی راتوں میں میرے سوا دوسرا کوئی شخص مسجد نبوی میں نہ ہوتا تھا۔ شامی فوجی جب مسجد میں آتے تھے تو کہتے تھے کہ دیوانہ بوڑھا یہاں کیا کر رہا ہے اور نماز کا کوئی وقت ایسا نہ گذرتا تھا جو میں اذان واقامت کی آواز حجرہ شریف (روضہ شریف) سے نہ سنتا تھا پھر اسی اذان واقامت سے نماز ادا کرتا تھا اور کوئی شخص میرے ساتھ مسجد میں نہ ہوتا تھا اور اس واقعہ حرہ کی منجملہ خرابیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ابو سعید خدری کو دیکھا گیا کہ ان کی داڑھی نہیں ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی یہ صورت کیا ہے تو ابو سعید نے کہا کہ اہل شام کا جو ظلم مجھ پر ہوا ہے اس کے آثار ہیں اور اس کا تعلق واقعہ حرہ سے ہے۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ یزیدی فوج کا ایک گروہ میرے گھر آیا گھر کا تمام سامان لے گئے اس کے بعد دوسرا گروہ آیا انہوں نے گھر میں کوئی چیز نہ پائی تو ان میں غصہ اور قہر کی آگ شعلہ زن ہوئی پھر ان لوگوں نے میری داڑھی کے بال اکھیڑنے شروع کیے کوئی بال نہ رہنے دیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مسرف بن عقبہ بدکردار نے اہل مدینہ کو یزید پلید کی اطاعت اور غلامی پر مجبور کیا لوگوں نے چار و ناچار بیعت کا اقرار کیا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے کہا میں طریق طاعت میں بیعت کرتا ہوں معصیت

ہیں نہیں کرتا۔مسرف بن عقبہ شیطان نے اس بیعت کو قبول نہ کیا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ اس کو قتل کیا گیا۔اس مقتول قریشی کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر میں قدرت پاؤں گی تو اس مسرف بن عقبہ کو زندہ یا مردہ جلا دوں گی۔

مسرف بن عقبہ کی موت

اہل مدینہ کے قتل و غارت کے بعد مسرف بن عقبہ نے ارادہ کیا کہ اب عبداللہ بن زبیر کو تباہ کروں۔اس مقصد کے لیے مکہ معظمہ کی طرف چلا لیکن دو تین دن کے بعد جس مرض مہلک میں مبتلا تھا اسی میں مر گیا۔وہ عورت اپنے چند غلاموں کے ساتھ اس کی قبر پر گئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے جب قبر کو کھولا تو اس میں ایک اژدھا دیکھا جو مسرف بن عقبہ کی گردن میں لپٹا ہوا تھا اور اس کی ناک کی ہڈی منہ میں لیے چوس رہا تھا سب لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے اور عورت سے کہا کہ قادر مطلق نے اس کو اس کے اعمال کی سزا دے دی ہے اور تو نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اب اس کے انتقام سے درگذر کر اس کے لیے اتنا ہی عذاب کافی ہے عورت نے کہا ہرگز نہیں میں نے خدا سے جس بات کا عہد کیا ہے جب تک اس کو پورا نہ کروں گی اس مسرف بن عقبہ کے پاس سے نہ ہٹوں گی پھر اس عورت نے کہا کہ اس کو پیروں کی جانب سے نکالو، دیکھا وہاں بھی ایک اژدھا اسی طریقہ پر لپٹا ہوا ہے۔اس عورت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دربارِ خداوندی میں دعا کی اے خدائے قہار تو جانتا ہے مسرف بن عقبہ پر میرا غصہ تیری رضامندی کے لیے ہے مجھ کو موقع اور قدرت دے تاکہ میں اس کو اس گڑھے سے نکال کر جلاؤں۔اس کے بعد ایک لکڑی لی اور یہ سانپ پر ماری اور وہ سانپ اس کے سر سے جدا ہو کر چلا گیا عورت نے اپنے غلاموں کو کہا کہ اس کو قبر سے باہر نکال کر آگ میں جلا دو۔

مسرف بن عقبہ کو قبر سے نکالکر آگ میں جلایا گیا

واقدی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا ثبوت ہمارے نزدیک اس طرح پہنچا ہے کہ وہ عورت یزید بن عبداللہ بن زمعہ کی ماں تھی جس کو مسرف بن عقبہ نے قتل کیا تھا جب مسرف بن عقبہ کے مرنے کی خبر اس عورت کو پہنچی تو اس نے مسرف بن عقبہ کو قبر سے نکال کر جلا دیا۔

(جذب القلوب ص۳۷ و ص۴۴)

غرضیکہ یزید پلید کے بے شمار افعال قبیحہ اور گندے وغلیظ کرتوت ہیں اس نے امام حسین اور آپ کی اولاد اور آپ کے اصحاب کو قتل کرایا اور اس کے بعد مدینہ منورہ کے ہزاروں افراد کو قتل کیا اور اس کی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں سے بدکاری کی اور اہل مدینہ کا مال و دولت لوٹی اور صحابہ اور ان کی اولاد کو قتل کیا اور ابوسعید خدری جو صاحب منقبت وفضیلت صحابی تھے ان کی داڑھی کے تمام بال نوچ لیے اور مسجد نبوی کی ہتک اور توہین کی اس میں گھوڑے باندھے اور گھوڑوں نے مسجد نبوی اور ریاض الجنۃ میں لید اور پیشاب کیا حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یزید گانے بجانے کے آلات، شراب نوشی کرنے، راگ الاپنے، شکار کرنے، غلام اور لونڈیاں بنانے، کتے پالنے، مینڈھوں، ریچھوں اور بندروں کے لڑانے میں مشہور و معروف تھا، ہر صبح کو وہ مخمور ہوتا تھا اور وہ زین دار گھوڑے پر بندر کو زین پر باندھ دیتا اور وہ اسے چلاتا اور بندر کو سونے کی ٹوپی پہناتا، یہی حال اس کے غلاموں کا تھا اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس پر غم کھاتا۔

یزید بن معاویہ کی موت کا باعث

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض کا قول ہے کہ یزید کی موت کا باعث یہ ہوا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا اور اسے نچانے لگا تو اس نے اسے کاٹ لیا جس کی وجہ سے یزید مر گیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸)

یزید کی موت کے بارے صاحب اوراقِ غم لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ سرجون بن منصور یزید کا دوست اور مصاحب تھا۔ معاملات عشق و فسق میں دونوں شریک رہتے تھے کبھی کبھی رقابت بھی ہو جاتی تھی، سیر و شکار کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ابتدائی زمانہ میں عبیداللہ بن زیاد بھی یزید کے ساتھ رہا اور زمانہ حکومت میں سرجون بن منصور اور یزید بن معاویہ دونوں شکار کے لیے جا رہے تھے کہ ایک راہب رومی النسل کی لڑکی پر یزید کی نظر پڑی یہ اس پر دلدادہ اور فریفتہ ہو گیا۔ اس کی جستجو اور فکر استحصال میں روزانہ اس گینسہ تک آتا ایک روز وہ لڑکی نہا کر بال خشک کر رہی تھی یزید دیوانہ ہو کر اسے پکارنے لگا۔ اس رومی النسل حسینہ راہب زادی نے دیکھا اور سوچا کہ جیسے کتا چاند پر تھوکتا ہے خبیث میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور یہ وہی بے وفا بے ایمان ہے جس نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نواسے کا پاس نہ کیا اور بے رحمی سے شہید کیا اس کو کسی ذریعہ سے جان سے مارنا ضروری ہے ورنہ حکومت اس کے ہاتھ میں ہے کہیں کچھ گل نہ کھلا دے اس نے اپنے باپ سے سب قصہ کہہ دیا اور اپنا ارادہ بھی ظاہر کر دیا۔ باپ نے کہا کہ اچھا تیری مرضی ہے اس کے بعد پھر جب یزید آیا تو اسے اشارہ سے کہا کہ سرجون کو ساتھ نہ لائے جب میں تجھ سے ملوں، یزید شہوت پرست، ناعاقبت اندیش دوسرے دن تنہا یہاں تک آیا اس لڑکی نے گھوڑا تیار رکھا ہوا تھا یزید کے آتے ہی تلوار دامن قبا میں دبائی اور سوار ہو کر اس کے ساتھ ہوئی یہاں تک کہ قریب حمص دشت حوارین میں لے گئی یہاں تک کہ ٹھنڈی ہوا نے یزید پلید کے نشے کو بہت ہی بڑھا دیا چونکہ یزید بدمست تھا یہ لڑکی پیچھے ہوئی اور نظر بچا کر اس زور سے وار کیا کہ گھوڑے سے گر گیا پھر اس کے سینے پر چڑھ کر کہنے لگی بے ایمان اب اپنے مددگاروں کو بلا ظالم تجھے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نواسے پر رحم نہ آیا ان سے بے وفائی کی تیری طرف سے کون امید وفا کر سکتا ہے ٹھہر اب تیرا خون پیئے لیتی ہوں، یہ کہہ کر اس کے جسم کے ٹکڑے کر دیے تین چار روز تک اس لاش کو چیل اور کوے

کھاتے رہے پھر پتہ لگاتے لگاتے اس کے ہواخواہ پہنچے اور وہیں اسں کو دفن کر آئے۔
(اوراق غم ص۱۵۵)

یزید بن معاویہ کی اولاد

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابو جعفر ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ کی اولاد درج ذیل تھی۔

۱۔ معاویہ بن یزید اسکی کنیت ابو لیلیٰ ہے۔
۲۔ خالد بن یزید، اسکی کنیت ابو ہاشم تھی۔ معاویہ بن یزید اور خالد بن یزید دونوں کی ماں ام ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھی۔ یزید کے بعد خالد کی ماں نے مروان بن حکم سے نکاح کیا خالد کی ماں نے ہی مروان بن حکم کو مارا تھا جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے۔
۳۔ عبدالعزیز بن یزید اسکی ماں ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر ہے۔
۴۔ عبداللہ بن یزید
۵۔ ابوبکر بن یزید
۶۔ عتبہ بن یزید
۷۔ عبدالرحمٰن بن یزید
۸۔ ربیع بن یزید
۹۔ محمد
۱۰۔ یزید بن یزید
۱۱۔ حرب بن یزید
۱۲۔ عمر بن یزید
۱۳۔ عثمان بن یزید
۱۴۔ اصغر بن یزید، یہ مختلف ماؤں سے ہیں اور یزید بن معاویہ کی پانچ بیٹیاں تھیں۔

۱۔ عاتکہ
۲۔ رملہ
۳۔ اُم عبدالرحمٰن
۴۔ اُم یزید
۵۔ اُم محمد

یہ سب ہلاک، تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔

یزید کی اولاد کا نام و نشان مٹ گیا ہے

یزید پلید کی اولاد میں سے کوئی باقی نہیں ہے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا ہے۔ اسی طرح ابن زیاد، عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن نیز جو امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک ہوئے کسی کی اولاد باقی نہیں ہے ان کی نسل منقطع ہو چکی ہے۔ ابن زیاد، عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، مسرف بن عقبہ، مروان بن حکم اور یزید اور یزید کے معاذین اور حامیوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ پہلے امام احمد بن حنبل سے مروی صحیح حدیث گذر چکی ہے جس سے محدثین اور علماء محققین نے استدلال کیا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔ ابن جوزی اپنی کتاب "الرد علی المتعصب" میں لکھتے ہیں کہ ایک سائل نے مجھ سے یزید بن معاویہ کی لعنت کی نسبت سوال کیا میں نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جائے کہو، اس نے پوچھا کیا ہم اس پر لعنت کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا تمام علماء متورعین اور مقدسین نے اس پر لعنت کی اجازت دی ہے اور ان لوگوں میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔ فانہ ذکر فی حق یزید ما یزید علی اللعنۃ۔ کیونکہ انہوں نے یزید کے حق میں لعنت سے زیادہ باتوں کا اضافہ کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب "معتمد الاصول" میں امام احمد بن حنبل کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے باپ "احمد بن حنبل" سے پوچھا کہ بعض لوگ مجھ سے یزید کے ساتھ محبت رکھنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا وہ کس طرح یزید جیسے شخص سے محبت کر سکتا ہے جس

پر خدا نے لعنت کی ہے۔

فقلت فی ای ایۃ قال فی قولہ تعالیٰ هل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئك الذین لعنهم الله فاصمهم واعمیٰ ابصارهم فهل یکون فسادا اعظم من القتل۔

پس میں نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے تو انہوں نے آیت فهل عسیتم کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کیا یہ تمہارے لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ

اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پ ۲۶۔ سورۃ محمد)

اور امام احمد نے فرمایا کہ قتل امام حسینؑ سے بڑھ کر اور کونسا فساد عظیم ہے۔

ابو یعلیٰ کی کتاب یزید پر لعنت کرنے کے جواز میں

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلیٰ نے ایک کتاب یزید کے جواز لعنت کے بارے میں تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو خوف دلائے گا دھمکائے گا ان پر ظلم کریگا خدا تعالےٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر جمیع ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہوگی اور اس کو ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ اور قندوزی نے ینابیع المودۃ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ تفتازانی نے کہا کہ ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اور اس کو مومن نہیں سمجھتے

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ

لعنة اللّٰہ علیہ وعلیٰ انصارہ وعلیٰ اعوانہ کہ ہم یزید کے بارے میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی توقف نہیں کرتے واتفقوا علیٰ جواز اللعن علیٰ من قتلہ اوامر بہ او اجازہ اورضی بہ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا ان کے قاتل پر اور اس پر جس نے ان کے (امام حسین کے) قتل کا حکم دیا یا اجازت دی یا اس پر راضی ہوا۔ (شرح عقائد ص ۱۱۷)

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں کہ آیت فھل عسیتم سے لعنت یزید کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ علامہ برزنجی نے اشاعت میں اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے ان کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں قال کیف لا یلعن من لعنہ اللّٰہ تعالیٰ فی کتابہ تو امام احمد نے فرمایا جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہے اس پر کیونکر لعنت نہ کی جائے گی۔ عبداللہ نے کہا قرآن میں یزید پر لعنت کہاں ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولیتم اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو اس پر فساد پھیلاؤ گے۔ (معاصی و کفر سے) اور قطع رحم کرو گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور کونسا قطع رحمی سے بڑھ کر ہے کہ جو کچھ یزید نے کیا۔

علامہ آلوسی بغدادی نے کہا کہ یزید پر لعنت کرنے میں توقف نہیں ہے

نیز علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں کہ اس قول پر یزید پر لعنت کرنے میں کوئی توقف نہیں ہے اس کے کثیر اوصاف خبیثہ اور کبائر کا مرتکب ہونا ہی لعنت کے لیے کافی ہیں یعنی وہ مظالم جو اس نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ پر کیے ہیں۔ چنانچہ طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللھم من اظلم اھل المدینۃ واخافھم فاخفہ وعلیہ

لعنة اللّٰه والملائكة والناس اجمعين لا يقبل منه صرف و لا عدل۔

اے اللہ جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو ڈرائے پس تو اس پر خوف مسلط کر اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اس کا کوئی عمل فرض اور نفل قبول نہیں ہے اور یزید نے بڑی قیامت برپا کی کہ اہل بیت رسول پر سخت ظلم و ستم کیا اور انہیں ایذا دی اور جناب امام حسین کے قتل پر راضی اور خوش ہوا اور اہل بیت کی ہتک اور توہین کی۔ اور یہ تبواتر معنے ثابت ہے۔

حدیث میں ہے کہ چھ شخصوں پر اللّٰہ اور ہر نبی کی لعنت ہے

حدیث میں ہے کہ چھ شخص ہیں جن پر لعنت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات کی لعنت ہے وہ چھ شخص یہ ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ میں کمی و بیشی کرنے والا۔ اور ایک روایت ہے کہ اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا منکر

۳۔ جو لوگوں پر غلبہ کے طور پر مسلط ہو جائے۔ (یعنی زبردستی طور پر حاکم بن جائے) تاکہ جسے خدا نے ذلت دی ہے اسے وہ عزت دے اور جس کو خدا نے عزت دی ہے اسے ذلت دے۔

۴۔ میری عترت اور اولاد کی بے حرمتی کرنے والا۔

۵۔ خدا کے حرم کی بے حرمتی کرنے والا۔

۶۔ میری سنت کو (بطور عقیدہ) ترک کرنے والا۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر ثابت ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے کیونکہ اس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا یہ زبردستی حاکم بنا اور اللہ تعالیٰ کے عزت والے اور برگزیدہ بندوں کو ذلیل کیا۔ حرم مکہ اور حرم مدینہ منورہ دونوں کی بے حرمتی کی اور اہل بیت رسول کی ہتک

اور توہین کی۔ علامہ آلوسی بغدادی اور لکھتے ہیں وقد جزم بکفرہ وصرح بلعنہ جماعۃ من العلماء منہم الحافظ ناصر السنۃ ابن الجوزی وسبقہ القاضی ابو یعلی کہ یزید کے کافر ہونے کے ساتھ علماء کی ایک جماعت نے یقین کیا ہے اور اس پر لعنت کرنے کی تصریح کی ہے۔

ان علماء میں سے حافظ ناصر السنۃ ابن جوزی اور اس سے پہلے قاضی ابو یعلی ہیں اور علامہ تفتازانی نے کہا لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ کہ ہم اس پر لعنت کرنے کے بارے میں بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف نہیں کرتے (یعنی ہم یزید پر لعنت بھی کرتے ہیں اور اس کو کافر بھی کہتے ہیں) یزید اور یزید کے مددگاروں اور حامیوں پر خدا کی لعنت ہو۔

جلال الدین سیوطی نے یزید پر لعنت کرنے کی تصریح کی ہے

وصرح بلعنہ الجلال السیوطی اور جلال الدین سیوطی نے یزید پر لعنت کی تصریح کی ہے اور تاریخ ابن الوردی اور کتاب وافی میں مذکور ہے کہ جب اسیران اہل بیت دمشق کے قریب پہنچے تو یزید باہر نکلا اور اولاد علی اور اولاد حسین سے ملا اور شہداء کے سر نیزوں پر تھے اور مستورات اہل بیت بھی ساتھ تھیں جب یہ جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو ان کو کوؤں نے دیکھا وہ کائیں کائیں کرنے لگے۔

یزید کے یہ اشعار کفر صریح ہے

یزید نے شعر پڑھے جن کا آخری مصرعہ یہ ہے ؎

فقد اقتضیت من الرسول دیونی

یعنی میں نے رسول اللہ سے اپنا بدلہ لیا ہے۔

چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے موقعہ پر یزید بن معاویہ کے قریبی رشتہ دار عتبہ اور شیبہ اور عتبہ کے بیٹے ولید وغیرہ کو قتل کرایا تھا لہٰذا یزید کہنے

لگا کہ اس کے بدلے میں نے حسین اور حسین کے بیٹوں کو قتل کرایا ہے۔ وھذا کفر صریح فاذا صح عنہ فقد کفر اور یزید کا یہ قول کفر صریح ہے جب یہ بات یزید سے بطریق صحت ثابت ہوگئی پس وہ یقیناً کافر ہوا۔

علامہ آلوسی نے لکھا کہ یزید خبیث نے نبوت و رسالت کی تصدیق نہیں کی

علامہ سید محمود آلوسی آخر میں لکھتے ہیں۔

وانا اقول الذی یغلب علی ظنی ان الخبیث لم یکن مصدقاً برسالۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور میں کہتا ہوں کہ وہ بات جو میرے گمان غالب میں ہے کہ یزید خبیث ہرگز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت کی تصدیق کرنے والا نہیں تھا۔

(تفسیر روح المعانی ص۷۳ جزء ۲۶ سورۃ محمد)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں کہ صالح بن احمد کا قول ہے کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے یزید کے بارے میں گفتگو کی تو میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے کوئی شخص بھی جو مومن ہے وہ یزید کی دوستی کا دم نہیں بھر سکتا۔ یزید پر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لعنت کی ہے میں نے کہا اے میرے باپ اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے۔ فرمایا اس آیت میں جہاں یہ فرمایا فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم (تفسیر مظہری ص۴۳۴ ج۸)

پھر کیا تم سے بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کروا اپنی قرابتیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالے نے لعنت کی پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دی آنکھیں ان کی نیز امام احمد نے فرمایا فھل یکون فساداً اعظم من ھذا القتل

(صواعق محرقہ صہ۱۰۲) کہ اس قتل (حسین) سے بھی کوئی فساد بڑا ہو سکتا ہے۔

یزید نے کہا کہ وقت تھوڑا ہے جو عیش کرنا ہے وہ کر لو

علامہ دمیری المتوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں کہ علی بن محمد الکیا الہراسی الفقیہ الشافعی المتوفی ۵۰۴ھ سے سوال کیا گیا کہ یزید پر لعنت کرنے کا حکم کیا ہے تو جواب دیا کہ ہمارے نزدیک قول واحدًا التصریح دون التلویح ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح یعنی ہم صراحتہً یزید پر لعنت کرتے ہیں۔ عدم تصریح نہیں کرتے یعنی توقف وغیرہ نہیں کرتے کیونکہ یزید کی یہ کیفیت تھی کہ وہ چیتوں کے شکار میں رہتا، نرد اور شطرنج سے کھیلتا اور شراب خوری کرتا۔ چنانچہ اسی کے شعروں میں سے چند شعروں کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کو کہتا ہوں جن کی جماعت کو دور جام شراب نے جمع کر دیا اور عشق کی سرگرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں اور لذتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا اگرچہ اسکی کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ ہو لہٰذا وقت تھوڑا ہے جو عیش کرنا ہے کر لو پھر یہ زندگی ہاتھ نہ آئے گی۔ علامہ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ نے بھی علامہ الکیا الہراسی الفقیہ الشافعی کا یہ قول ذکر کیا ہے (حیواۃ الحیوان صہ۱۹۶ ج ۲۔ وفیات الاعیان صہ۲۸۷ ج)۔

امام احمد بن حنبل نے یزید کی تکفیر کی ہے

ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۶ھ لکھتے ہیں کہ یزید سے وہ چیزیں صادر ہوئیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں کہ اس نے شراب کو حلال سمجھا۔ امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے وقت اس نے منہ سے نکالا (بکواس کیا) کہ میں نے حسین وغیرہ کو قتل کر کے بدلہ لیا ہے جو انہوں نے میرے بزرگوں اور رئیسوں کے ساتھ بدر میں کیا تھا یعنی ان کو قتل کیا تھا یا ایسی اور باتیں ولعلہ وجہ ما قال الامام احمد بتکفیرہ لما ثبت عندہ نقل تقریرہ یہی وجہ ہے امام احمد بن حنبل کی یزید کو کافر کہنے کی کہ ان کے نزدیک اس تقریر کی نقل ثابت ہوگی (شرح فقہ اکبر صہ۸۸) اور شرح عقائد میں ہے وبعضھم اطلق اللعن علیہ لما

انه کفر حین امر بقتل الحسین کہ بعض علماء اور آئمہ نے یزید پر مطلقاً لعنت کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس نے امام حسین کے قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا ہے (شرح عقائد نسفیہ بمعہ نبراس صد ۵۵۳) علامہ عبدالعلی بحرالعلوم المتوفی سنہ ۱۲۶۲ھ لکھتے ہیں بل الشک فی ایمانہ کہ یزید کے ایمان میں شک ہے جب اس کے مومن ہونے میں شک ہے لہٰذا اس کو مؤمن نہیں کہا جائے گا۔ (حاشیہ نبراس صد ۵۵۴)

ابن عماد حنبلی نے یزید پر لعنت کی ہے اور اسکو کافر کہا ہے

علامہ ابن عماد حنبلی المتوفی سنہ ۱۰۸۹ھ نے جو علامہ تفتازانی المتوفی سنہ ۷۹۲ھ کے حوالہ سے عبارت نقل کی ہے وہ یزید کے کفر پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے وہ لکھتے ہیں فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی کفرہ لعنۃ اللّٰہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ کہ یزید پر جواز لعنت میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے کفر میں توقف نہیں کرتے اس پر اور اس کے مددگاروں اور معاونوں پر اللہ کی لعنت ہو (شذرات الذہب صد ۶۹، ج ۱) اس تحقیق بالا مذکورسے ثابت ہوا کہ یزید پلید کافر ہے۔ اس نے علامہ آلوسی بغدادی کے قول کے مطابق رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی تصدیق نہیں کی اور اس نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کرنے کا حکم دے کر کفر صریح کیا ہے جب یہ حقیقت ہے تو یزید کافر ہوا۔ اور اس پر لعنت کرنا جائز ہوا ہمارے زمانہ میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنے کی کیا ضرورت ہے اس کی بجائے اللہ اللہ کیا کرو یہ ان کا مکر و فریب اور دجل ہے اور ایسے لوگ در پردہ یزید اور اس کے حواریوں کے حامی ہیں جو یزید پلید کا حامی اور مددگار ہے اس کو اللہ اللہ کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

یزید نے کہا کہ میں نے اولاد رسول کو قتل کر کے اپنے بڑوں کا بدلہ لیا ہے

یزید پلید نے امام حسین کو کربلا میں شہید کرایا آپ اور آپ کے اہل و عیال اور اصحاب

پر پانی بند کرایا اور امام حسین کو شہید کرنے کے بعد آپ کے جسم اطہر پر گھوڑے دوڑا کر اس کو پامال کیا اور خیموں کو آگ لگائی اور مستورات اہل بیت کے سروں سے چادریں اتار لی گئیں پھر ان کو ننگے اونٹوں پر سوار کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق لے جایا گیا اور جب یہ دمشق پہنچے تو وہاں بڑا خبیث یزید کہنے لگا کہ میں نے رسول اللہ کی اولاد اور ذریت کو قتل کر کے اپنے بزرگوں کا بدلہ لیا ہے۔ اس صورت میں یزید پر لعنت کرنے کے جواز میں کیا شک ہے۔ لعنت کرنے میں ہرگز توقف نہیں چاہیے بلکہ علانیہ طور پر یزید، ابن زیاد، عمرو بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن پر لعنت کرنی چاہیے ہم نے اس کا ذکر اپنی کتاب "حسب ونسب" میں بھی کیا ہے۔

ماہِ محرّم اور عاشورہ کی فضیلت

چونکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت دس محرم (بروز عاشورہ) ہوئی تھی لہٰذا کچھ محرم اور عاشورہ کے فضائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

عاشورہ کی وجہ تسمیہ

عاشورہ کو عاشورہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ آدمی نور میں عیش کرتا ہے جو اس کی عزت و عظمت کرتا ہے۔ عاشورا اصل میں عاشِ نورا تھا۔ بطور تخفیف اس سے نون گرایا گیا تو عاشورا ہوگیا۔

محرّم میں روزہ رکھنے اور عبادت کرنے کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محرم کے پہلے جمعہ کے دن روزہ رکھے اللہ تعالےٰ اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیتا ہے، اور جو شخص محرم میں تین دن، جمعرات، جمعہ، ہفتہ کو روزہ رکھے اللہ تعالےٰ اس کے لیے نوسال کی عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے اور طبرانی کی روایت ہے کہ جو شخص

محرم میں کسی دن روزہ رکھے اس کو ہر دن کے بدلے تیس دن کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عشرہ کے دنوں میں عاشورہ تک روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو عاشورہ کے دن روزہ رکھے اللہ تعالےٰ اس کے لیے ہزار حج اور ہزار عمرہ اور ہزار شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص عاشورہ کے دن ہزار بار قل ہواللہ احد پڑھتا ہے اللہ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور اس کا نام صدیقوں میں لکھ لیتا ہے۔

عاشورہ کے دن اصحاب کہف کروٹ بدلتے ہیں

عاشورہ کے دن میں اصحاب کہف ایک پہلو سے دوسرے پہلو کروٹ لیتے ہیں اور عاشورہ کے دن ہی انبیاء کرام کی ایک جماعت پر اللہ تعالیٰ نے اکرام کیا حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری اور حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبت چالیس دن کے بعد عاشورہ کے دن ختم ہوئی اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے چالیس دن کے بعد عاشورہ کے دن نکالے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس برس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سے عاشورہ کے دن ملے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے تھے اور آسمان پر بھی عاشورہ کے دن اٹھائے گئے تھے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے ساتھ نکاح عاشورہ کے دن کیا تھا، اللہ تعالیٰ حضرت حوا علیہا السلام کو عاشورہ کے دن پیدا کیا تھا اور عاشورہ کے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخ دلی سے خرچ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو تمام سال فراخی عطا کرتا ہے۔

عاشورہ کے دن نماز نفل پڑھنے کا طریقہ

حافظ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عاشورہ کے دن چار رکعت نماز پڑھتا ہے اس طرح کہ ہر رکعت میں فاتحہ اور گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لیے نور کا منبر بنا دیتا ہے اور جو اس میں غسل کرتا ہے وہ کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوتا سوائے مرض موت کے، روض الافکار میں ہے کہ ایک شخص نے عاشورہ کے دن سات درہم خیرات کیے سال کے بعد عاشورے کا دن آیا تو کسی عالم کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جو شخص عاشورہ کے دن ایک درہم خیرات کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو اس کے عوض ہزار درہم دیتا ہے یہ سن کر کہنے لگا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے میں نے سات درہم عاشورہ کے دن دیے تھے مجھے تو اس کا بدلہ نہیں ملا جب رات ہوئی تو ایک شخص سات ہزار درہم لے کر آیا اس نے کہا کہ یہ اپنا بدلہ لے لو۔ اگر تو قیامت تک صبر کرتا تو تیرے لیے بہت بہتر ہوتا۔

ابن عباس نے لوگوں کو کہا کہ میں تم کو روزوں کے بارے میں حدیث بیان کرتا ہوں اگر تمہیں داؤد علیہ السلام کے روزے رکھنے ہوں تو وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔ اگر سلیمان علیہ السلام کے روزے رکھنے ہوں تو وہ تین دن شروع ماہ اور تین دن درمیان ماہ اور تین دن آخر ماہ روزے رکھتے تھے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روزے رکھنے ہوں تو وہ ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور اگر حضرت مریم کے روزے رکھنے ہوں تو وہ دو دن روزہ رکھتی تھیں اور ایک دن افطار کرتی تھیں۔

ایام بیض کے روزے

اگر تمہیں جو ساری مخلوق سے افضل ہیں یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزے رکھنے ہوں تو آپ ایامّ بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں، پندرھویں کو روزے رکھتے تھے خواہ سفر میں ہوتے خواہ گھر میں ہوتے اور حضرت شیخ سید عبدالقادر

جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے ان دنوں کا ایام بیض نام رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اترے تھے تو سورج کی گرمی کی وجہ سے آپ کا بدن سیاہ ہوگیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر عرض کیا کہ آپ ایام بیض کے روزے رکھیں چنانچہ ان روزوں کی وجہ سے پہلے دن ایک تہائی بدن سفید ہوگیا اور دوسرے دن دو تہائی سفید ہوگیا اور تیسرے دن تمام بدن سفید ہوگیا۔ کتاب حقائق میں مذکور ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج میں تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا علی دیکھو یہ جبرئیل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں میں نے کہا علیک وعلیہ السلام پھر آپ نے فرمایا تم سے جبرئیل کہتے ہیں اے علی ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرو۔ تو پہلے روزہ کا ثواب دس ہزار سال ہے اور دوسرے روزہ کا ثواب تیس ہزار سال ہے اور تیسرے روزے کا ثواب سو ہزار سال ہے میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرے لیے خاص ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے بھی اور جو تمہاری طرح یہ عمل کرے گا اس کو بھی ثواب عطا فرمایا جائے گا۔

حضور پاک نے فرمایا کہ حضرت بلال کا رزق جنت میں ہے

تنبیہ الغافلین میں مذکور ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کھانا کھا رہے تھے آپ نے فرمایا آؤ بلال کھانا کھا لو حضرت بلال نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا روزہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم تو اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں ہے روزہ دار کے پاس جب دوسرے لوگ کھانا کھائیں تو روزے دار کے اعضاء تسبیح پڑھتے ہیں اور فرشتے اس کے لیے دعاء رحمت کرتے ہیں اور جب تک مجلس میں رہتا ہے فرشتے کہتے ہیں اے اللہ اسے بخش دے اور اس پر رحم کر۔

(نزہتہ المجالس صہ ۳۴۷ تا صہ ۳۵۳)

شب عاشورہ میں نماز نفل پڑھنے کا طریقہ

اوراق غم میں شب عاشورہ میں نماز نفل پڑھنے کے دو طریقے مذکور ہیں جو اس نماز کو پڑھتا ہے اس کو دین و دنیا میں بھلائی حاصل ہوتی ہے اور ہر قسم کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔

اوّل طریقہ شب عاشورہ یعنی شہادت کی رات میں آٹھ رکعت دو دو کی نیت سے پڑھے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر ۱۸ مرتبہ بمعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل ہو اللہ احد پڑھے اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم بمعہ بسم اللّٰہ ستر بار پڑھے پھر سجدہ میں دونوں ہاتھ الٹے رکھ کر یعنی آسمان کے رخ پر کیے ہوئے استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واصلح التوبۃ بمعہ بسم اللّٰہ ستر بار پڑھے پھر اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہٖ وسلم ستر مرتبہ پڑھ کر پھر دو رکعت کی نیت کرے اس طرح آٹھ رکعت پوری کرے۔

دوم طریقہ بہ چھ رکعت دو دو رکعت کی نیت سے پڑھے پہلی میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ والشمس وضحٰھا، اور دوسری رکعت میں سورۃ انا انزلناہ اور تیسری رکعت میں سورۃ اذا زلزلت الارض اور چوتھی رکعت میں سورۃ قل ھو اللّٰہ احد اور پانچویں رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور چھٹی رکعت میں قل اعوذ برب الناس بمعہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر سجدہ میں سجدہ کی تسبیحات پڑھنے کے بعد قل یا ایھا الکافرون چار بار پڑھ کر بوسیلہ شہداء کربلا علیہم السلام اپنی مراد اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اللہ تعالیٰ ضرور مراد پوری کرے گا۔

(اوراقِ غم ص۵۵۶)

اختتامیہ

دنیائے اسلام میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت تمام شہادتوں سے ممتاز اور منفرد ہے۔ امام حسین نواسۂ رسول ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں نواسوں اور بیٹوں (حسن، حسین) کے ساتھ بہت پیار کرتے تھے اور رسول پاک نے ان دونوں کے بے شمار فضائل و کمالات بیان فرمائے ہیں۔ ان دونوں میں سے امام حسن مجتبیٰ کو زہر دیا گیا اور امام حسین کو کربلا کے میدان میں قتل کیا گیا اور یہ قتل یزید بن معاویہ نے کیا۔

چنانچہ محقق ابوزہرہ نے لکھا ہے کہ یہ یزید وہ تھا جس نے ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا تھا جو ان دو بھائیوں میں سے ایک تھے جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

خواتین خانوادہ نبوت کو کھلے منہ پھرایا

نیز لکھا ہے کہ ان امویوں نے حضرت علی سے جنگ کی۔ حضرت حسن کو زہر دیا۔ حضرت حسین کو قتل کیا۔ خواتین خانوادہ نبوت کو کھلے منہ پھرایا۔ علی بن حسین (امام زین العابدین) تک رسائی جب مشکل نظر آئی تو ان کی بے حرمتی کی۔ اور ابن زیاد نے امان دے چکنے کے باوجود فریب اور دھوکے سے مسلم بن عقیل کو قتل کیا اور ان کے ساتھ ہانی بن عروہ کو قتل کیا کیونکہ ہانی بن عروہ نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی۔ خلافت اسلامیہ پر غاصبانہ تسلط کے بعد قتل حسین دوسرا زخم تھا جو مسلمانوں کے قلب پر پہنچا جو ہر مسلمان اس زخم کی ٹیس اپنے دل میں محسوس کرنے لگا، اور یہ ظالمانہ، فاجرانہ حرکت بھی ظہور پذیر ہوئی

کہ ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس طرح قیدی بنایا گیا جس طرح میدان جنگ میں دشمن کے آدمیوں کو قیدی بنایا جاتا ہے اور جب امام حسین کی شہادت کی خبر حسن بصری کو پہنچی تو وہ رونے لگے اور فرمایا " واحسرتا" اس امت کو کیا ہو گیا ہے اس کے نبی کا بیٹا قتل کر دیا گیا اور وہ دیکھتی رہی۔ اے اللہ ان ظالموں کا مدعی بن جا اور بہت جلد ظلم کرنے والے جان لیں گے اور سچ تو یہ ہے کہ قتل حسین کا حادثہ فاجعہ آج بھی ہر مسلمان کے پہلو میں تیر کی طرح کھٹکتا ہے۔

مروانی حکومت کے دور میں بھی حق پامال ہوتا رہا

قتل حسین کے بعد دلوں میں یہ لاوا اُبل رہا تھا، غم والم کا طوفان گردش کر رہا تھا اموی سفیانیوں کے خلاف بیزاری اور برہمی کی عام فضا طاری تھی اور یزید کے بعد تو یہ طوفان واقعی بہت بڑھا حجاز میں عبداللہ بن زبیر نے خروج کیا عراق پر قبضہ کر لیا نیز خوارج نے خروج کیا اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت سفیانیہ جس نے ایک بہت بڑی معصیت قتل حسین کا ارتکاب کیا تھا اپنی موت مر گئی اور حکومت مروانیہ، ابھری حکومت مروانیہ کے دور میں بھی حق پامال رہا اور شر پھیلتا پھولتا رہا، ہر شخص انہیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا رہا کسی کا بھی یہ خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ اسلام کی حکومت چلا رہے ہیں نہ ان کے نظم مملکت میں دین کو دخل تھا۔ بایں وجہ خاص طور پر وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان صادق جاگزیں تھا اس غیر اسلامی حکومت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بنو مروان کے بعض والی تک اپنے ان فرماں رواؤں کے بارے میں مبتلائے شک وریب تھے اور جو لوگ اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہتے تھے وہ خدا سے سرکشی کے معاملہ میں ان کا ساتھ بھی نہیں دیتے تھے۔

(امام جعفر صادق صہ ۱۸۷)

عبدالملک بن مروان نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میں لوگوں کا علاج تلوار کے ساتھ کروں گا

عبدالملک بن مروان ۷۵ھ میں جب مدینہ (منورہ) گیا تو منبر رسول پر کھڑے ہو کر اس نے اعلان کیا کہ میں اس اُمت کے امراض کا علاج تلوار کے سوا کسی اور چیز سے نہ کروں گا۔ اب اگر کسی نے مجھے اتق اللہ (خدا سے ڈر) کہا تو میں اسکی گردن مار دوں گا۔ ولید بن عبدالملک نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ کو اتنا طویل کیا کہ عصر کا وقت بھی گزرنے لگا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا امیرالمومنین وقت آپ کا انتظار نہ کرے گا اور نماز میں اتنی تاخیر کر دینے پر آپ خدا کے سامنے کوئی عذر نہ پیش کر سکیں گے۔ ولید نے جواب دیا اے شخص تو نے سچ کہا مگر ایسے راست گفتار آدمی کی جگہ وہ نہیں ہے جہاں تو کھڑا ہے۔ چنانچہ اسی وقت شاہی باڈی گارڈ نے اسے قتل کر کے جنت میں پہنچانے کا انتظام کر دیا۔

(خلافت و ملوکیت ص۱۶۶ بحوالہ العقد الفرید ص۶۲)

عبدالملک اور اس کے بیٹے ولید کے دور میں بڑی لعنت حجاج بن یوسف کی گورنری تھی

عبدالملک اور اس کے بیٹے ولید کے زمانے کی سب سے بڑی لعنت حجاج بن یوسف کی گورنری تھی جسے بیس سال تک ظلم وستم کی کھلی چھوٹ ملی رہی اور مشہور امام قرات عاصم بن ابی النجود کہتے ہیں کہ اللہ کی حرمتوں میں سے کوئی حرمت ایسی نہیں رہ گئی جس کا ارتکاب اس شخص نے نہ کیا ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے ان پر بازی لے جا سکتے ہیں۔ حجاج بن یوسف کا عبداللہ بن مسعود کے بارے میں یہ قول تھا کہ اگر ابن مسعود

مجھے مل جاتے تو میں ان کے خون سے زمین کی پیاس بجھاتا اس نے حضرت انس بن مالک اور حضرت سہل بن سعد ساعدی جیسے بزرگوں کو گالیاں دیں اور ان کی گردنوں پر مہریں لگائیں اس نے حضرت عبداللہ بن عمر کو قتل کی دھمکی دی، وہ علانیہ کہتا تھا کہ اگر میں لوگوں کو مسجد کے ایک دروازے سے نکلنے کا حکم دوں اور وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لیے ان کا خون حلال ہے۔ اس کے زمانے میں جو لوگ قید کی حالت میں کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قتل کیے گئے صرف ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے جب وہ مرا ہے تو اس کے قید خانوں میں اسی (۸۰) ہزار بے قصور انسان کسی مقدمے اور کسی عدالتی فیصلے کے بغیر سڑ رہے تھے اور یہ ظالم گورنر تھا۔

کہ عبدالملک نے اپنی اولاد کو مرتے وقت وصیت کی کہ حجاج بن یوسف کا ہمیشہ لحاظ کرتے رہنا

حجاج بن یوسف کے حق میں عبدالملک نے اپنی اولاد کو مرتے وقت وصیت کی کہ حجاج بن یوسف کا ہمیشہ لحاظ کرتے رہنا کیونکہ یہ وہی ہے جس نے ہمارے لیے سلطنت ہموار کی۔ دشمنوں کو مغلوب کیا اور ہمارے خلاف اٹھنے والوں کو دبا دیا۔ یہ وصیت اس ذہنیت کی پوری نمائندگی کرتی ہے جس کے ساتھ یہ لوگ حکومت کر رہے تھے۔ ان کی نگاہ میں اصل اہمیت ان کے اپنے اقتدار کی تھی اس کا قیام واستحکام جس ذریعہ سے بھی ہو ان کے نزدیک مستحسن تھا۔ قطع نظر اس سے کہ شریعت کی تمام حدیں اس کی خاطر توڑ ڈالی جائیں۔ (خلافت وملوکیت صہ ۱۸۶، بحوالہ الاستیعاب صہ ۵۸ ج ۲۔ ابن اثیر صہ ۱۲۳ ج ۴۔) (ابن خلدون صہ ۵۸ ج ۳)

محقق ابوزہرہ نے امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات لکھے ہیں جن میں اموی اور مروانی حکومت کے ظلم وستم اور حجاج بن یوسف کا بھی ذکر ہوا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارے خلاف محاذ جنگ قائم کر لیا گیا اور حضرت علی کو مبتلائے خلفشار رکھا گیا۔ یہاں تک کہ ان کو قتل (شہید) کر دیا گیا پھر ان کے بیٹے حسن (علیہ السلام) کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور ان سے عہد اطاعت کیا گیا لیکن ان سے بھی دھوکا کیا گیا پھر بیس ہزار اہلِ عراق نے حسین علیہ السلام کی بیعت کی مگر ان کو بھی دھوکا دیا حالانکہ وہ اپنے گلوں میں بیعت حسین کا قلاوہ ڈالے ہوئے تھے پھر انہوں نے حسین کو قتل (شہید) کیا پھر اس کے بعد تو ہم اہل بیت ہلاک و برباد ہوتے رہے ہیں مبتلائے مصیبت کیا جاتا رہا ہمیں قتل کیا جاتا رہا ہمیں دہشت زدہ و سراسیمہ کیا جاتا رہا اور ہمارے دوستوں کا خون کہیں بھی مامون و محفوظ نہ تھا اور دروغ گو اور بدسرشت لوگ اپنے جھوٹ اور بدسرشتی کے باعث اپنے ہی جیسے بدکردار اور بدترین عمال و حکام کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے لگے۔ انہوں نے جھوٹی باتیں پھیلانا شروع کیں اور ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہنا شروع کیں جو کبھی ہمارے منہ سے نہ نکلی تھیں نہ ان کا ہم سے کبھی صدور ہوا تھا تاکہ ہمیں بدنام اور رسوا کریں اور حسن (علیہ السلام) کی موت کے بعد تو یہ باتیں زیادہ جوش و خروش کے ساتھ بڑھ گئیں ہر شہر میں ہمارے چاہنے والے قتل کیے جانے لگے ذراسی بدگمانی پر ان کے ہاتھ اور پاؤں قطع کیے جانے لگے جو ہماری محبت کا مدعی تھا یا ہمارے پاس آتا جاتا تھا یا تو اسے قید خانہ میں ڈال دیا جاتا یا اس کی دولت لوٹ لی جاتی یا اس کا گھر ڈھا دیا جاتا۔ پھر عبیداللہ بن زیاد قاتل حسین کے زمانہ میں تو یہ ابتلا اور شدائد کا زور اور زیادہ بڑھ گیا۔ پھر حجاج آیا اور اس نے تو ہمارے ہر حامی اور دوست کو موت کے گھاٹ اتارنے کا تہیہ کر لیا۔ ذراسی بدگمانی پر اس کی تلوار نکل پڑتی جس پر تہمت لگائی جاتی وہ عتاب سے نہ بچ سکتا۔

(امام جعفر صادق صہ ۱۸۲)

ابن زیاد کے زمانہ میں اہل بیت پر مصائب بڑھ گئے

امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات عالیہ سے واضح ہوا کہ اموی اور مروانی حکومت کے بادشاہوں اور عمال اور حکام کا نصب العین یہ تھا کہ جو اہل بیت اطہار کی محبت کا مدعی ہوتا یا ان کا حامی ہوتا اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ ذراسی بدگمانی پر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جاتے اور اس کا مال و دولت لوٹ لیا جاتا اور اس کے مکانات تباہ و برباد کر دیے جاتے۔ ان امویوں نے حضرت مولیٰ علی شیر خدا سے جنگ کی، امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا اور امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں بھوکا و پیاسا شہید کیا۔ شہادت کے بعد ان کے جسم پاک پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا اور آپ کے بدن اطہر سے کپڑے اتار لیے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر پامال کیا گیا اس کے بعد ان کے خیموں کو لوٹا گیا اور خواتین خانوادہ نبوت کے سروں سے چادریں تک اتار لی گئیں اس کے بعد امام حسین اور تمام شہداء کربلا کے سر کاٹ کر کوفہ لے جائے گئے پھر کوفہ سے دمشق لے جائے گئے۔

حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے

امام حسین علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین منی و انا من حسین احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط۔ کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں جو حسین کے ساتھ محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے حسین اسباط سے ایک سبط ہے (سبط بیٹے اور نواسے کو کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب صہ ۳۴۶ ج ۲)

امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو حسن اور حسین کے ساتھ محبت رکھتا ہے میں اس کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور جو ان سے بغض (دشمنی) رکھتا ہے میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین بہت زیادہ عزیز اور

پیارے تھے اور یزید بن معاویہ نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو عبیداللہ بن زیاد علیہ اللعنۃ کے ہاتھوں سے قتل کیا۔ بوقت شہادت امام حسین کے جسم پاک پر ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴ زخم تلواروں کے لگے،

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب امام حسین شہید ہو گئے تو عمرو بن سعد نے اپنے دس شہسواروں کو بلا کر کہا کہ تم اب امام حسین کے جسم پاک پر اپنی دیر گھوڑے دوڑاؤ کہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے، ریزے ریزے ہو جائیں۔ چنانچہ عمرو بن سعد کے کہنے پر آپ کے جسم پاک پر گھوڑے دوڑائے گئے اور جسم کو پامال کر دیا گیا نیز عمرو بن سعد نے خولی بن یزید اصبحی ملعون کو کہا کہ تم امام حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ خولی بن یزید اصبحی امام حسین علیہ السلام کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ امام حسین کے قتل میں بڑے بڑے شریک ہونے والے شیطان اور لعنتی یہ تھے۔

شمر بن ذی الجوشن، سنان بن انس نخعی، عمرو بن سعد وغیرہ اور عمرو ابن سعد نے جب امام حسین کا سر مبارک، خولی بن یزملعون کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیجا تھا تو دوسرے شہداء کربلا کے بھی سر ابن زیاد کے پاس بھیج دیے تھے اور ان شہدا کربلا کے لاشے دشت کربلا میں بے گور و کفن پڑے رہے دوسرے روز اگلے دن بوقت عصر ۱۱ محرم بنو اسد مقام غافریہ سے آئے اور انہوں نے ان تمام لاشوں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش مبارک کے ٹکڑے جمع کر کے سب کو دفن کر دیا۔

امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے تھے

یہ حدیث متعدد مرتبہ گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یہ دونوں (حسن، حسین) جوانان جنت کے سردار ہیں۔ ان دونوں بھائیوں میں سے بڑے امام حسن مجتبیٰ تھے۔ آپ خلفاء راشدین میں سے تھے۔ چنانچہ ہم نے اپنی کتاب "حسب و نسب" میں لکھا ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے تھے مگر العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ النعیمیہ کے مؤلف مفتی اقتدار خاں نے لکھا ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے نہیں تھے امام حسن

کا خلفاء راشدین میں سے ہونا صرف حسب ونسب کے مصنف (مفتی غلام رسول) نے لکھا ہے۔ چنانچہ مصنف حسب ونسب نے اپنی کتاب کی جلد پنجم صہ۲۹۲ پر لکھا ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے اور اسکی دلیل دو حوالے نقل کرتے ہیں۔
پہلا البدایہ والنہایہ جلد ہشتم کا، دوسرا حوالہ ابن کثیر کا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔ (عطایا احمدیہ صہ۱۲۰)

عطایا احمدیہ کے مؤلف کی صریح کذب میانی اور دینی معاملات میں بددیانتی

عطایا احمدیہ کے مؤلف کی یہ صریح کذب بیانی وبددیانتی اور دینی معاملات میں خیانت ہے کیونکہ حسب ونسب جلد پنجم میں صرف دو حوالے ذکر نہیں کیے گئے بلکہ متعدد دلائل بمعہ حوالہ جات ذکر کیے گئے ہیں جن میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ امام حسن علیہ السلام خلفاء راشدین میں سے تھے۔ عطایا احمدیہ کے مؤلف نے خیانت سے کام لیا ہے صرف ان دو حوالوں کا ذکر کیا ہے جن میں ہے کہ خلافت تیس سال ہوگی پھر ظلم وستم والی بادشاہت ہوگی۔ ان دلائل اور حوالوں کا ذکر نہیں کیا جن میں تصریح کے ساتھ موجود ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے تھے چنانچہ ہم اس ضرورت داعیہ کی وجہ سے پھر دوبارہ پہلے ان دلائل اور حوالہ جات کا ذکر کرتے ہیں جو کہ حسب ونسب جلد پنجم میں ذکر کیے گئے ہیں۔

جمہور علماء نے تصریح کی ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے

اور بھی معتبر کتب سے دلائل اور حوالے ذکر کرتے ہیں جن میں امام حسن مجتبیٰ کا خلفاء راشدین میں سے ہونا ثابت ہے اور اس میں جمہور علماء کا مذہب بھی ذکر کریں گے کہ جمہور

علماء بھی امام حسن مجتبیٰ کو خلفاء راشدین میں شمار کرتے ہیں۔ مفسرین، محدثین، مؤرخین، فقہاء اور جمہور علماء نے تصریح کی ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے تھے اس کے ثبوت کے بارے میں مندرجہ ذیل دلائل بمعہ حوالہ جات مذکور ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر ملکا عضوضاً کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی۔

۲۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام حسن نے خلافت کو اس لیے ترک کیا تھا کہ آپ بادشاہوں میں داخل نہیں ہونا چاہتے تھے

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے

۳۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام حسن بھی خلفاء راشدین میں سے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی اور یہ خلافت تیس سال اس وقت مکمل ہوتی ہے جبکہ امام حسن کی خلافت کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔

۴۔ صاحب نبراس نے خلفاء راشدین کی خلافتوں کی مدت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام حسن کی خلافت کی مدت چھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

(نبراس صہ ۵۰۴ حاشیہ ۱)

۵۔ حضرت معاویہ نے خود فرمایا تھا انا اول الملوک میں مسلمانوں میں پہلا بادشاہ ہوں (خلافت وملوکیت صہ ۱۴۸) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ، امام حسن مجتبیٰ کو بادشاہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ خلیفہ راشد سمجھتے تھے۔

۶۔ قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں کہ بادشاہی کی ابتداء حضرت معاویہ سے ہوئی ہے (العواصم من القواصم صہ ۲۰۷) جب مسلمانوں میں بادشاہی کی

ابتداء حضرت معاویہ سے ہوئی تو ثابت ہوا کہ امام حسن خلیفہ راشد تھے۔

۷۔ ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ بادشاہ تھے (منہاج السنۃ صہ ۱۸۵)

۸۔ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں والسنۃ ان یقال لہ ملک و لا یقال لہ خلیفۃ لحدیث سفینۃ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا عضوضاً

(البدایہ والنہایہ صہ ۱۲۵ ج ۸)

حضرت معاویہ خلیفہ نہیں تھے بلکہ بادشاہ تھے

سنت (صحیح طریقہ) یہی ہے کہ حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا جائے خلیفہ نہ کہا جائے بوجہ حدیث سفینہ کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی۔

۹۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں واول ملوک الاسلام معاویۃ بن ابی سفیان (تفسیر ابن کثیر صہ ۱۴ ج ۲) کہ اسلام میں پہلے بادشاہ معاویہ بن ابی سفیان تھے۔

۱۰۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں انقضت الخلافۃ بشہادۃ علی کرم اللہ وجہہ وخلع الحسن ومعاویۃ کان علی سیرۃ الملوک لا علی سیرۃ الخلفاء (حجۃ اللہ البالغہ صہ ۲۱۳ ج ۲)
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور امام حسن کی دستبرداری سے خلافت ختم ہوگئی اور معاویہ بادشاہوں کی سیرت پر تھے، خلفاء راشدین کی سیرت پر نہ تھے۔

۱۱۔ علامہ تفتازانی المتوفی ۷۸۲ھ لکھتے ہیں فمعاویۃ ومن بعدہ لم یکونوا خلفاء بل ملوکا (شرح عقائد) پس معاویہ اور ان کے بعد حکمران

خلفاء نہیں تھے بلکہ بادشاہ اور امراء تھے۔

۱۲۔ سید شریف جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی اور جوان تیس سال کے درمیان حکام ہوئے ہیں وہ خلفاء ہیں اور تیس سال کے بعد جو ہوئے وہ بادشاہ ہیں۔ (شرح مواقف صہ ۷۴۰)

انبیٹھوی لکھتے ہیں امام حسن خلیفہ تھے

۱۳۔ علامہ خلیل احمد انبیٹھوی المتوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں بل علی وحسن خلفاء (بذل المجہود شرح ابوداؤد جلد پنجم) حضرت علی اور امام حسن خلفاء راشدین میں سے ہیں اور بعد میں بادشاہ اور امراء ہیں۔

۱۴۔ ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۶ھ لکھتے ہیں واول ملوک المسلمین معاویۃ (شرح فقہ اکبر صہ ۱۸۳) کہ مسلمانوں کے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ تھے۔

علامہ عبدالحی لکھتے ہیں کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ تھے

۱۵۔ علامہ عبدالحی المتوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں فکان الحسن آخر خلفاء الراشدین بنص جدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فتاوی عبدالحی صہ ۶۵ ج ۲) امام حسن خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ تھے آپ کی خلافت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نص فرمائی ہے۔

۱۶۔ حافظ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں یقول معاویۃ انا اول الملوک (الاستیعاب صہ ۲۸ ج ۳) کہ حضرت معاویہ خود فرماتے ہیں کہ میں پہلا بادشاہ ہوں ان دلائل سے ثابت ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے تھے

بلکہ آپ کی خلافت پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نص فرمائی ہے چونکہ ان دلائل سے امام حسن کی خلافت راشدہ واضح طور پر ثابت ہوتی تھی اس لیے عطایا احمدیہ کے مؤلف نے ان دلائل کے بارے میں ذکر تک نہیں کیا اور کذب بیانی کرتے ہوئے کہا کہ حسب ونسب کے مصنف نے صرف دو حوالے ذکر کیے ہیں پھر اس مؤلف نے کہا کہ مجھ سے اس مسئلہ کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا اور میں جواب دیتا ہوں کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے نہیں تھے ہم نے تو اب تک یہی سنا تھا کہ خلافت راشدہ صرف خلفاء اربعہ کی تھی۔

(عطایا احمدیہ صہ ۱۲۰، ج ۵)

اب قارئین حضرات اندازہ کریں کہ جو دلائل بمعہ حوالہ جات ہم نے ذکر کیے ہیں وہ عطایا احمدیہ کے مؤلف نے نہ پڑھے ہیں اور نہ ہی سُنے ہیں۔ اب یہ مؤلف اسی بارے میں اور دلائل بمعہ حوالہ جات پڑھے اور سُنے۔

امام حسن کی خلافت پر رسول پاک نے نص فرمائی ہے

۱۷۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ امام احمد نے حماد بن سلمہ، سعید بن جمہان اور سفینہ کی زبانی لکھا ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تیس سال تک خلافت رہے گی اور اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔ تمام اصحاب سنن نے یہ حدیث لکھی ہے اور ابن حبان وغیرہ اس کو صحیح کہتے ہیں۔ جمہور علماء کا بیان ہے کہ چاروں خلفاء اور امام حسن کے زمانہ تک کی مدت یہی تیس سال ہیں، بزار نے محمد بن سکین، یحیٰی بن حسان یحیٰی بن حمزہ، مکحول، ثعلبہ اور ابو عبیدہ بن جراح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد لکھا ہے کہ اسلام کا آغاز نبوت و رحمت سے ہوا پھر خلافت و رحمت ہوگی پھر ملوکیت و ستم رانی کا دور دورہ ہوگا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (تاریخ الخلفاء صہ ۳۵)

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ امام حسن آخری خلیفہ تھے

۱۸۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ امام حسن بن علی بن ابی طالب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ ہیں اور حدیث شریف کے موافق آخری خلیفہ ہوئے علامہ ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ حسن و حسین یہ دونوں نام جنتیوں کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کیونکہ وہ ان دونوں ناموں سے ناواقف تھے۔

(تاریخ الخلفاء صد ۱۸۹)

اس سے ثابت ہوا کہ محدثین اور جمہور علماء کا یہ ہی مذہب ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے اور آپ کا آخری خلیفہ ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

۱۹۔ مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ میں بحوالہ لمعات مذکور ہے کہ مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ایک جماعت حضرت معاویہ کے ساتھ تھی اور ایک جماعت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ تھی وکان الحسن احق بذالک وقد بقی ستة اشھر من ثلاثین سنة اللتی بھا یتوما اخبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقولہ الخلافة بعدی ثلاثون سنة۔ (مشکوٰۃ المصابیح حاشیہ ع۲ بحوالہ لمعات)

تیس سال سے باقی چھ ماہ رہ گئے جو امام حسن کی خلافت کے ساتھ تیس سال مکمل ہوئے

امام حسن اس خلافت کے زیادہ مستحق تھے اور تیس سال میں سے باقی چھ ماہ رہ گئے جو امام حسن کی خلافت کے ساتھ تیس سال مکمل ہوئے جس کے

ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی چونکہ تیس سال کی مدت خلافت راشدہ کی مدت تھی یہ مدت امام حسن کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوئی ہے، تو ظاہر ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے۔

۲۰۔ خلافت و ملوکیت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہی ہوگی اور یہ مُدت ربیع الاول ۴۱ھ میں ختم ہوگئی جبکہ امام حسن حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوئے۔ (خلافت و ملوکیت صہ۱۴۸)

مفتی احمد یار خان نعیمی نے لکھا ہے کہ خلافت عثمانی و مرتضوی و خلافت امام حسن کا انتخاب ارکان دولت نے کیا ہے

۲۱۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی المتوفی ۱۳۹۱ھ نے خلیفہ کے انتخاب کے طریقہ میں لکھا ہے ارکان دولت کا انتخاب جیسے خلافت عثمانی و مرتضوی و خلافت امام حسن ہے نیز لکھا ہے کہ امام حسن کے بعد حضرت معاویہ بادشاہ ہوئے تھے۔ (تفسیر نعیمی جلد دوم)

اب اس عبارت سے ظاہر ہے جیسے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی خلفاء راشدین میں سے تھے اسی طرح امام حسن بھی خلفاء راشدین میں سے تھے اور بادشاہت کا آغاز حضرت معاویہ سے ہوا تھا۔

۲۲۔ نعیم الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاء راشدین کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں فتوحات عظیم ہوئے اور کسریٰ وغیرہ ملوک کے خزائن مسلمانوں کے قبضہ میں

آئے اور امن و تمکین اور دین کا غلبہ حاصل ہوا، ترمذی و ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا اسکی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان ص۵۷۱ سورۃ نور ع۲۴)

مولانا امجد علی نے بھی لکھا ہے کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے

۲۳۔ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "عقیدہ" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے۔ ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

(بہار شریعت ص۲۷ حصہ اوّل)

صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی خلفاء راشدین کی خلافت راشدہ کی مدت لکھتے ہوئے کہا کہ امام حسن کی خلافت چھ ماہ ہوئی

جب صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا امجد علی اور مفتی احمد یار خان

نعیمی نے بھی تصریح کردی ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین ہیں تھے اور آپکی خلافت خلافتِ راشدہ تھی تو عطایا احمدیہ کے مؤلف کا یہ کہنا کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے نہ تھے اس کا یہ انکار دراصل فی الواقع امر کا انکار ہے جس کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی کوئی بنیاد ہے بلکہ یہ اس کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

عطایا احمدیہ کا مؤلف حضرت علی شیر خدا کی خلافت کو خلافت علوی لکھتا ہے جو کہ صریح غلط ہے

کیا عطایا احمدیہ کا مؤلف ان تمام مفسرین، محدثین، متکلمین، فقہاء اور جمہور علماء سے زیادہ شمسی و قمری کو جانتا ہے کہتا ہے کہ میں نے شمسی و قمری حساب لگایا ہے کیا یہ لوگ اور جمہور علماء بغیر حساب لگائے ہوئے مسائل بیان کرتے تھے۔ اس مؤلف پر جنون طاری تھا اور جس کو جنون لاحق ہو وہ تمام عقل مند لوگوں کو اپنی طرح تصور کرتا ہے۔ بایں وجہ اس کی تمام باتیں غلط اور تحقیق کے خلاف ہیں اور ملاحظہ کریں لکھتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت علوی تھے یہ بھی اسکی بہت بڑی غلطی ہے۔ مولیٰ علی شیر خدا کی خلافت کو علوی کیسے کہا جا سکتا ہے اور مولیٰ علی شیر خدا علوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ بہار شریعت میں ہی ہے مولیٰ علی (شیر خدا) علوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ (بہار شریعت ص۲۷، حصہ اوّل)
جب مولیٰ علی شیر خدا علوی نہ ہوئے تو آپ کی خلافت کو خلافت علوی کہنا کیسے صحیح ہوا بلکہ آپ کی خلافت کو خلافت مرتضوی کہا جا سکتا ہے۔

۲۴۔ شرح عقائد میں ہے والخلافۃ ثلاثون سنۃ ثم بعدھا ملک و امارۃ اور خلافت تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہت اور امارت ہوگی اور خلافت راشدہ علی طریق منہاج نبوت ہے یعنی خلافت راشدہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نیابت کو کہتے ہیں، ملوکیت اور بادشاہت میں سچی نیابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر بعدھا ملکا عضوضا، خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہوگی یعنی جس میں ظلم و تشدد ہوگا اس حدیث کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا خلافت تیس سال ہوگی اس کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی اور بادشاہت شروع ہوگی۔

حضرت سفینہ نے جو حساب لگایا ہے وہ تخمینہ ہے

حضرت سفینہ نے خلافت کی مدت اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا زمانہ دو سال ہے اور حضرت عمر فاروق کی خلافت کا زمانہ دس سال ہے اور حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ بارہ سال ہے اور حضرت علی کی خلافت کا زمانہ چھ سال ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صہ۴۶۳، کتاب الفتن)

حضرت سفینہ نے مدت خلافت تیس سال کا جو حساب لگایا ہے وہ تخمینہ اور اندازہ لگایا ہے حضرت سفینہ نے کسور یعنی مہینوں اور دنوں کا حساب نہیں لگایا بلکہ صرف سال ذکر کر کے حساب لگایا ہے ورنہ دیگر صحیح روایات اور معتبر تاریخوں میں تیس سال مدت خلافت اس طرح مذکور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ ہے، حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ ہے، حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ بارہ سال ایک ماہ کم ہے، حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا زمانہ چار سال نو ماہ ہے۔ اس طرح چاروں خلفاء کی تمام مدت خلافت انتیس سال چھ ماہ بنتی ہے اور چھ ماہ باقی رہے وہ امام حسن مجتبیٰ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ امام حسن بھی خلفاء راشدین میں سے تھے (شرح عقائد نسفی اردو ترجمہ بحوالہ مظاہر حق) اس سے بھی ثابت ہوا کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں

سے تھے، عطایا احمدیہ کے مؤلف کو شمسی و قمری غلط حساب لگا کر بلا وجہ دخل اندازی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ مصنف حسب ونسب نے جو خلافت راشدہ کے بارے میں حساب لکھا ہے اس کا کوئی حوالہ نہیں لکھا یہ بھی اس کی کذب بیانی ہے کیونکہ ہم نے اس کا حوالہ نبراس کے حاشیہ سے لکھا ہے۔

عطایا احمدیہ کے مؤلف کی بنیادی غلطی

عطایا احمدیہ کے مؤلف کی بنیادی غلطی یہ ہے جو اس نے لکھا ہے کہ خلافت راشدہ کو خود رب تعالےٰ نے قائم و معین، مقرر، مرتب فرمایا ہے۔ (عطایا احمدیہ صد ۱۲۱ جلد پنجم) اس کی یہ صریح غلطی اور اصول شریعت کے خلاف ہے کیونکہ خلافت راشدہ کے خلفاء کا تقرر و تعین مسلمان کرتے ہیں۔ چنانچہ مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں کہ خلافت دو قسم پر ہے ایک خلافت نبوت کے ساتھ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت اس کا تعین و تقرر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور دوسری خلافت بغیر نبوت کے جیسے کہ خلافت راشدہ اس کے خلفاء کا تقرر و تعین مسلمان کرتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی صد ۲۵۵ ج اول)

نیز لکھتے ہیں کہ خلافت کے لیے خلفاء کے انتخاب کا اسلام میں اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) پہلا خلیفہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر جائے جیسے خلافت فاروقی کہ صدیق اکبر کے انتخاب سے عمل میں آئی۔

(۲) عام مسلمانوں کا انتخاب جیسے خلافت صدیقی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحتاً کسی کو خلافت نہ دی اجماع (اتفاق) مسلمین سے صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہو گئے۔

(۳) ارکان دولت کا انتخاب جیسے خلافت عثمانی و مرتضوی و خلافت امام حسن۔

(تفسیر نعیمی صد ۶۱۶ جلد دوم)

اس سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ میں خلیفہ کا تقرر و تعین مسلمان ہی کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ کے گھر میں صحابہ کرام کا اجتماع ہوا

حافظ بیہقی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سعد بن عبادہ کے گھر میں لوگوں کا اجتماع ہوا جس میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر بھی موجود تھے، ایک انصاری خطیب نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے گروہ قریش رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب تم میں سے کسی کو حاکم بناتے تو ہم سے بھی ایک انصاری کو اس کا مددگار بناتے تھے اس لیے مساوات کے مدنظر مناسب یہی ہے کہ ایک حاکم تم میں سے بنایا جائے اور ایک ہم میں سے تاکہ کوئی نزاع نہ رہے اس کے بعد اور انصار نے اسی طرح بیان کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں نے خلیفہ منتخب کیا

زید بن ثابت نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لیے ان کا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہی ہونا چاہیے اور چونکہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار و مددگار تھے اس لیے ان کے خلیفہ کے بھی مددگار و انصار رہیں گے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ تمہارے سردار ہیں اور خود ان کی بیعت کی اور اس کے بعد حضرت عمر نے بیعت کی پھر مہاجرین و انصار نے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر نے بر سر منبر تشریف لا کر تمام حاضرین پر نظر ڈالی اور فرمایا زبیر دکھائی نہیں دیتے انہیں بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ آئے حضرت ابو بکر نے فرمایا اے زبیر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں کیا آپ مسلمانوں کی کمر توڑنا چاہتے ہیں حضرت زبیر نے جواباً کہا اے خلیفہ رسول اللہ آپ فکر نہ کیجیے اور پھر بیعت کر لی اس کے بعد

حضرت ابوبکر نے فرمایا حضرت علی نظر نہیں آرہے ان کو بھی بلاؤ وہ جب آئے تو ان سے فرمایا اے علی آپ رسول اللہ کے چچازاد بھائی اور داماد رسالت ہوتے ہوئے اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہو انہوں نے جواباً کہا اے خلیفہ رسول اللہ آپ فکر نہ کیجیے اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی۔ (تاریخ الخلفاء صد ۷۴)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں نے خلیفہ منتخب کیا اور جب ابوبکر صدیق دنیا سے تشریف لے جانے لگے اور آپ بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت عمر فاروق کو خلیفہ منتخب کیا۔ چنانچہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر جب زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور حضرت عمر فاروق کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میری بہ نسبت آپ ان سے زیادہ واقف ہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا اگرچہ میں ان سے واقف ہوں لیکن تم بتاؤ وہ کیسے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا ان کے بارے میں جو آپ کی رائے ہے بخدا اس سے زیادہ میں ان کو بہتر سمجھتا ہوں پھر حضرت عثمان کو بلا کر یہی پوچھا انہوں نے کہا بخدا عمر کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے۔ ان جیسا بزرگ و برتر ہم میں اور کوئی نہیں ہے۔ پھر مہاجرین وانصار اور سعید بن زید اور اُسید بن حضیر سے مشورہ کیا تمام نے حضرت عمر کے بارے میں اچھی رائے دی۔

علامہ ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے سخت بیماری کی حالت میں کھڑکی سے سر باہر نکال کر لوگوں کو کہا کہ میں نے ایک شخص کا انتخاب کیا ہے کیا تم راضی ہو اس پر سب نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ ہم آپ کے انتخاب پر راضی ہیں۔ لیکن حضرت علی نے بڑھ کر کہا حضرت عمر کے سوا ہم کسی اور کو پسند نہیں کرتے اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ منتخب کردہ عمر ہی ہیں۔

(تاریخ الخلفاء صد ۸۹)

حضرت ابوبکر صدیق کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق نے پڑھائی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ میں ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو روضہ رسول میں دفن کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء صا۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت صہیب نے پڑھائی

حضرت ابوبکر صدیق نے چونکہ حضرت عمر فاروق کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا لہٰذا آپ خلیفہ ہوئے آپ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ مجوسی نے شہید کیا تھا آپ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کے لیے مجلس شوریٰ مقرر کر دی چنانچہ آپ کو کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ منتخب فرما دیجیے فرمایا انتخاب خلیفہ کے لیے وہ چھ آدمی زیادہ مستحق ہیں جن سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی رہے پھر ان چھ اشخاص کے نام یہ ہیں، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اور سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن عمر کو فرمایا کہ حضرت عائشہ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ وہ مجھے میرے دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت دیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اجازت دے دی اور آپ کی نماز جنازہ مسجد میں حضرت صہیب نے پڑھائی اور آپ کو روضہ رسول میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ارکان مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ آپ حضرات تین اشخاص کو اپنا نمائندہ بنا لیں۔ چنانچہ حضرت زبیر نے حضرت علی شیر خدا کو اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ سعد بن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن بن عوف کو مقرر کیا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان غنی کو مقرر کیا۔ چنانچہ تین منتخب اشخاص باہم گفتگو کے لیے ایک علیحدہ مقام میں گئے جہاں عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ میں خلیفہ نہیں بننا چاہتا۔ اب آپ دونوں میں سے ایک کو دست بردار ہونا ہے تاکہ باقی کو امور خلافت سپرد کر دیے جائیں، حضرت علی اور حضرت عثمان خاموش رہے۔ عبدالرحمان بن عوف

نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ انتخاب خلیفہ کا کام میرے سپرد کر دیجیے دونوں نے کہا کہ بہتر ہے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت علی سے تنہائی میں کہا کہ آپ پہلے اسلام لائے ہیں اور ساتھ ہی آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں اگر میں آپ کا انتخاب کر لوں تو کیا آپ عدل وانصاف کریں گے اور اگر آپ کے مقابلہ میں دوسرے کو خلیفہ بنا دوں تو آپ اس کی اطاعت کریں گے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ ہاں پھر حضرت عثمان سے تنہائی میں یہ بات کہی اور جب انہوں نے بھی یہ وعدہ کر لیا تو عبدالرحمان بن عوف نے حضرت عثمان غنی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی اور پھر حضرت علی نے بھی حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ اور حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک مصری شخص نے جس کا نام حمار تھا شہید کیا اور آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیر نے پڑھائی تھی۔

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے دن تمام صحابہ نے حضرت علی شیر خدا کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کر لی اور آپ برحق خلیفہ مقرر ہوئے۔

مولیٰ علی کی نماز جنازہ امام حسن نے پڑھائی

حضرت علی شیر خدا کو ابن ملجم خارجی نے شہید کیا آپ کی نماز جنازہ امام حسن علیہ السلام نے پڑھائی۔ حضرت مولیٰ علی کی شہادت کے بعد امام حسن کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی اور آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور چھ ماہ آپ نے خلافت کی پھر حضرت معاویہ کے حق میں آپ دست بردار ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء صہ۱۹۲)

اب اس سے ظاہر ہے کہ خلفاء راشدین کا تقرر وتعین مسلمانوں نے کیا تھا۔ عطایا احمدیہ کے مؤلف کا یہ کہنا کہ خلفاء راشدین کا تقرر وتعین اللہ تعالیٰ کرتا ہے مسلمان نہیں کرتے صریح غلط اور بے بنیاد بات ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، عثمان غنی مولیٰ علی شیر خدا اور امام حسن مجتبیٰ کا انتخاب مسلمانوں نے کیا تھا اور مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر کے ان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اور عطایا احمدیہ کے مؤلف نے یہ بھی

لکھا ہے کہ خلافت راشدہ کی امتیازی شان ونشان یہ ہے کہ کسی بھی خلیفہ راشدہ کو تا عمر یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی خلافت کو چھوڑے اور کسی کے حق میں دست بردار ہو جائے۔ ہر خلیفہ راشد پر واجب ہے کہ تا وفات خلافت خود نہ چھوڑے۔ اگرچہ جان جاتی رہے اور قتل کر دیا جائے ورنہ خلیفہ گنہگار عنداللہ مجرم ہوگا کیونکہ یہ خلافت راشدہ رب تعالےٰ کا تقرر و ترتب ہے۔ اگر امام حسن بھی خلیفہ راشدین میں سے ہوتے تو کچھ بھی ہو جاتا کتنی ہی خون ریزی قتل عام ہو جاتا ہرگز ہرگز نہ چھوڑتے نہ امیر معاویہ کو حکومت دیتے۔

(العطایا الاحمدیہ صد ۱۲۱ جلد ۵)

خلیفہ راشد کا خلافت راشدہ سے دست بردار ہونا جائز ہے

اس مؤلف کی یہ تمام باتیں وضعی اور جعلی ہیں۔ خلیفہ راشد کے لیے خلافت راشدہ سے دست بردار ہونا جائز ہے۔ خلیفہ راشد کا تقرر و تعین رب تعالیٰ نہیں کرتا بلکہ عام مسلمان کرتے ہیں جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے اور خلیفہ راشد کا خلافت راشدہ سے دست برداری جائز ہے۔ چنانچہ علامہ بلقینی نے آپ کی دست برداری خلافت سے یہ استدلال کیا ہے کہ خلافت ایک بلند ترین منصب ہے اس سے دست برداری جائز ہے تو اس نام نہاد مؤلف کا کہنا کہ اگر خلیفہ راشد دست بردار ہو تو وہ گنہ گار اور مجرم ہے کتنی اسکی یہ بات شریعت اسلامیہ اور اصول دین کے خلاف ہے۔ خلیفہ راشد مجرم نہیں ہوگا بلکہ عطایا احمدیہ کا یہ مؤلف خود گنہ گار اور مجرم ہے بلکہ قابل تعزیر ہے کسی مجتہد اور فقیہ نے نہیں لکھا کہ خلیفہ راشد کا خلافت راشدہ سے دست بردار ہونا ناجائز ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو امام حسن علیہ السلام کبھی بھی دست بردار نہ ہوتے آپ کی دست برداری سے شرعًا یہ ثابت ہو گیا کہ خلیفہ راشد کا خلافت راشدہ سے دست بردار ہونا جائز ہے پھر عطایا احمدیہ کے مؤلف نے اپنی بے بنیاد اور بیہودہ بات پر دلائل ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے پہلی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ذکر کی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔

" اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ اللہ انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے کہ ان سے پہلوں کو دی "

چار خلفاء راشدین نہیں ہیں بلکہ پانچ ہیں

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس مؤلف نے لکھا ہے کہ آیت میں سابقہ امتوں کے برابر چار خلفاء عظام کا ذکر ملتا ہے۔ اس مؤلف کا یہ مفہوم سمجھنا کہ چار خلفاء کے برابر کا ذکر ملتا ہے صریح غلط ہے کیونکہ چار خلفاء راشدین نہیں ہیں بلکہ پانچ ہیں پانچویں امام حسن مجتبیٰ ہیں۔ چنانچہ صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خلفاء راشدین میں سے امام حسن مجتبیٰ بھی تھے لہٰذا اس مؤلف کا چار کا ذکر کرنا غلط ثابت ہوا۔

اور عطایا احمدیہ کے مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ سورۂ نور آیت ۵۵ میں کما استخلف کی تشبیہ میں تعداد خلفاء اور مدارج ومراتب خلفاء دونوں کی تثلیت اور برابری بیان فرمائی گئی کہ وہ چار تو یہ بھی چار (عطایا احمدیہ صد۱۲۲)

یہ بھی اس مؤلف کی صریح غلطی ہے کیونکہ چار کی برابری نہیں ہے۔ خلفاء راشدین چار نہیں ہیں بلکہ امام حسن مجتبیٰ کے ساتھ پانچ ہیں۔ جیسے کہ پہلے متعدد مرتبہ گذر چکا ہے اور کما استخلف کی تشبیہ سے بھی چار ثابت کرنے غلط ہیں۔ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر کما استخلف کے تحت میں حضرت صدر الافاضل لکھتے ہیں جیسے حضرت داؤد وسلیمان وغیرہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور جیسے کہ جابرہ مصر وشام کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو خلافت دی اب اس سے ظاہر ہے کہ کما استخلف سے صرف چار کا تعین مراد نہیں ہے بلکہ اس سے تو مراد حضرت داؤد وسلیمان وغیرہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل کے تمام خلفاء ہیں۔ اب واضح ہوا کہ مؤلف نے جو سمجھا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں چار چار خلفاء مراد ہیں غلط ہے بلکہ مشبہ لیستخلفنھم

میں خلفاء راشدین پانچ ہیں اور مشبہ بہ کما استخلف میں حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور بنی اسرائیل کے تمام خلفاء مراد ہیں۔

تشبیہ کا معنے

دراصل اس مؤلف نے تشبیہ سے جو یہاں مقصد ہے وہ نہیں سمجھا، تشبیہ کے معنے ہیں ایک امر کو دوسرے امر کے ساتھ کسی صفت میں شریک بنانا جیسے کہا جائے زید اسد کہ زید شیر کے ساتھ بہادری میں شریک ہے۔ اس میں زید مشبہ ہے اور اسد مشبہ بہ ہے اور کاف حرف تشبیہ ہے اور شجاعت وجہ شبہ ہے۔ علامہ خطیب قزوینی المتوفی ۷۳۹ھ تشبیہ کی بحث میں لکھتے ہیں۔

واعلیٰ مراتب التشبیہ فی قوۃ المبالغۃ باعتبار ذکر ارکانہ کلہا او بعضہا علیٰ حذف وجہہ واداتہ فقط او مع حذف المشبہ ثم حذف احدہما کذالک ولا قوۃ لغیرھا۔
(تلخیص المفتاح صـ۲۷۹)

تشبیہ کے چار ارکان ہیں

تشبیہ کے چار ارکان ہیں۔

۱۔ مشبہ
۲۔ مشبہ بہ
۳۔ وجہ شبہ
۴۔ ادات تشبیہ

یعنی حروف تشبیہ اور ان میں سے مشبہ بہ تو کبھی حذف نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ باقی ارکان میں سے محذوف بھی ہو جاتا ہے اور مذکور بھی۔ لہذا ارکان تشبیہ کے محذوف و مذکور ہونے کے اعتبار سے آٹھ صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ مشبہ مذکور ہو اور وجہ شبہ بھی مذکور ہو۔
۲۔ مشبہ مذکور ہو اور وجہ شبہ محذوف ہو۔
۳۔ مشبہ محذوف ہو اور وجہ شبہ مذکور ہو۔
۴۔ مشبہ محذوف ہو اور وجہ شبہ بھی محذوف ہو۔

یہ چار صورتیں ہوئیں۔ ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ حرف تشبیہ مذکور ہو۔

دوئم یہ کہ حرف تشبیہ محذوف ہو لہٰذا یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں۔ علامہ قزوینی فرماتے ہیں کہ قوت مبالغہ میں تشبیہ کا سب سے اعلیٰ مرتبہ اس کے جملہ ارکان یا بعض ارکان کے ذکر کے اعتبار سے وہ ہے جس میں صرف وجہ تشبیہ اور ادات تشبیہ محذوف ہوں جیسے زید اسد یا دونوں مع مشبہ کے محذوف ہوں جیسے کہ من جاء کے جواب میں کہا جائے اسدٌ پھر اس مرتبہ کے بعد اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ صرف وجہ شبہ محذوف ہو جیسے زید کا الا سد یا حذف ادات تشبیہ ہو جیسے زید اسد فی الشجاعۃ یا وجہ شبہ مع مشبہ محذوف ہو جیسے کا الاسد، یا ادات تشبیہ مع مشبہ محذوف ہو جیسے اسد فی الشجاعۃ۔ یہ چھ صورتیں ہوئیں جن میں پہلے دو اعلیٰ مرتبہ ہیں اور بعد کی چار بھی اعلیٰ ہیں مگر اولین سے کم ہیں۔ اب دو صورتیں باقی ہیں۔ یعنی ذکر الاداۃ و وجہ الشبہ مع المشبہ۔ ذکرھما بدون المشبہ ان دونوں صورتوں میں ذرا مبالغہ نہیں ہے۔

مشبہ بہ کسی صورت میں محذوف نہیں ہوتا

اس مؤلف نے کما استخلف کی تشبیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ چار خلفاء راشدین کی تشبیہ چار خلفاء انبیاء عظام کے ساتھ دی گئی ہے اس کی یہ بات غلط اور علم بیان کے قانون کے خلاف ہے کیونکہ اس پر تو لازم آتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں محذوف ہوں حالانکہ مشبہ بہ کسی صورت میں بھی حذف نہیں ہوتا یہاں تشبیہ صرف استخلاف میں ہے اور خلفاء راشدین پانچ ہیں ان کا تقرر و تعین عام مسلمان

کرتے ہیں اور جو خلفاء انبیاء کرام ہیں ان کی خلافت مع النبوت ہے اس کا تعین و تقرر رب تعالیٰ کرتا ہے پھر عطایا احمدیہ کے مؤلف نے خلافت آدم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ اعراف کی ایک آیت واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح کا ترجمہ وتفسیر غلط کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے اور اے بنی اسرائیل اس نعمت کو یاد کرو جب اللہ نے تم میں بہت سے خلیفہ بنائے۔ امت نوح کے بعد اب اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے قوم ہود کو خطاب فرمایا ہے کہ اے قوم ہود تم یاد کرو اس نعمت کو جب اللہ نے تمہیں قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا۔ اب مراد قوم ہود ہے جن کو قوم نوح کا جانشین بنایا گیا۔

بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں

یہ مؤلف بنی اسرائیل کو جانشین قوم نوح کا بنا رہا ہے۔ بنی اسرائیل اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے کیونکہ بنی اسرائیل تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ بنی اسرائیل حضرت نوح کی قوم کے جانشین کیسے بن سکتے ہیں۔ ان غلطیوں کے علاوہ عطایا احمدیہ میں بے شمار فکری، علمی، لفظی، معنوی اور شرعی غلطیاں ہیں۔ یہ کتاب عطایا احمدیہ نہ پڑھنے کے قابل ہے اور نہ ہی استدلال اور عمل کے قابل ہے اس نام نہاد مؤلف نے دوسری دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین والمؤمنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو فرمایا اے عثمان اگر اللہ تعالیٰ تجھے حاکم بنائے اس اُمت کے امور کا پس منافقون ارادہ کریں کہ تمہاری قمیص (خلافت) اتروالیں جو تم کو اللہ نے پہنائی ہے۔ پس اس کو نہ اتارنا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو یہ تین مرتبہ فرمایا۔

(عطایا احمدیہ صہ۱۲۳)

حضرت عائشہ صدیقہ مومن مردوں کی ماں ہیں عورتوں کی ماں نہیں ہیں

اس مؤلف نے اس روایت کا ترجمہ کرتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام پاک کے ساتھ ام المؤمنین والمومنات لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی ماں ہیں یہ بھی اسکی علمی اور شرعی واصولی غلطی ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مؤمن مردوں کی ماں ہیں عورتوں کی ماں نہیں ہیں یہ مسئلہ قرآن پاک میں بھی موجود ہے نیز اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا ہے کہ میں مؤمن مردوں کی ماں ہوں عورتوں کی ماں نہیں ہوں چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انا ام رجالکم لا ام نساءکم کہ میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں۔
(فتاوی رضویہ صد ۳۳۶)

اب اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمان مردوں کی ماں ہیں اور مسلمان عورتوں کی ماں نہیں ہیں۔ عطایا احمدیہ کا مؤلف اپنی نادانی اور بے وقوفی کی وجہ سے خلاف اصول اور خلاف شریعت باتیں کرتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کتابوں میں کیا لکھا ہوا ہے۔

حضرت عثمان غنی کا خلافت کو نہ چھوڑنا اور شہید ہو جانا

ابن ماجہ کی مروی روایت ذکر کرنے کے بعد یہ مؤلف لکھتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے لہٰذا انہوں نے خلافت کو نہ چھوڑا بلکہ جان دے دی اور شہید ہو گئے۔ اگر امام حسن خلیفہ راشد ہوتے تو وہ خلافت سے دست بردار نہ ہوتے جب وہ دست بردار ہو گئے تو وہ خلیفہ راشد نہ ہوئے (عطایا احمدیہ صد ۱۲۳)۔

یہ بات بھی اس مؤلف کی غلط ہے تمام نے امام حسن مجتبیٰ کے بارے لکھا ہے کہ آپ خلفاء راشدین میں سے تھے اور آپ کی خلافت خلافت راشدہ تھی اور خلافت راشدہ سے دست بردار ہونا اصولاً وشرعاً جائز ہے جیسے کہ پہلے تاریخ الخلفاء کے حوالے سے گذر چکا ہے۔ باقی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دست بردار نہ ہونا اور شہید ہو جانا اسکی وجہ یہ تھی کہ اگر حضرت عثمان خلافت چھوڑ دیتے تو منافق لوگ کہتے کہ حضرت عثمان حق پر نہیں تھے حالانکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ بایں وجہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو فرمایا کہ خلافت کو نہ چھوڑنا کہ تم حق پر ہو گے اور منافق باطل پر ہوں گے۔ اگر حضرت عثمان خلافت چھوڑ دیتے تو منافق کہتے کہ حضرت عثمان حق پر نہیں تھے۔

چنانچہ اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی لمعات میں لکھتے ہیں۔ فالناس ان قصدوا عزلك عنها فلا تعزل نفسك عنها لاجلهم لكونك على الحق وكونهم على الباطل وفي قبول الخلع ايهام وتهمة فلذا كان عثمان ما عزل نفسه حين حاصروه۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۲، حاشیہ ع۳ بحوالہ لمعات)

اب شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے وضاحت کردی ہے کہ حضرت عثمان کا خلافت راشدہ کو نہ چھوڑنا اس لیے تھا کہ منافق تہمت نہ دیں اگر آپ چھوڑ دیتے تو منافق لوگ تہمت دیتے کہ آپ حق پر نہیں تھے آپ نے جان دے کر ثابت کر دیا کہ میں حق پر ہوں اور میں تمہارے کہنے پر خلافت کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ امام حسن مجتبیٰ کا معاملہ حضرت عثمان سے منفرد تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور نص کے مطابق خلافت کی مدت تیس سال پوری ہوگئی۔ امام حسن بادشاہت میں داخل نہیں ہونا چاہتے تھے لہٰذا خلافت کو چھوڑ دیا اور خلافت راشدہ کا چھوڑنا جائز ہے اور عطایا احمدیہ کے مؤلف کا ابن ماجہ کی روایت سے اپنے مطلب پر استدلال کرنا باطل ہے۔

تیسری دلیل کا جواب

اس مؤلف نے تیسری دلیل مشکوٰۃ سے جابر بن سمرہ کی روایت پیش کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث پاک میں خلافت مطلقہ کا ذکر ہے (عطایا احمدیہ صد۱۲۳) جب اس مؤلف کے قول کے مطابق یہ حدیث پاک خلافت مطلقہ کے بارے میں ہے تو پھر اس کا اپنے مطلب کے ثابت کرنے کے لیے اس کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں ہے کیونکہ امام حسن مجتبیٰ کی خلافت تو راشدہ ہے اور آپ خلفاء راشدین میں سے تھے۔ لہٰذا خلافت مطلقہ کی دلیل سے استدلال کرنا باطل ہے۔ اور عطایا احمدیہ کے مؤلف مفتی اقتدار خان نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں جو کہا ہے کہ آپ خلیفہ راشد نہیں تھے یہ غلط اور بے بنیاد ہے۔

امام حسن مجتبیٰ کے لشکر کی تعداد

مفسرین، محدثین، مؤرخین، متکلمین، فقہاء اور جمہور علماء نے تصریح کی ہے کہ امام حسن مجتبیٰ خلفاء راشدین میں سے تھے اور آپ کی خلافت، خلافت راشدہ تھی۔ اور امام حسن مجتبیٰ اپنی ذات بابرکات اور شخصیت کے اعتبار سے نہایت بارعب تھے۔ حضرت معاویہ نے جب امام حسن کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور ساٹھ ہزار شامی فوج کو لے کر عراق کی طرف روانہ ہوئے تو امام حسن مجتبیٰ بھی ان کے مقابلہ کے لیے نکلے امام حسن کے لشکر کی تعداد حافظ ابن کثیر نے بحوالہ صحیح بخاری اس طرح ذکر کی ہے کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ خدا کی قسم امام حسن بن علی حضرت معاویہ کے مقابلے میں پہاڑوں کی مانند لشکر لے گئے تھے۔ اس لشکر کو دیکھتے ہی عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ کو کہا کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں کہ وہ جب تک اپنے حریفوں کو قتل نہ کر ڈالیں گے بیٹھ نہ پھیریں گے تو حضرت معاویہ نے کہا اگر امام حسن کے لشکر نے ہمارے لشکر کو قتل کر دیا تو ہمارے پاس انتظام کرنے والا کون رہ جائے گا۔

امام حسن نے فرمایا کہ ہم بنو عبد المطلب ہیں کسی سے ڈرتے نہیں ہیں

جب حضرت معاویہ کو یہ خوف دامن گیر ہوا تو حضرت معاویہ نے بنو عبد شمس کے دو آدمیوں یعنی عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو حضرت امام حسن کی خدمت میں صلح کی بات چیت کرنے کے لیے بھیجا جب وہ دونوں امام حسن کی خدمت میں پہنچے اور صلح کے لیے عرض کیا تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہم بنو عبدالمطلب ہیں یعنی کسی سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ دونوں نے عرض کیا کہ معاویہ کی تو جناب کی خدمت میں یہی درخواست ہے۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۷ ج ۸)

اس سے ظاہر ہے کہ امام حسن علیہ السلام بڑے رعب اور جلال والے تھے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لیے میری شجاعت وسخاوت ہے اس سے ثابت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہیبت اور رعب امام حسن کو عطا فرمایا تھا اور اپنی شجاعت اور سخاوت امام حسین کو عطا فرمائی تھی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی شجاعت اور جرأت مندی امام حسین کو عطا فرمائی تھی تو بایں وجہ امام حسین بہت بہادر اور جرأت مند تھے۔

امام حسین علیہ السلام کا مروان بن حکم کو جواب دینا

جب یزید بن معاویہ بادشاہ بنا تو اس نے حاکم مدینہ ولید کو کہا کہ امام حسین کو بلا کر کہو کہ وہ میری بیعت کریں۔ جب ولید نے امام حسین کو بلایا اور یزید کی بیعت کرنے کے لیے کہا تو امام حسین نے فرمایا کہ میں یزید کی ہرگز ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔ آپ جب واپس آنے لگے تو اس وقت مروان بن حکم ولید کے پاس تھا وہ کہنے لگا کہ پھر ایسا

موقعہ ہاتھ نہیں آئے گا تم اب امام حسین کو کہو کہ یزید کی بیعت کریں۔ اگر انکار کریں تو ان کو قتل کر دو۔ امام حسین نے فرمایا اے مروان جھوٹے، گنہ گار تو مجھے قتل کرانا چاہتا ہے تیری اور تیرے امیر کی کیا مجال ہے کہ مجھے قتل کریں۔ یہ سن کر مروان اور ولید خاموش ہو گئے امام حسین واپس تشریف لے آئے اور مقام کربلا میں یزیدی فوج ہزاروں کی تعداد میں تھی ان کے پاس تمام مادی وسائل تھے۔ پانی پر ان کا قبضہ تھا کھانے پینے کی تمام چیزیں ان کو مہیا تھیں۔ اسلحہ بے شمار ان کے پاس موجود تھا۔ امام حسین کے ساتھ چند افراد تھے وہ بھی یزیدی اور شامیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بھوکے پیاسے شہید ہو چکے تھے۔ امام حسین نے تین دن سے پانی تک نہیں پیا تھا۔ آپ کے بیٹے اور بھائی آپ کے سامنے شہید ہو چکے تھے۔ عمرو بن سعد نے ہزاروں یزیدی فوج کے ساتھ مل کر آپ پر حملہ کر دیا تھا۔ اس حالت میں بھی امام حسین پر کوئی گھبراہٹ اور پریشانی نہیں تھی۔ آپ کی جرات اور ہمت میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا آپ نے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے بے شمار شامیوں، کوفیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا آخر کار آپ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے شہید ہو گئے۔ درحقیقت واقعات کربلا میں ہر واقعہ امام حسین کی شجاعت، بہادری، دلیری، اور قوت ارادی پر روشن دلیل ہے۔ اس میں شک و شبہ نہیں ہے کہ دنیا میں امام حسین کی شجاعت و جرأت مندی کی کوئی مثال نہیں ہے۔

واقعہ کربلا کے اثرات ختم نہیں ہوئے

دنیا میں واقعات اور المناک حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ بعض کے اثرات بھی وقتی طور رونما ہوتے ہیں اور آخر میں ختم ہو جاتے ہیں مگر واقعہ کربلا کو چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود اس کے اثرات ختم نہیں ہوئے اور نہ ہی قیامت تک ختم ہوں گے۔ یہ بات امام حسین علیہ السلام کے حق بجانب ہونے پر واضح دلیل ہے۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ مباہلہ کے وقت بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ساتھ لے

گئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ رسول پاک نے دیکھا کہ حسن اور حسین آرہے ہیں تو حضور پاک نے خطبہ چھوڑ دیا اور منبر سے نیچے اتر کر امام حسن اور امام حسین کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے اور آپ سجدہ میں جاتے حسن اور حسین حضور پاک کی پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتے جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو ان دونوں کو آہستگی سے پکڑ کر زمین پر بٹھا دیتے جب آپ دوبارہ سجدہ کرتے پھر وہ پشت مبارک پر بیٹھ جاتے جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو آہستگی سے پکڑ کر ان کو زمین پر بٹھا دیتے۔

راوی نے کہا کہ یہ سلسلہ جاری رہتا یہاں تک کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو مکمل فرما لیتے اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اور حسین کے لیے نماز میں سجدوں کو لمبا کرتے تھے۔ اگر حسن اور حسین روتے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو جاتے تھے اور رسول پاک نے فرمایا جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا اور جس نے ان دونوں سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔

اہل بیت اطہار کے ساتھ بغض رکھنے والا منافق ہے

ایک اور روایت میں ہے جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم اہل بیت کے ساتھ بغض و عناد رکھا وہ منافق ہے اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ جس نے ہم اہل بیت کے ساتھ بغض رکھا قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔

اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ

کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے بغض وعناد رکھنے والے کو اللہ تعالےٰ دوزخ میں ڈالے گا۔

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص بیت اللہ کے پاس رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور روزہ بھی رکھے اور اسی حالت میں مرے کہ اہل بیت رسول کے ساتھ بغض رکھتا ہو وہ دوزخ میں داخل ہوگا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین کے بارے میں فرمایا یہ میرے اہل بیت سے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو اہلِ بیت اطہار کی محبت وعقیدت اور اسوہ حسینی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اہل بیت اطہار کے صدقے اللہ تعالےٰ مجھے دونوں جہانوں میں عزت سے نوازے اور میرے لیے سعادتوں اور برکتوں کو مقدر کر دے اور میری تمام امیدوں کو پورا کر دے اور جن لوگوں نے "تذکرہ امام حسین" کی اشاعت میں حصہ لیا ہے یا مالی تعاون کیا ہے ان کو اہل بیت اطہار کی شفاعت سے مالا مال کر دے آمین!

وانی اسئال من اللہ تعالیٰ بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یعصمنی من سھام الطعن ویحفظنی من آفات الزمن والحمد للہ رب العالمین وصل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ نبی الرحمۃ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ الی یوم الدین

مفتی غلام رسول
دارالعلوم قادریہ جیلانیہ (لندن)
۳۰ر جنوری ۲۰۰۵ء

مصنف کی دیگر تصانیف

۱۔ فتاویٰ جماعتیہ (جلد اوّل و دوم)
۲۔ فتاویٰ برطانیہ
۳۔ نور الفرقدین
۴۔ سنت سیّد الانام
۵۔ انوار شریعت
۶۔ السلطان القوی
۷۔ القول المسعود
۸۔ القول التنقیح
۹۔ القول علی المقالہ
۱۰۔ التعاقب علی التعاقب
۱۱۔ سیرت انور
۱۲۔ مجدد دین وملّت
۱۳۔ السہم الحق فی کبد مختار الحق
۱۴۔ الصاعقہ الوہاب
۱۵۔ افادات
۱۶۔ خلل اندازی نماز کے متعلق فتویٰ
۱۷۔ الصدقات
۱۸۔ معراج النبی
۱۹۔ حسب ونسب (حصہ اوّل تا ششم)
۲۰۔ ہدیہ درود شریف
۲۱۔ التعاقب علی النواصب
۲۲۔ رفع الحجاب
۲۳۔ اسماء اہل بیت نبوی پر علیہ السلام کہنے کا جواز۔
۲۴۔ نکاح اور شادی کے مسائل
۲۵۔ امام زین العابدین
۲۶۔ الصبح الصادق فی فضائل امام جعفر صادق۔
۲۷۔ جواہر العلوم فی فضائل باقر العلوم
۲۸۔ تذکرہ امام حسین علیہ السلام

مفتی غلام رسول

دار العلوم قادریہ جیلانیہ

(لندن)